ओ३म्

آئینۂ سداچار
قوتِ تخیل

مُترجمہ پرمارتھی - اڈیٹر مارتنڈ
لاہور

...ت فی جلد ۳ر

...م بابو دیوان سنگھ پرنٹر

اوم

آئینہ سداچار اور قوّتِ خیال

عادات کی تقسیم

ہم اپنی زندگی کے ہر ایک لمحہ میں ایسی کئی نئی نئی عادتیں سیکھتے رہتے ہیں۔ جن کا ہمیں علم بھی نہیں ہوتا۔ اِن میں سے کچھ عادتیں تو بہت اچھی ہوتی ہیں۔ مگر کچھ بہت بری ہوتی ہیں۔ اور کچھ ایسی ہوتی ہیں کہ خود تو بہت بری نہیں ہوتیں۔ مگر آگے چل کر اُن کے نتائج بہت ہی بُرے نکلتے ہیں اور اُن سے بہت کچھ نقصان۔ دکھ اور مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے کچھ اِن سے بالکل ہی برعکس، ہوتی ہیں جن سے ہمیشہ راحت اور بشاشت بڑھتی رہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا

نیک عادات کا اختیار کرنا

ہمارے اپنے بس میں ہے؟ کیا یہ بات ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم جس طرح چاہیں۔ اپنی عادات کو سانچے میں ڈھال لیں؟ جس عادت کو ہماری مرضی ہو اختیار کریں۔ اور جسے نہ چاہیں اُسے تلانجلی دے دیں؟

اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بات بالکل ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم اپنی عادات حسب مرضی جیسی چاہیں۔ بنا سکتے ہیں "انسان وہی ہو جاتا ہے جو وہ ہونے کی خواہش کرتا ہے" یہ طاقت بنی نوع انسان میں قدرتی ہے لیکن اسوقت تک کچھ بھی کام نہیں دے سکتی۔ جب تک ہمیں اس کا طریقہ استعمال معلوم نہ ہو اس لئے پہلے اس عجیب طاقت کا طریقہ استعمال بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے انسان کو اس قدرتی طاقت کی ہستی اور کامیابی پر کلی یقین ہونا چاہئے۔ پھر اُس عالمگیر قانون پر وچار کرنا چاہئے جس پر چر تر گٹھن کی بُنیاد رکھی جاتی ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے پرانی بد اور کمینہ عادات بھی چھوٹ جاتی ہیں۔ اور جس سے زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوسکتی ہے اس بات کے لئے صرف ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان پہلے اس قانون پر سچے دل سے غور کرے اور پھر اس کی پیروی کرنے کا عزم بالجزم کرلے۔

منوبل (خیالات کی طاقت)

منوبل (طاقت خیال) ہی انسان کے تمام کاموں کی بُنیاد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا ہر ایک کام جو کسی بھی ارادے سے کیا جاتا ہے وہ آہستہ آہستہ عادت کی شکل اختیار کرنے لگتا ہے۔ کئی عادتوں کے مجموعہ کا نام ہی چال چلن ہے۔ جس کو انگریزی میں کیریکٹر کہتے ہیں۔ تم جس طرح کے کام کرنا چاہتے ہو۔ اور جیسا اپنے آپ کو بنانا چاہتے ہو۔ اُسی قسم کے خیالات تمہارے من میں آنے چاہئیں۔ اور جو کام تم کرنا

نہیں چاہئے۔ جس عادت کو تم اختیار نہیں کرنا چاہتے اُس کے پیدا کرنے والے خیال کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی تمہارے من میں نہ آنے چاہئیں۔

من کو قابو کرنا

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور اس میں کسی کا کچھ بھی اختلاف نہیں ہے کہ اگر من میں کوئی خیال تھوڑی دیر تک آتا ہے تو وہ خیال آہستہ آہستہ دماغ کے اُس حصہ میں پہنچ جائے گا کہ جہاں وہ آخر عملی شکل اختیار کرنا شروع کر دے گا۔ یعنی جہاں جاکر وہ جسم کو اپنے مطابق کام کرنے کے لئے مجبور کرنا شروع کر دے گا۔ اب اگر وہ خیال اچھا ہے تو اس کا نتیجہ بھی نیک نکلے گا۔ اور اگر وہ خیال بُرا ہے تو نتیجہ بد ہوگا۔ قتل و خونریزی وغیرہ جتنے بھی بُرے کام ہیں۔ سب اسی طرح سے عملی شکل اختیار کرتے ہیں اور ان کے خلاف جتنے نیک کام ہیں۔ اُن کے ظہور کا ذریعہ بھی یہی ہے۔

پس یہ بات سمجھنے اور غور کرنے کے لائق ہے کہ ہر ایک کام کا سبب اول "خیال" ہی ہے۔ ہم اپنے من کے خود مختار راجہ ہیں۔ پورے طور پر وہ ہمارے قابو میں ہے اور ہم کو ہمیشہ اُسے اپنے بس میں رکھنا چاہئے۔ اگر وہ کبھی بس میں نہ رہے تو اس پر قابو پانے کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے مطابق عمل پیرا ہونے سے ہم اپنے من اور خیال دونو کو قابو میں کر سکتے ہیں۔

عادتیں کس طرح بنتی ہیں؟

انسانی جسم کا ایک یہ وصف ہے کہ اس میں کسی کام کو بار بار کرنے سے اس کام کے کرنے کی طاقت بڑھتی جاتی ہے پہلی بار کسی کام کے کرنے

ہیں جس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اس سے کہیں کم دقت اسی کام کو دوسری بار کرنے میں ہوتی ہے اور اس سے بھی کم تیسری بار کرنے میں تیسری بار سے کم تکلیف اُسی کام کو چوتھی بار کرنے میں ہوتی ہے غرضیکہ ہر بار مشکل کم ہوتی جائے گی۔ اور آسانی زیادہ ہوتی جائے گی۔ آہستہ آہستہ ایک دن آئے گا کہ وہ کام بالکل آسان ہو جائے گا اور اس کے کرنے میں کچھ بھی مشکل نہ رہے گی۔ مگر ہاں اس کے برعکس کرنے میں بڑی دقت معلوم ہوگی۔

ٹھیک یہی حالت دماغ کی بھی ہے ایک خیال پہلی بار ذرا مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسری دفعہ کچھ آسانی سے۔ تیسری بار اور زیادہ آسانی سے اسی طرح زیادہ زیادہ آسانی ہوتی جائے گی اور وہ خیال آہستہ آہستہ من کا ایک حصہ بنتا جائے گا اب اس کو دُور کرنا مشکل ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ دنیا میں کوئی کام مشکل خواہ کتنا ہی ہو۔ مگر ناممکن کوئی بھی نہیں ہے آہستہ آہستہ مشق کرنے سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے یہ ایک سچا اور عالمگیر اصول ہے اور سب لوگ اسے مانتے ہیں۔ اس میں کسی کو کوئی بھی شک نہیں ہو سکتا ہے اس اصول کو اپنی نظر کے سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک انسان اپنے خیالات کو بس میں کر سکتا ہے اور اُن پر پوری طرح سے قابو پا سکتا ہے۔ اگر شروع میں کامیابی نہ ہو یا کچھ وقت تک ہوتی نظر نہ آئے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مایوس کبھی مت ہو۔ محنت کبھی ضائع نہیں جاتی بار بار کوشش کرو۔ بار بار کی کوشش سے ایک نہ ایک دن ضرور کامیابی ہوگی جس کام کو تم مشکل سمجھتے ہو۔ وہ آسان ہو جائے گا اور جن خیالات کو تم کبھی اپنے قابو میں نہیں کر سکتے۔ اُنہی خیالات پر تم کو اختیار کلی حاصل

ہو جائے گا۔

اس لئے ہر ایک انسان اپنے خیالات کو بس میں کر سکتا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو یہ طاقت حاصل ہے۔ ہر ایک انسان کو اختیار ہے کہ وہ چاہے کسی خیال کو اپنے من میں جگہ دے چاہے نہ دے کیونکہ یہ ایک مستند اصول ہے اور اسے کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ کسی بھی کام کے لئے ہماری ہر ایک بار کی کوشش اس کام کو زیادہ آسان بنا دیتی ہے چاہے شروع میں ناکامی ہی کیوں نہ ہو۔ چاہے شروع میں کسی کام میں کامیابی نہ ہو تو بھی جوں جوں وہ کام کیا جائے گا توں توں اس میں زیادہ آسانی حاصل ہوتی جاوے گی۔ ایسی حالت میں ناکامی میں بھی کامیابی ہی جاننا چاہئے کیونکہ کوشش کرنے میں تو ناکامی ہوتی نہیں۔ اور کوشش چاہے جب کی جائے کام کرنے کی طاقت بڑھتی ہے۔ ایک نہ ایک دن ضرور کامیابی ہوگی۔ اور ہمارے من کی خواہش پوری ہوگی۔ اس لئے یہ بات بہر وجوہ ثابت ہے کہ ہم اپنے خیالات چاہے جس طرح کے بنا سکتے ہیں اور اپنی حسب خواہش چال چلن کا سدھار کر سکتے ہیں۔

یہاں پر تین مثالیں درج کی جاتی ہیں کہ جس سے یہ مضمون بالکل صاف ہو جائے گا۔

مثالیں

(۱)

فرض کرو کہ ایک آدمی کسی بڑی کمپنی کا خزانچی یا کسی بنک کا مینجر ہے ایک دن اُس نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ایک شخص نے صرف چار پانچ گھنٹے

کے اندر کسی تجارت میں کئی لاکھ روپے کما لیئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اُس نے ایک ایسے ہی شخص کا حال پڑھا۔ اب اس کا دل بھی چٹکیاں لینے لگا وہ سوچنے لگا کہ یہ لوگ جو بہت ہی تھوڑی دیر میں لکھ پتی بن گئے ہیں اگر میں بھی اُن کی پیروی کروں تو جلد ہی اُن جیسا بن سکتا ہوں۔ یہ خیال اس کے دل میں رات دن گھومنے لگا۔ اس نے ایسے دو چار آدمیوں کا حال تو پڑھا جو یکبارگی امیر ہو گئے مگر یہ اس نے کبھی نہیں سوچا کہ ایسے اشخاص بھی دُنیا میں بکثرت موجود ہیں جو ایسا کرنے سے اپنی ساری پونجی کھو کر بھکاری بن بیٹھے ہیں۔ اُس کی ہوس دن بدن بڑھنے لگی۔ آخر ایک دن اس نے اپنا تمام سرمایہ ویسے ہی کسی کام میں لگا دیا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ایسی حالتوں میں ہوا کرتا ہے یعنی اس کو گھاٹا پڑ گیا اور اس کا سارا سرمایہ ڈوب گیا۔ اب وہ خیال کرتا ہے کہ مجھے فلاں باعث سے کامیابی نہیں ہوئی اگر میرے پاس اور روپیہ ہوتا تو میں ضرور ہی اپنے نقصان کو پورا کر لیتا اور ساتھ ہی بہت کچھ کما بھی لیتا۔ اب یہ خیال بار بار اس کے دل میں آتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میرے ہاتھ میں بنک کا جو روپیہ ہے اگر میں اُسے اپنے کام پہ لگا دوں تو کچھ ہرج کی بات نہیں ہے۔ جلدی ہی جو روپیہ کماؤں گا اُس میں سے دے دوں گا ایسی چھوٹی سی رقم کا ادا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے آخر ایک دن اس سے نہیں رہا گیا اور وہ بنک کے روپیوں کو جو اس کے اختیار میں ہیں لگا دیتا ہے اور کھو بیٹھتا ہے۔

ایسی حالتیں اکثر دیکھنے اور سُننے میں آتی ہیں۔ ان کا کیا باعث ہے؟ دوسرے کے روپے کو تصرف میں لانے کا ہی ایک بُرا خیال! اگر کوئی عقلمند ہوتا تو دل میں آتے ہی اس خیال کو نکال دیتا۔ اور اپنی ناجائز خواہش کو دبا

دیتا۔ مگر وہ مورکھ تھا اس نے اس خیال کو اپنے من میں جگہ دی جتنی جتنی وہ اُسے جگہ دیتا گیا۔ اُتنا اتنا ہی خیال بڑھتا گیا اور آخر اتنا طاقت ور ہو گیا کہ عملی شکل بدلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کا نتیجہ شرمندگی۔ بے عزتی۔ افسوس اور پشیمانی کے سوائے اور کیا ہو سکتا تھا؟

شروع میں ہی جب دل میں کوئی خیال اُٹھتا ہے اُسی وقت اس کا ہٹا دینا آسان ہوتا ہے بعد میں اس کا زور بتدریج بڑھتا جاتا ہے پھر اس کا روکنا اُتنا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ دیا سلائی کتنی چھوٹی چیز ہے ابتدا میں اس کے بجھانے کے لئے صرف ایک پھونک کافی ہے لیکن اگر کسی چیز میں آگ لگ جاوے تو گھر بھر میں آگ لگا دے گی اور اس کا بجھانا بہت مشکل ہو جائیگا

{ ۲ }

اب دوسری مثال لیجئے اس سے پتہ معلوم ہوگا کہ کس طرح کسی چیز کی عادت پڑ جاتی ہے اور کس طرح وہی عادت چھوٹ جاتی ہے۔ مان لو کہ ایک نوجوان لڑکا ہے۔ چاہے اس کے والدین دولت مند ہوں چاہے غریب اس سے کچھ مطلب نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ ایک نیک اور سداچاری لڑکا ہے ایک دن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شام کے وقت بسر کر رہا ہے اس کے دوست بھی ویسے ہی معمولی حالت کے نیک سداچاری لڑکے ہیں لیکن اکثر معمولی چال چلن کے لڑکوں کے سامنے وہ بھی کبھی کبھی بھول کر بیٹھتے ہیں ایسا ہی اسدن بھی ہوا۔ اُن میں سے ایک نے کہ دیا کہ چلو آج کسی جگہ چل کر اکٹھا کھانا کھائیں۔ اس میں کچھ بھی مشکل نہیں ہوئی۔ سب ہنستے کھیلتے اس جگہ پر پہنچ گئے۔ وہاں اُن میں سے ایک لڑکا بولا کہ "بھائی! کچھ پینے کو بھی چاہیئے۔ اس کے بغیر آنند نہ آوے گا" اب ہمارا نوجوان اس وقت انکار

کرنا تہذیب اور آداب دوستی کے خلاف جان کر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے ضمیر اندر سے روکتی ہے اور پکار کر کہتی ہے کہ خبردار! دیکھ کیا کرتا ہے!! مگر وہ اس وقت کچھ نہیں سوچتا۔ اس کو اس بات کا خیال نہیں ہے کہ چال چلن کی خوبی و استحکام صرف ایک ہی راستے پر جمے رہنے میں ہے وہ دوستوں کے ساتھ اس دن تھوڑی سی شراب پی لیتا ہے۔ اگرچہ اس خیال سے نہیں پیتا کہ اُسے شراب سے کوئی لگاؤ ہے یا وہ شراب کی عادت ڈالنا چاہتا ہے۔ صرف یہ خیال کر کے پی لیتا ہے کہ دوستوں میں انکار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اتفاق سے دو چار دفعہ ایسا ہی موقعہ پڑ جاتا ہے اور وہ ہر بار تھوڑی تھوڑی پی لیتا ہے مگر اس کا نتیجہ بہت ہی بُرا ہوتا ہے۔ ہر دفعہ ضمیر کی روک ٹوک کم ہوتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اُسے نشہ کی چاٹ پڑ جاتی ہے اب تو وہ کبھی کبھی خود بھی خرید کر پی لیتا ہے اس کو خواب میں بھی اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اور اس کا کیسا خوفناک نتیجہ نکلے گا آہستہ آہستہ اس کو شراب کی عادت پڑ جاتی ہے اور اب اس کے لئے اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اس پر بھی وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی خواہش سے ہی کبھی کبھی پی لیتا ہوں جب دیکھوں گا کہ اس کی عادت ہی پڑ گئی۔ تب چھوڑ دوں گا مگر یہ صرف اُس کا وہم ہے اس کے لئے شراب دن بدن ضروری ہوتی جاتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے جب ہم اُسے پکے شرابی کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ اب اُسے خود اپنی حالت پر افسوس اور پشیمانی ہوتی ہے۔ شرم خفت۔ بے عزتی اور مفلسی کے باعث اُسے پچھلے دنوں کی یاد آتی ہے مگر اب اس کی زندگی بالکل مایوسیوں اور ناکامیوں کی حالت میں تبدیل ہو گئی ہے یہ اُس کے لئے آسان تھا کہ وہ شراب کو پیتا ہی نہ یا اگر پیتا بھی تو

ایسی حالتِ بد کو پہنچنے سے پہلے ہی چھوڑ دیتا تاہم موجودہ حالت میں بھی چاہیئے وہ کتنا ہی گرا ہوا ہو۔ اگر وہ ہمت کرے تو شراب چھوڑ سکتا ہے اور پھر ایک دفعہ پہلے کی طرح سکھ اور شانتی حاصل کر سکتا ہے

آپ پوچھینگے کہ اس کا کیا طریقہ ہے؟ لیجئے ہم بتائے دیتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے دل میں جب شراب پینے کی خواہش ہو۔ اسی وقت اس خواہش کو روک دے۔ ایک منٹ کی دیر نہ کرے۔ اگر ذرا بھی دیر کرے گا، ذرا بھی اس خیال کو اپنے دل میں جگہ دے گا تو پھر اس کا نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ چنگاری کا پہلے ہی بجھا دینا آسان ہے جب گھر میں آگ لگ جاتی ہے تو پھر اس کا بجھانا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے برے خیال کو من میں آتے ہی روک دو۔ اسی میں ساری کامیابی ہے۔

یہاں پر ایک بات اور عرض کر دینا ضروری ہے کہ کوئی خیال صرف اس خیال کو دور کرنے کا ہی خیال کرنے سے دور نہیں ہوتا۔ بلکہ

کسی برے خیال کو دور کرنیکا آسان اور صحیح طریقہ

یہ ہے کہ من کو کسی اور کام میں لگایا جاوے یا دل میں اس برے خیال کے خلاف کوئی اچھا خیال بھر دیا جائے۔ ایسا کرنے سے برا خیال خود ہی من سے نکل جائے گا اور نیک خیال اس کی جگہ لے لیگا۔ پہلے پہل کسی خیال کو نکالنے کے لئے طبیعت پر دباؤ ڈالنا ہوگا۔ مگر جوں جوں اس کے لئے کوشش کی جائے گی۔ توں توں اس میں مشکل کم اور آسانی زیادہ ہوتی جائے گی۔ اور اچھے خیالات کو من میں جگہ دینے کی طاقت بڑھتی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ شراب پینے یا اور کسی برے کام کرنے کا خیال کم ہوتا جائے گا۔ اور اگر ایسا خیال آئے گا بھی تو وہ آسانی سے نکال

دبا جا سکے گا اور ایک دن وہ آئے گا کہ اس خیال کا من میں دخل ہی نہ
ہونے پائے گا۔

(۴)

اب ایک اور مثال دی جاتی ہے فرض کرو کہ ایک آدمی کا مزاج
ذرا چڑچڑا سا ہے یعنی اُسے جلدی غصہ آجاتا ہے اگر کوئی اسے کچھ کہہ دیتا
ہے۔ یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو وہ بگڑ کھڑا ہوتا ہے
اور ناراض ہونے لگتا ہے اب اس حالت میں وہ جتنا زیادہ غصہ مانے گا
اور جس قدر زیادہ غصے کی آگ کو بھڑکا دے گا اتنا ہی زیادہ اس کا غصہ
بڑھتا جائے گا۔ ذرا ذرا سی بات پر اُسے طیش آنے لگے گا اور اس کے
لیے غصے کا دور کرنا دن بدن مشکل ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ غصہ، طیش
دشمنی اور انتقام لینے کی خواہش وغیرہ بُری صفات اس کی عادت میں داخل
ہو جائینگی۔ خوشی۔ راحت اور آسودگی اور بشاشت ہمیشہ کے لئے اس
شخص سے رخصت ہو جائیں گی اور ہر ایک کے ساتھ اس کا چڑچڑانے کا
سلوک ہوتا جائے گا۔

لیکن اگر وہ یہ عمل کرے کہ جس وقت کسی آدمی پر اُسے غصہ آوے
اُسی وقت اسکو دبا دے اور اپنے من کو کسی اور طرف لگا دے اس طرح
اول تو غصہ آہی نہیں سکتا۔ اور اگر آئے گا بھی تو جلدی ٹھنڈا پڑ جائیگا
اس کے بعد پھر کبھی اگر غصہ آئیگا اور وہ اُسے شانت کرنے کی کوشش
کرے گا تو اس کو پہلے سے زیادہ آسانی ہو گی۔ اسی طرح تھوڑے دنوں
میں اس کی غصے کی عادت چھوٹ جائے گی پھر نہ کوئی اُسے بھڑکا سکے گا اور
نہ کسی کی بات سے اُسے غصہ آئیگا۔ برخلاف اس کے اس کی طبیعت میں

سکون ۔رحم ۔نیکی محبت اور کشادہ دلی کی صفات پیدا ہو جائینگی ۔جن کا غصّے کی حالت میں وہ خواب بھی نہیں لے سکتا۔

اس طرح مثالوں پر مثالیں لیئے جاؤ ایک ایک عادت ۔ایک ایک بھاؤ کو دیکھو ۔ہر جگہ اسی علاج کو درست پاؤ گے ۔دوسروں کی برائی کرنا ۔ اُن کے عیبوں پر نکتہ چینی کرنا ۔حسد ۔بغض ۔بے رحمی ۔کاٹرپن وغیرہ بری صفات اور اُن کے خلاف تمام قسم کی نیک عادتیں اسی طرح سے ہٹتی اور پیدا ہوتی ہیں ۔اسی طرح ہماری طبیعت میں خوشی ۔انبساط یا افسوس اور دکھ کی ترقی یا تنزلی ہوتی ہے ۔اسی طرح ہی ہم خود اپنے لیئے اور دوسروں کے لیئے بھی مایوسی اور رنج کا باعث بن سکتے ہیں۔

خیالات سے ہی چلن بنتا ہے

انسانی زندگی میں درحقیقت اس سے زیادہ سچی اور کوئی بات نہیں ہے کہ ہم جیسے بننے کا وچار کرتے ہیں ویسے ہی بنجاتے ہیں ۔یہ بات بالکل راست ہے اور اس کی سچائی میں رتی بھر بھی شک نہیں ہے ۔کہ آدمی جیسا سوچتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے اس کا چلن عادتوں کا مجموعہ ہے اس کی عادتیں اُس کے کاموں سے بنتی ہیں اور اس کا ہر ایک کام اس کے خیالات کا عملی ظہور ہے یعنی ہر ایک کام کے شروع میں اس کے دل میں اس کام کے کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے اس لئے یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہمارے خیالات سے ہی ہمارا چال چلن بنتا ہے خیال ہی سب سے بڑا باعث ہے۔

دو ضروری باتیں

اِن خیالات کے ذریعے سے ہی ہم اپنی مطلوبہ شے کو حاصل کر سکتے ہیں اور خیالات کے طفیل ہی اعلےٰ سے اعلےٰ عہدے پر پہنچ سکتے ہیں صرف دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو اپنا مقصد مقرر کر لینا چاہئیے۔ دوم یہ کہ ہمیشہ اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئیے چاہے اس میں کتنی ہی مشکلات کا سامنا ہو۔ اور کتنی ہی مصیبتوں میں سے گذرنا پڑے۔

یاد رکھو۔ کہ مضبوط چال چلن اور مستقل مزاج آدمی وہی ہے جو اپنے مقصد کے حصول میں آیندہ کے آرام کی خاطر موجودہ خوشی کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ اس کو تلانجلی دینے کے لئے تیار رہتا ہے وہ تمام مشکلات کو برداشت کرتا ہوا اور سب آزمایشوں سے پار ہوتا ہوا اپنے مقصد کے حصول میں ہی محو رہتا ہے اور ایک نہ ایک دن ضرور کامیابی حاصل کر لیتا ہے اس کی دلی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔

ہماری زندگی کا مقصد

ہماری زندگی صرف چند لمحوں کے سکھ کے لئے نہیں ہے ہماری زندگی کا اُدیش صرف دُنیاوی یا جسمانی سُکھوں کو حاصل کرنا ہی نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی اِن سے کہیں اعلےٰ مقاصد کے حصول یعنی سداچار کی پراپتی کرنے اور بنی نوع انسان کی سب سے اعلےٰ خدمت کرنے کے لئے

ہے۔ اُسی میں ہی ہم کو سب سے زیادہ خوشی اور آرام ملے گا۔ کیونکہ دراصل سچی خوشی اسی میں ہے۔ جو کوئی اس خوشی اور آرام کو کسی طریقے سے حاصل کرنا چاہتا ہے یا کوئی اور لائن اختیار کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یعنی اسکو سچا دائمی سُکھ کبھی بھی نہیں مل سکتا۔

موافق اور ناموافق حالات

سوال یہ نہیں ہے کہ ہماری زندگی کی کیا حالت ہے اچھی ہے یا بُری؟ بلکہ سوال تو یہ ہے کہ ہم اس حالت کا کیسے اور کیونکر مقابلہ کرتے ہیں چاہے ہماری زندگی کی کیسی ہی حالت ہو؟ اگر وہ حالت ہمارے بالکل خلاف ہو۔ تو بھی ہمیں اس کی ہرگز شکایت نہیں کرنی چاہیئے۔ شکایت سے کچھ کام نہیں چلتا بلکہ اُلٹا رنج اور فکر پیدا ہوتا ہے اور فکر سے وہ طاقت جس سے ہماری زندگی میں ایک طرح کی زندگی پیدا ہوتی ہے کمزور ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ بالکل برباد بھی ہو جائے۔ اس لئے اگر ہماری حالت ہمارے خلاف ہو تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اُسے اپنے مطابق بنا لیویں۔ اور اگر ہم اسے اپنے مطابق نہیں بنا سکتے تو ہمیں خود اس کے مطابق بن جانا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ہم کو کوئی مصیبت نہیں ستا سکتی۔ اور کوئی حادثہ رنج نہیں پہنچا سکتا ہر ایک انسان کی زندگی میں ایسے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو وہ اپنے لئے بہت ہی بُرا سمجھتا ہے۔ خود مصنف مہاشے کا بیان ہے کہ میری زندگی میں کئی اوقات پر ایسے بدے موقعہ آئے ہیں جن کو میں نہایت ہی بُرا سمجھتا تھا جن سے مجھے کبھی کبھی شرمسار ہونا پڑا۔ تت بھی اُٹھانی پڑی تھی مصیبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ مگر اب مجھے اُن کا

فائدہ معلوم ہوتا ہے اب میں اُن کا مطلب اور موقعہ سمجھتا ہوں۔ اب میں
اُن کو لاکھوں روپیوں کے بدلے بھی بھولنا پسند نہیں کرتا۔ اِن سے مجھے
ایک بڑا بھاری سبق ملا ہے اور وہ یہ کہ چاہے آج میری کیسی ہی بُری حالت
ہو۔ چاہے کیسا ہی دُکھ مجھے ستا رہا ہو۔ اور مستقبل میں بھی چاہے کیسی
ہی حالت رہے مگر مَیں اُس کا خوشی سے استقبال کروں گا اور ذرا بھی
افسوس یا فکر نہ کروں گا۔ میں اس کو یہ سوچکر اپنے لئے سب سے اعلےٰ
و مفید سمجھوں گا کہ اگرچہ میں اس وقت یہ نہیں جانتا کہ یہ حالت کیوں ہے!
اس سے کیا فائدہ ہے اور کیا اس کا نتیجہ نکلے گا۔ مگر ایک وقت آئے گا۔
جب میں اس کی اصلیت کو جان سکوں گا اور اس وقت ایشور کا شکریہ ادا
کئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔

ایک بڑی غلطی

اس میں شک نہیں کہ جس وقت کوئی حادثہ ہوتا ہے اس وقت اور
بعد میں بھی اس کا بھید جاننا آسان نہیں۔ مگر جہاں تک داناؤں اور
عالموں نے غور کر کے نتیجہ نکالا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو واقعات
بالکل مخالف اور رنجیدہ معلوم ہوتے تھے اُن کا نتیجہ بھی ایک نہ ایک دن
اچھا ہی برآمد ہوا ہے غرضیکہ انسانی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوتا
جو عبث اور فضول ہو۔

تقریباً ہر ایک شخص اپنی حالت کو سب سے زیادہ خراب سمجھتا ہے۔
ہر ایک آدمی یہی سمجھتا ہے کہ دُنیا میں میرے جیسا کوئی دُکھی نہیں میں ہی
سب سے زیادہ مصیبت زدہ ہوں جو مصیبت مجھے سہنی پڑتی ہے وہ

شاید ہی کسی کو سہنی پڑتا ہو۔ اس کو اسباب کا کبھی خیال نہیں آتا کہ ہر
ایک آدمی اپنی اپنی تکلیفوں میں پھنسا ہوا ہے۔ کسی کو کوئی تکلیف ہے۔
کسی کو کوئی رنج کسی کو کوئی دکھ ہے کسی کو کوئی غم۔ میری حالت بھی اُن
جیسی ہی ہے جو دُکھ مجھے برداشت کرنے پڑتے ہیں اور جن کو میں بہت
ہی بھاری سمجھتا ہوں وہی دُکھ میرے سینکڑوں بھائیوں کو اُٹھانے پڑتے
ہیں۔

بس ہم اسباب کے سمجھنے میں بڑی بھول کرتے ہیں جو ہم اپنے
دُکھوں کو تو دُکھ سمجھتے ہیں مگر دوسروں کے دُکھوں کو دیکھتے تک بھی نہیں
ہم صرف اپنے دُکھوں کے خیال میں ہی محو رہتے ہیں اپنی ہی مصیبتوں کا
رونا سب کے آگے روتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دُکھوں کو
دیگر تمام انسانوں کے دُکھوں کی نسبت زیادہ سمجھتے ہیں مگر اصل بات یہ
ہے کہ ہر ایک انسان کی حالت مختلف ہے اس لئے ہر ایک انسان کا چلن
اور سلوک بھی مختلف ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک آدمی کو اپنے دل میں
غور کرنا چاہئے کہ کن بواعث سے میری حالت ایسی خراب ہے اور میں ایسی
بُری حالت میں کیوں ہوں پھر اُن بواعث کے دُور کرنے اور اس طاقت
کے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے اپنی حالت کا سُدھار ہو اور
سُکھ ملے۔

یہ کام ہر ایک انسان کو خود کرنا چاہئے اس میں دوسرے کا کچھ
مطلب نہیں۔ ہاں اتنا ہم ضرور کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کو ان تدابیر
و وسائل سے آگاہ کر سکتے ہیں جو اس کام میں مفید ہوں اور جن سے
آئی مُصیبت آسانی سے ٹل جائے۔ تدابیر اور وسائل کا عمل میں لانا

ہر ایک اُس آدمی کا کام ہے۔ جو مصیبت میں گرفتار رہے جب وہ خود ان پر عمل کرے گا تب ہی اُسے فائدہ ہوگا۔ حکیم کا کام دوائی بتا دینے کا ہے۔ دوا کھانا تو مریض ہی کا کام ہے۔

دُکھوں سے بچنے کا طریقہ

اگر ہم اپنے آپ کو کسی بد حالت میں سے جس میں ہم دانستہ یا غلطی سے۔ بلا ارادہ یا ارادہ سے پھنس گئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ ہم اُن بواعث پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ جن سے ہماری ایسی حالت ہو گئی ہے اور پھر اس قدرتی قانون کو معلوم کریں جس پر اس کا انحصار ہے جب یہ قانون معلوم ہو جائے تو ہم کو اس کی مخالفت یا ضد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کا پیرو اور مددگار بننا چاہیئے اگر ہم اس کے مطابق عمل کرینگے تو وہ ہمارے لئے بہت مفید اور بہتر ہوگا اور ہم کو ہمارے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا لیکن اگر ہم اس کے خلاف چلیں گے یا اس کے مطابق کام نہ کرینگے تو اس کا نتیجہ ہمارے حق میں بڑا ہی نقصان دِہ ہوگا وہ ہمارا سب کچھ تباہ کئے بغیر کبھی نہ رہے گا۔

یقین جانو کہ قدرتی قانون اٹل ہے یہ اپنی چال کبھی نہیں بدل سکتا اور ہماری ضد یا مخالفت سے رُک نہیں سکتا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے مطابق چلوگے تو تمہاری تمام خواہشات بر آئینگی لیکن اگر اس کے خلاف رہوگے تو یاد رکھو نقصان اُٹھاؤ گے اور مصیبت میں پڑو گے۔

ایک بہادر عورت جس نے مصیبتوں کا مقابلہ کیا

کچھ دن ہوئے میں ایک عورت سے ملا۔ اسکے پاس پانچ چھ ایکڑ زمین تھی اس کا خاوند کچھ سال پہلے مرچکا تھا۔ اگرچہ وہ بڑا نیک اور محنتی تھا مگر اس میں ایک بڑا بھاری عیب یہ تھا کہ وہ جو کچھ کماتا تھا سب کا سب شراب میں اڑا دیتا تھا۔ جب وہ مرا تب اس کی عورت کے پاس اس چھ ایکڑ زمین کے سوائے محصول کا روپیہ بھی نہ تھا۔ اس کو کہیں سے کسی طرح کی مدد بھی نہیں ملتی تھی۔ اپنا اور پانچ بچوں کے خرچ کا بھاری بوجھ اس کے سر پر تھا۔ مگر ایسی حالت میں بھی اس عورت نے صبر اور تحمل کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ وہ ذرا بھی مایوس نہ ہوئی اس نے نہایت دلیری سے مصیبتوں کا مقابلہ کیا۔

اس نے اس بات کا پکا یقین رکھا کہ ایسی کئی تدابیر ہیں۔ اگرچہ اس وقت وہ مجھے صاف طور پر نظر نہیں آتیں جن سے ہم ان دکھوں سے رہائی پا سکتی ہوں۔ اس نے جلد ہی اپنے لوٹے چھوٹے سامان کو ٹھیک کیا اور ایک بورڈنگ ہاؤس میں کام کرنا شروع کیا۔ وہ کہتی تھی کہ میں چار بجے اٹھتی ہوں اور رات کے دس بجے تک کام کرتی ہوں۔ جاڑے کے دنوں میں جب لڑکے باہر چلے جاتے ہیں تب میں آس پاس کے دیہات میں دوائی کا کام کرنے لگتی ہوں۔ اس طرح اب وہ اپنی زمین کا محصول بھی دیتی ہے اور اس کے بچے سکول میں بھی پڑھتے ہیں۔ اب وہ بچے بڑے ہوگئے ہیں اور کچھ نہ کچھ اپنی ماتا کی مدد بھی کرتے ہیں یہ سب کچھ اس عورت نے اپنے پُرشاد ہمت سے کیا ہے وہ ہرگز

مایوس یا کم ہمت نہیں ہوئی۔ اور اُس نے کبھی خوف یا لاپرواہی کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی اور نہ کبھی استقلال کو ہاتھ سے جانے دیا جو کچھ سامنے آیا اُس نے خوشی سے برداشت کیا اور جو کچھ ملا اسی پر صبر کیا۔

وہ کہتی تھی کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہے کہ میں ہمیشہ کام میں مشغول رہی ہوں اور میری حالت چاہے کتنی ہی گری ہوئی اور دُکھدائی ہو۔ مگر میں ایسے مردوں و عورتوں کو دیکھتی رہی ہوں جن کی حالت مجھ سے بھی گری ہوئی ہے اور جن کی میں کچھ نہ کچھ مدد کر سکتی ہوں مجھے اس سے بہت تسلی ہوتی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ دُنیا میں میں ہی سب سے زیادہ مصیبت زدہ نہیں ہوں بلکہ مجھ سے زیادہ دُکھی بھی موجود ہیں۔ میں تو اب ایک طرح سے خوش ہوں۔ اب مجھے اپنی زمین کا محصول ادا کرنے کا فکر نہیں۔

واقعی اب وہ عورت سُکھی ہے چلن کی مضبوطی علم۔ فرض شناسی۔ دوسروں کے ساتھ محبت کا برتاؤ اور دوستی و سچ کی ہمیشہ جے ہوتی ہے ان پر پکا یقین اور عمل کرنے سے وہ عورت ہزاروں مرد و عورتوں سے اچھی ہے جو کہ ظاہرا طور پر اس سے اچھی حالت میں معلوم ہوتے ہیں اب وہ باتیں جو کہ دلیر مردوں کا جی توڑنے کے لئے کافی تھیں اس عورت کی ہمت سے آسان ہو گئیں اور اس کے لئے مفید ثابت ہوئیں۔

نتیجہ

اب ذرا خیال کرو۔ کہ اگر وہ عورت ایسی عقلمند اور دور اندیش نہ ہوتی تو کیا نتیجہ ہوتا۔ کس طرح وہ مصیبتوں کو برداشت کر سکتی ہے اور کس

طرح مشکلات کا سامنا کرتی۔ سکون اس کی طبیعت میں سے جاتا رہتا اور اس کی ہمت ٹوٹ جاتی۔ خوف و فکر اس کے دامنگیر ہو جاتے یعنی وہ اس قدرتی قانون کے خلاف چلتی جس کے باعث اس کی یہ بدحالت ہوئی اور اس کی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی۔ اور جن لوگوں کے ساتھ اس کو کام پڑتا وہ سب اس سے نفرت کرنے لگتے یا وہ یہ سوچتی۔ کہ میری ہمت اور پرشارتھ سے کوئی اچھا نتیجہ نہ نکلے گا۔ کسی نہ کسی کو ضرور میری مدد کرنا چاہئے اور اس مصیبت سے مجھے نکالنا چاہئے۔ اس طرح ہرگز اس کی خواہش پوری نہ ہوتی۔ اُلٹا اس کی مصیبت دن بدن بڑھتی جاتی اور اس کا دکھ آہستہ آہستہ زیادہ ہوتا جاتا۔ باعث یہ کہ وہ ہمیشہ اسی بات کا خیال کرتی۔ یہ ہی خیالات اس کے من میں گھومتے رہتے۔ نہ وہ من کو روک سکتی نہ دوسروں کا اُپکار کر سکتی۔ وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دُنیا بھر کے لئے دُکھ اور نفرت کا باعث بن جاتی۔

پس کسی شخص کی کیسی حالت ہے یا وہ کس حالت میں ہے اس سے کچھ مطلب نہیں مطلب اس سے ہے کہ وہ اس حالت میں کس طرح رہتا ہے اگر وہ دکھ میں ہے تو اس دکھ کو کس طرح برداشت کرتا ہے اگر مصیبت میں ہے تو کس طرح اس مصیبت کا سامنا کرتا ہے بس اس سے سب باتوں کا پتہ لگ جائے گا۔

اگر ہم کو اپنی حالت گری ہوئی اور بے سہارا معلوم ہو تو ہم کو اُن مصیبت زدہ اشخاص کی حالتوں کا وچار کرنا چاہئے جن کی حالت ہم سے بھی گری ہوئی ہے جو ہم سے دولت میں، طاقت میں سب حالتوں میں کم ہیں ایسے لوگوں کی دُنیا میں کمی نہیں ہے ایک سے ایک اونچا

اور ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھو گے ادھر ہی کئی مثالیں ایسی ملینگی۔ اس خیال سے ہم کو کچھ شانتی ہوگی اور ہمارا بوجھ کچھ کم ہو جائے گا۔

دوسروں کی مصیبتوں سے اپنی مصیبت کا مقابلہ کرکے شانتی حاصل کرنا

ایک تاریخی واقعہ

ہے کہ جب سکندر بادشاہ عالم شباب میں ہی اس جہاں سے رحلت کر گیا تو اس کی ماتا کو بہت ہی دکھ ہوا اور کسی طرح بھی اس کا دکھ کم نہ ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک حکیم نے کہا۔

"ماتا! میں تیرے لڑکے کو زندہ کر سکتا ہوں اگر تو ایک کام کرے۔"
ماتا نے کہا "کیا؟ میں اپنے لڑکے کے لئے جان تک دینے کو طیار ہوں"۔

حکیم نے کہا "ماتا تو خود جا کر ایک کٹورا بھر پانی مجھے اس گھر میں سے لا دے جس گھر میں پہلے کوئی نہ مرا ہو"۔

بوڑھی ماتا گھر گھر پھری مگر اسے کوئی بھی ایسا گھر نہ ملا جہاں پہلے کوئی نہ مرا ہو۔ بس اب اسے صبر آگیا۔ اب وہ اچھی طرح جان گئی کہ اس دکھ سے صرف میں ہی دکھی نہیں ہوں بلکہ سارے سنسار کے لوگ بھی نالاں ہیں۔ میں ایک لڑکے کے لئے روتی ہوں اوروں کے تو کئی کئی لڑکے مر گئے ہیں۔

اسی طرح اور باتوں میں بھی جب ہم اپنے سے زیادہ دکھی انسانوں کو دیکھتے ہیں تب ہم کو کچھ شانتی ہو جاتی ہے۔ اُن مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی اور اپنی حالت پر سنتوش ہونے لگتا ہے۔

بتدریج کوشش

ہمارے ہر ایک کام کی ترقی یا تنزل۔ کامیابی یا ناکامی ہمارے خیالات پر منحصر ہے جس قسم کے خیال اپنے دل میں ہم لاتے ہیں اُسی طرح کے ہمارے اعمال ہوتے ہیں۔ خیالات میں بڑی طاقت ہے وہ اپنی طرح کام پیدا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں چاہے ہم کو ان کا علم ہو یا نہ ہو من کی آکرشن شکتی کا اصول کہ ہم جنس ہم جنس کو پیدا کرتا ہے اور برابر برابر کو اپنی طرف کھینچتا ہے ایک بڑا وسیع اصول ہے جو ہماری زندگی بھر ایک لمحے میں اپنا کام کئے جاتا ہے اس لئے جو انسان اپنا مقصد قائم کر کے اس کی طرف مضبوطی سے بڑھتا ہے جو اپنے مقصد کو ہمیشہ اپنے دل پر نقش رکھتا ہے اور کسی قسم کے خوف یا شک و شبہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتا اور جو اپنے دُنیاوی کاموں میں بغیر کسی قسم کی شکایت کے اپنے مقصد کی تکمیل میں لگا رہتا ہے اور ہر وقت اس کے لئے کوشش کرتا جاتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔

جلدی مت کرو

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ خیال کی طاقت کو سمجھنے لگتے

ہیں اور اُنہیں یہ بات معلوم ہونے لگتی ہے کہ ہم اپنی مخفی مانسک وآتمک طاقتوں کے بل سے اپنی زندگی کی حالت کو سدھار سکتے ہیں تب وہ اپنے اس ابتدائی جوش میں ہی یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بس میدان مار لیا یعنی اِدھر وچار کیا اور اُدھر سوبھاؤ بدل گیا اور ایک نئے سانچے میں ڈھل گیا۔ مگر یہ کام کوئی کھیل تو نہیں ہے کہ اِدھر نکالا روڑی اور اُدھر آواز نکلنے لگی۔ شروع شروع میں جلدی نتیجہ نہیں نکل سکتا اس لئے اُن کے حوصلہ ٹوٹ جاتے ہیں وہ مایوس ہو جاتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ اصول ہی غلط ہے مگر یہ اُن کی بھول ہے اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ پرانی عادتوں کو چھوڑنا اور نئی عادتوں کو اختیار کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے ایسے کاموں کے لئے بہت وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔

مشکلات سے مت ڈرو

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں جتنا جتنا ہم کسی کام کا وچار کرینگے جوں جوں ہم اس کے لئے کوشش کرینگے توں توں وہ کام آسان ہوتا جائے گا پہلے پہل کام زیادہ ہوتا نہیں دکھلائی دیتا مگر آہستہ آہستہ بار بار کی مشق سے اس کام کے کرنے کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ اصول یہ ہے کہ جتنی جتنی مشق کی جائے گی اُتنی اُتنی ہی طاقت بڑھتی جائے گی یہی اصول ہماری زندگی اور دُنیا کے دیگر کاموں میں کام کر رہا ہے جس کام کو شروع کرو۔ اس میں پہلے مشکلات آتی ہی ہیں مگر آہستہ آہستہ سب دُور ہو جاتی ہیں جیسی

شخص نے کل راگ سیکھنا شروع کیا ہے اگر آج اُسے ستار یا ہارمونیم
دے دیا جائے تو وہ ہرگز اچھی طرح نہیں بجا سکے گا اب اس سے
یہ نتیجہ نہ نکال لینا چاہیئے کہ وہ کبھی بجا ہی نہیں سکتا یا اس میں
بجانے کی طاقت ہی نہیں ہے طاقت ضرور ہے مگر بات صرف اتنی ہے
کہ ابھی اُسے بجانے کی مشق نہیں ہے تھوڑے دنوں میں مشق
ہو جائے گی بار بار کی مشق سے باجے پر انگلیاں ٹھیک ٹھیک پڑنے
لگینگی اور اس کا خیال راگ پر زیادہ جم جائے گا۔ آخر ایک دن آئیگا
کہ وہ ایک اچھا بجانے والا ہو جائے گا۔

جو لڑکا ابھی پہلی جماعت میں پڑھتا ہے اگر آپ اُس سے
کہیں۔ کہ کا کا ایک خط لکھ دو۔ تو وہ نہیں لکھ سکے گا مگر اس سے
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ انہیں خط لکھنے کی طاقت یا لیاقت ہی نہیں ہے
بات یہ ہے کہ ابھی اس کی طاقت مخفی ہے اگر برابر پڑھنے لکھنے کی
مشق کرتا رہا تو تھوڑے عرصہ میں ہی خط کیا بڑے بڑے
معرکتہ آلارا مضامین لکھ سکے گا۔ ماں کے پیٹ سے ہی لکھ پڑھ
کر کوئی پیدا نہیں ہوتا جس قدر عالم اس دُنیا کے پردہ پر موجود
ہیں اُن سب نے کسی دن ا۔ب۔پ کا پہلا سبق پڑھا تھا اور
وہی اُن کو مشکل معلوم ہوا تھا۔ مگر بار بار کی کوشش اور مشق سے
ہی آج وہ ایسے عالم ہو گئے ہیں۔

ٹھیک یہی حالت ہمارے من اور وچار کے بل کی ہے بار
بار کے خیال کرنے سے اس کا بل بڑھتا ہے اور اس میں ایک
طرف رجوع ہونے کی طاقت پیدا ہوتی ہے جس سے ایسا حیرت انگیز

نتیجہ نکلتا ہے جو ہماری عادتوں کی شاہراہ کو بالکل بدل دیتا ہے

بڑھاپے میں سداچار کی ضرورت

چال چلن کے سدھار کی صرف جوانوں کو ہی ضرورت نہیں ہے بلکہ بوڑھوں کے لئے اس کی بڑی ضرورت ہے۔ بڈھوں بوڑھوں میں بھی بڑا فرق ہے کتنے ہی لوگ بڑھاپے میں سُکھ اور آنند سے رہتے ہیں اور کتنے ہی اس عمر میں چڑچڑے اور کڑوے سبھاؤ کے ہو جاتے ہیں کئی ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جوں جوں وہ بوڑھے ہوتے جاتے ہیں تیوں تیوں ہی اُن کے رشتہ دار اُن سے زیادہ پریم کرنے لگتے ہیں کچھ ایسے بھی قسمت کے دھنی ہوتے ہیں کہ اس عمر میں اپنے پُرانے ملاقاتیوں اور دوست آشناؤں کو بھی بیگانہ بنا لیتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگ بڑھاپے میں خوشی محسوس کرتے ہیں مگر دوسری قسم کے بوڑھوں کی نظر میں ہر ایک چیز بُری اور ناپائیدار معلوم ہوتی ہے۔

پہلی قسم کے بڈھے خود بھی خوش رہتے ہیں اور اپنے پاس رہنے والے آدمیوں کو بھی خوش رکھتے ہیں جس سے سب لوگ اُن کی سیوا من لگا کرتے ہیں مگر دوسری قسم کے لوگ خود بھی اداس رہتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے سلوک سے دوسروں کو بھی اداس رکھتے ہیں نہ اُن کو کسی سے محبت ہوتی ہے اور نہ کسی کو اُن سے چاہ۔ اب سوال یہ ہے کہ اس اختلاف کا کیا باعث ہے؟ کیا یہ صرف

قسمت کی بات ہے ہرگز نہیں! ہماری رائے میں تو انسانی زندگی میں ہی کیا اور ساری دُنیا میں بھی قسمت کوئی چیز نہیں ہے۔ کرم کا سدھانت اٹل ہے دُنیا میں بنا کارن کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور کام ہمیشہ کارن کے مانند ہی ہوتا ہے اگرچہ کام اور کارن کی مطابقت کبھی ہماری نظروں سے مخفی رہتی ہے جس وجہ سے ہم قسمت کو دوش دینے لگ جاتے ہیں مگر دراصل ہر ایک کام کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہوتا ہے۔

سوال:۔ اگر یہ قسمت کا کھیل نہیں ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ بوڑھوں بوڑھوں میں اتنا انتر ہے کوئی رنج و غم تنگ خیالی اور خیالی مصیبتوں کا نام بھی نہیں جانتا۔ اور کسی کی زندگی ہی ان مصائب کے ارپن ہے اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: سبب یہ ہے کہ ہر ایک انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے (اگرچہ مختلف آدمیوں میں یہ مختلف ہوتا ہے) جبکہ اس کی زندگی بھر کی مانسک حالتیں سوبھاؤ اور گن اپنے آپ کو چاروں طرف سے ایک نقطہ پر جمع کرنے لگتی ہیں اور پھر ظاہر ہونے لگتی ہیں طاقت اور خیال اپنے آپ کو کاموں میں تبدیل کر کے انسان کی ان پرکرتیوں کو جو پہلے بڑی کمزور اور ڈھیلی تھیں۔ ایک پاک طاقت ور خیال میں تبدیل کر دیتے ہیں جس سے ایک نئے قسم کا جیون آ جاتا ہے۔

مثال

مثال کے لئے مان لو۔ ایک باغیچے میں ایک سیب کا درخت ہے برسوں تک اس میں پھل آتے رہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ اس میں

قلم لگائی گئی تھی اس کے بعد بسنت کا موسم آگیا۔ درخت کے اس حصہ میں بھی
جس میں قلم نہیں لگائی گئی تھی اور اس حصے میں بھی جس میں قلم لگائی گئی
تھی۔ دونوں حصوں میں کلیاں ایک ہی سی تھیں معمولی آدمیوں کو ان
میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا تھا۔ آخر جب پھول کی جگہ پھل آئے اور سارا
درخت ننھے ننھے سیبوں سے لد گیا تو بھی ان پھلوں میں بہت ہی کم فرق
معلوم ہوتا ہے۔ سرسری نظر دیکھنے سے تو کوئی فرق معلوم ہی نہیں ہوتا۔ مگر
تھوڑے ہی دنوں میں گن سروپ رہیں۔ گندھ اور رنگ میں اتنا انتر
ہو جاتا ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی پہچان سکے گا۔ ایک طرف کے پھل
چھوٹے چھوٹے پھیکے۔ کچے پیلے پن کو لئے ہوئے ہرے رنگ
کے کھٹے ہوں گے مگر دوسری طرف کے پھل بڑے بڑے لال رنگ
کے میٹھے۔ خوبصورت اور خوشبودار ہوں گے۔ پہلے سیب دس پانچ روز
ہی میں جھڑ جائیں گے مگر پچھلے سارا موسم رہیں گے اور جب تک پھر سے کلیاں
نہ آئیں گی اسی طرح پھولے پھلے رہیں گے۔

بادی باغیچہ میں یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا کچھ باعث ہونا چاہیئے
باعث یہ کہ ایک وقت تک اگرچہ شروعات ہی سے درخت کے دونو حصوں
کے پھلوں کی بناوٹ کا سامان کچھ کچھ ایک دوسرے سے مختلف تھا تو
بھی ان میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا تھا۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کی
مختلف اندرونی صفات اتنی صفائی سے ظاہر ہونے لگیں کہ اندھے
سے اندھا بھی ہاتھ میں لے کر ان کی پہچان کرنے لگا۔

اگرچہ معمولی انسانوں کو شروع میں یہ فرق معلوم نہیں ہوتا تھا مگر
باغ کے مالی کو شروع ہی سے معلوم تھا۔ اس لئے پہلے ہی دونو درختوں

کے گن بسو بھا و جان لئے تھے اس نے ٹھیک وقت پر بہت وڑا اسا
پیردی اثر ڈال کر کئی مخفی صفات کو عملی شکل میں ظاہر کر دکھایا۔

بڑھاپے میں خوشی حاصل کرنے کا طریقہ

جیسا حال سیب کے درخت کا اوپر بیان ہوا ٹھیک یہی حالت
انسانوں کی بھی ہے اس لئے جو انسان اپنے بڑھاپے کو خوشحال بنانا
چاہتے ہیں اُن کو عالم جوانی میں ہی اس طرف دھیان دینا چاہیئے اسی
وقت سے اس کے لئے کوشش کرنا چاہیئے مگر جنھوں نے جوانی میں
کچھ نہیں کیا جو کچھ کیا بھی اس میں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی
تو انہیں مناسب ہے کہ اب جوش کے ساتھ کوشش کرنا شروع کر دیں
مایوس ہرگز نہ ہوں۔ کہاوت ہے کہ

"جب تک سانس ہے تب تک آس ہے"

جب تک زندگی ہے کسی چیز کو بالکل کھوئی ہوئی نہ سمجھو۔ اس
میں شک نہیں کہ جو آدمی اپنے بڑھاپے کو خاص طور پر خوشحال بنانا
چاہتے ہیں اُن کو شروع میں ہی اس کے لئے کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ
جتنی عمر بڑھتی جاتی ہے اُتنی ہی عادتیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں اور پھر
اُن کو چھوڑنا اور نئی عادتوں کا اختیار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑھاپے کو غمگین اور فکرمند بنانے والی باتیں

خوف۔ فکر۔ افسوس۔ اشانتی۔ خود غرضی۔ کنجوسی۔ کمینہ پن۔ تنگ دلی
دوسروں کے نقص دیکھتے رہنا۔ نکتہ چینی۔ دوسروں کی ہاں میں ہاں

ملانا اور اُن کے کاموں و خیالات کا غلام بنے رہنا اپنے ہم مذہب اور ہم قوموں کے لیئے پریم اور شردھا کا نہ ہونا۔ اُن کے کاموں اور خیالات سے ہمدردی نہ رکھنا۔ سداچار کی پربل طاقتوں کا گیان نہ ہونا اور پاربرہم پرماتما کے اننت درشن۔ اننت گیان۔ اننت سکھ۔ اننت تیج وغیرہ صفات پر شردھا نہ ہونا۔ یہ باتیں جن لوگوں میں جڑھ پکڑ لیتی ہیں اُن کو بڑھاپے میں غمگین اور فکرمند بنا دیتی ہیں دوسرے تو الگ رہے خود اُن کو بھی اپنا سوبھاؤ بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر اس کے خلاف جہاں اچھی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہاں وہ ایشور کی مدد سے بڑھاپے میں ایسی خوبصورت۔ منوہر اور سکھ دینے والی بنجاتی ہیں کہ خود اُن کو بھی اپنی زندگی اچھی اور خوشحال معلوم ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بھی اُن سے محبت اور ہمدردی رکھتے ہیں یہ دونو حالتیں انسان کے صرف خیالات اور کاموں پر ہی اثر نہیں ڈالتیں۔ بلکہ اُن کی شکل بھی بدل دیتی ہیں اُن کا روپ رنگ سب کچھ بدل جاتا ہے۔

روحانی علم

اگر ہر ایک انسان اپنی زندگی میں تھوڑا سا روحانی علم بھی حاصل کر لے تو بڑا اچھا ہو۔ بڑھاپے میں اس سے بہت شانتی ملے گی اور مصیبت کے کڑے وقت میں یہ ڈھال کا کام دے گا ہم کبھی کبھی ایسے لوگوں کا خول اڑایا کرتے ہیں مگر ہمارے لیئے مناسب یہی ہے کہ ہم بھی اُن کی پیروی کریں۔ ایسا وقت آئیگا جب تتو گیان کے ابھاو سے ہم کو دکھ اٹھانا پڑے گا۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھی ایسے

لوگ روپے پیسے کے کام کے یا دُنیاوی ترقی میں کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں مگر یاد رہے کہ اُن کے پاس وہ بیش بہا رتن ہے جس کا زندگی کے اصلی اور نقلی پر بڑا اثر پڑتا ہے اور جس کی ضرورت کبھی نہ کبھی راجہ سے لیکر فقیر تک ہر ایک فرد بشر کو پڑتی ہے وہ لوگ جو ایک وقت اس کے نہ ہونے سے کسی بات میں ترقی کر گئے ہیں آج اس روحانی علم کی کمی کے باعث اتنے فکرمند ہو رہے ہیں کہ اپنی ساری جائیداد ہی بلکہ ساری دُنیا کا دھن دے کر بھی اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتے جس پر وہ ایک وقت ہنسے تھے۔

ایک نہایت ضروری بات

ہم کو ان تمام باتوں پر وچار کر کے منزل مقصود ضرور معلوم کر لینا چاہیئے اگر جلد نہ ہو سکے تو دیر ہی میں سہی۔ مگر معلوم ضرور کرنا چاہیئے چاہے دیر چاہے سویر۔

جب تک ہم زندہ ہیں تب تک ایک بات نہایت ضروری ہے کہ دُنیا کے کاموں میں حصہ اپنا بڑی عمدگی اور بہادری کے ساتھ لیتے رہیں اور اس کی سدا ایک حالت میں نہ رہنے والی حالتوں میں اپنا پریم اور اُتساہ برابر بنائے رکھیں یعنی اپنے آپ کو اس دُنیا کی گھٹناؤں اور حالتوں کے مطابق رکھیں۔

نہر کا پانی میٹھا اور صاف کب رہتا ہے جب ہوا ہمیشہ اس پر چلتی رہے اور اس کو برابر چلاتی رہے یا اس کا پانی خود آگے بڑھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو تھوڑے ہی دنوں میں پانی پر کائی چھا جائیگی

اور اس میں سے بدبو آنے لگے گی۔ اگر ہمارے

دوست آشنا اور رشتہ دار

ہم سے پریم نہیں کرتے تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے ہمارے سوبھاؤ میں
ہی کوئی برائی ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم کھوج کرکے دیکھیں۔ کہ کیا برائی
ہے پھر اس کے دور کرنے کی کوشش کریں اس میں اچھی یا بری
حالت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ جوان اور بوڑھے سب ہی ایسے
کر سکتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں و دیگر لوگوں
کی محبت کا پاتر بنا سکتے ہیں۔

بوڑھوں کی ایک غلط فہمی

بوڑھے لوگ مندرجہ بالا اصول کے سمجھنے میں اکثر بھول کرتے
ہیں۔ وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ جوانوں کا کام ہے کہ ہماری تعظیم کریں اور
ہم سے پیار و ہمدردی کا سلوک رکھیں۔ ہم کو خود اس کے متعلق کچھ
نہیں کرنا ہے ہم کو ضرورت نہیں ہے کہ ہم بھی دوسروں سے پریم و
محبت کا سلوک کریں یہ صرف دوسروں کا کام ہے۔

ادب اور تعظیم کرنا ممکن ہے مگر پیار اور محبت ایک طرف نہیں
ہو سکتی۔ چاہے بوڑھا ہو چاہے جوان۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی
پریم و باہمی محبت کا اصول سب پر عائد ہونا چاہئے اسلئے بوڑھوں
کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنی بھول کو سویکار کرکے وہ جوانوں کی
حالت پر وچار کریں اور ان سے پریم کرنا سیکھیں مطلب یہ ہے

کہ بوڑھا ہو یا جوان۔ جو کوئی بھی اس کے خلاف چلے گا نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کا سروناش ہو جائے گا۔ چاہے وہ کسی حالت یا عمر میں ہو۔

زندگی کا ناٹک

ہماری زندگی ایک بڑا ناٹک ہے جس میں سُکھ دُکھ۔ شادی غمی۔ دھوپ۔ چھاؤں۔ گرمی۔ سردی سب ملے ہوئے ہیں اور ہم کو سب میں ہی پارٹ لینا پڑتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ہر ایک پارٹ کو چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا ہو۔ بڑی عمدگی۔ دلیری اور سلیقہ سے ادا کریں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم کچھ پارٹ تو خوشدلی سے کریں اور کچھ ناراضگی سے۔

ہم اپنے سب پارٹوں میں وقت کے مطابق تبدیلی کریں مگر دل پر اس کا کوئی اثر نہ ہونے دیں۔ دل میں ہمیشہ اپنے مقصد پر ہی نظر رکھیں اور دُنیا کے بدلتے ہوئے رنگوں سے اسے داغ نہ لگنے دیں۔

جس طرح ایک (STAGE-ECTOR) سٹیج ایکٹر یا ناٹک کھیلنے والے کو اس سے کچھ مطلب نہیں کہ اس کا پارٹ خوشی دینے والا ہے یا غمی۔ راجہ کا ہے یا فقیر کا۔ چھوٹا ہے یا بڑا۔ اچھا ہے یا بُرا۔ اسی طرح ہم کو بھی دُنیا کے واقعات کو چاہے وہ اچھے ہوں یا بُرے۔ ایک نظر سے دیکھتے چلے جائیں۔ اچھے سے خوش نہ ہوں اور بُرے سے غمگین نہ ہوں بلکہ ہر ایک پارٹ کو یکساں بھاؤ سے کریں اور اگر سٹیج پر سے اُتار دئے جاویں تو کوئی فکر نہ کریں۔ ہر ایک حالت میں ہم یکساں طور پر خوش رہتے ہیں۔

اس کے سوائے کسی اچھے کھیل میں داخل ہونے کا بھی خیال ہوتا ہے زندگی کے تھیٹر میں داخلہ تو اکثر اپنے اختیار سے باہر ہے مگر تھیٹر کا د

میں کس طرح اپنا پارٹ ادا کرنا چاہئے یا وہاں سے کس طرح نکلنا چاہئے یہ ہمارے ہاتھ کی بات ہے اور اس اختیار کو کوئی شخص یا طاقت ہم سے چھین نہیں سکتی۔ اسی پر ہمارے پارٹ (کام) کی بُرائی یا اچھائی کا انحصار ہے اور اس کو ہم جتنا چاہیں خوبصورت اور قابلِ فخر بنا سکتے ہیں

ہماری زندگی کی موجودہ حالت چاہے کیسی ہی نیچ اور پست کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر ہم اپنا پارٹ اچھی طرح دلیری کے ساتھ کریں تو ہمارا اس تھیٹر گاہ سے باہر نکلنا یعنی ہماری موت بڑی قابلِ تعریف اور قابلِ تقلید ہوگی۔

انسانی زندگی کا مقصد

میرے خیال میں ہم اس دُنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ اپنے انوبھو (تجربہ) سے یہ معلوم کریں کہ شدھ آتما کیا چیز ہے اور اس کی کیا شکتی ہے آتما کی اصلی طاقت کو جاننا ہی گویا پرماتما کی شکتی کو جاننا ہے اور یہی ہماری زندگی کا مقصد و مدعا ہے۔ جتنا ہم اپنے وقت کو خوشی سے گذارتے ہیں اور زندگی کی بدلتی ہوئی حالتوں میں یکساں طور سے داخل ہوتے ہیں اتنے ہی ہم اپنے مقصد و خواہش میں کامیاب ہوتے ہیں اس لئے ہم کو زندگی کی ہر ایک منزل میں مستقل مزاج اور صابر رہنا چاہیے چاہے وہ منزل اچھی ہو یا بُری۔ چاہے نیچی ہو یا اونچی جن کاموں کو کرنے کی ہم طاقت رکھتے ہیں اُن کو حتے المکان اچھی طرح سے کرنا چاہئے۔ اور جو باتیں ہماری طاقت سے باہر ہیں اُن میں دخل نہ دینا چاہئے۔ قادرِ مطلق حلیم اور حاضر و ناظر پرماتما ان باتوں کو خود ہی دیکھ رہا ہے اسلئے

ہمیں ان کے متعلق کوئی خوف یا فکر نہ کرنا چاہیئے اور نہ کبھی ان کا وچار کرنا چاہیئے۔

سُکھی زندگی

جن باتوں اور کاموں سے ہمارا تعلق ہے اُن کو نہایت اچھے ڈھنگ اور شردھا سے کرنا۔ اپنے ہمسائے۔ متعلقین اور ہم قوم بھائیوں کی حتے الامکان مدد کرنا۔ دوسروں کی خطاؤں اور کمیوں کو معاف کرکے یا اُنہیں بُرے راستے سے ہٹا کر راہِ راست پر لانا۔ جس سے ہم پاپ کی زندگی بسر کرنے کی جگہ دنیا میں دھارمک اور نیک زندگی کا نمونہ بن سکیں اور اپنے سوبھاؤ کو ہمیشہ سرل۔ شُدھ اور حلیم رکھنا جس سے ایشوریہ شکتی کا وکاس ہو سکے۔ اپنے آپ کو ہمیشہ اچھے کاموں کے لئے تیار رکھنا سب سے محبت اور ہمدردی رکھنا اور کسی سے بھی نہیں ڈرنا۔ مگر پاپ سے ہمیشہ خوف رکھنا۔ بزرگوں کی اچھی باتوں کو شردھا کے ساتھ سُننا اور اُن کے پرچار کی خواہش کرنا۔ ان سب باتوں سے زندگی بڑی ہی پاک اور راحت دینے والی بن جاتی ہے۔ جب ہم ان باتوں پر عمل کرینگے تو ہمیں کسی چیز سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ نہ زندگی سے نہ موت سے۔ موت ہماری ابدی زندگی کا دروازہ ہے یعنی اس مادی جسم کے ناش ہونے سے ہی موکش (نجات) حاصل ہوتی ہے۔ جہاں آتما شُدھ اوستھا کو پراپت کرکے بڑا سُکھ محسوس کرتی ہے پھر اس کے بعد کوئی دُنیاوی تعلق نہیں رہتا۔ نہ جنم مرن ہے نہ دُکھ درد نج ہی ہے اس لئے ہمیں موت سے ہرگز ڈرنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ اس کا دل سے سواگت (استقبال) کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو

ہمیشہ مرنے کے لئے تیار رکھنا چاہئے۔
مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ایسے طریقے سے زندگی بسر کریں کہ جس
سے جنم مرن کا بندھن یکبارگی ٹوٹ جائے اس میں شک نہیں کہ یہ ایک
بڑا مشکل کام ہے اس کے لئے کئی طاقتور دشمنوں سے جنگ کرنا پڑتا
ہے۔ بڑی مصیبتیں سہنی ہوں گی۔ بڑے کٹھن برت دھارن کرنے ہونگے
حواس کو قابو کرنا ہوگا۔ کرودھ وغیرہ کو بس میں لانا ہوگا مگر ان تمام مشکلات
کے مقابلے پر فائدہ بھی لاثانی اور بے بہا ہوگا۔

خلوت نشینی

اس میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ زندگی کے
کاموں کا کل دارومدار ہماری اندرونی حالت پر منحصر ہے اس لئے
ہمیں اپنی اندرونی حالت پر وچار کرنا مناسب ہے ہم کو چاہئے کہ ہر روز
تھوڑا سا وقت شانتی کے ساتھ ایکانت میں اسباب پر وچار کرنے کے
لئے مقرر کریں۔ اسوقت اپنے دل کو برے خیالات سے روک کر شانت
ہو اپنی آتما کی طرف ایک نظر دیکھیں۔ یقیناً ہی یہ عمل ہمارے لئے بڑا
مفید اور مناسب ہوگا کیونکہ کئی بواعث سے اس کی ضرورت ہے: اول
تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہم اپنے دل و دماغ سے برائی کے بیج کو نکال
سکیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اپنی زندگی کا مقصد اعلےٰ بنا سکینگے۔
تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اپنے کاموں۔ حرکتوں اور عادات کو صاف طور
پر ملاحظہ کر سکینگے۔ جن پر ہم اپنے خیالات کو جمانا چاہتے ہیں۔
چوتھا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم یہ جان سکیں گے کہ ہمارے آتما اور

پرماتما میں کیا بھید ہے اور ان میں باہمی کیا تعلق ہے یہ جان کر ہم اس
کی بھگتی میں زیادہ محو ہو سکیں گے پانچواں یہ فائدہ ہوگا کہ ہم اپنے دُنیا کی
دھندوں میں یہ یاد رکھ سکیں گے کہ وہ سروشکتیمان اننت گیان کا بھنڈار
پرماتما جو جگت گورو ہے وہی ہماری زندگی کا مول اور ہماری تمام طاقتوں کا
سرچشمہ ہے اس سے علیحدہ نہ ہم میں زندگی ہے نہ طاقت ہے۔ اس بات کو
اچھی طرح سمجھ لینا اور ہمیشہ اس کے مطابق چلنا گویا ایشور کو پا لینا ہے
اسی کا نام ایشور درشن۔ سچی بھگتی اور شُدھ اُپاسنا ہے۔

ایشور ہمارے اندر موجود ہے ہم سے علیحدہ نہیں ہے اس خیال کے
مضبوط ہو جانے سے ہمارے دل میں ایشور کے گیان کا پرکاش ہونے
لگے گا۔ اور جس قدر یہ پرکاش بڑھتا جائے گا اُتنا ہی ہمارے گیان تجربہ اور
طاقت میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔ دراصل آتما میں پرماتما کا بودھ ہونا
ہی سچے دھرم کا سار (خلاصہ) ہے۔ اس سے ہمارا ہر ایک کام دھرم کا ایک
انگ بن جاتا ہے اور ہمارا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا
وغیرہ بھی درشن۔ پوجا یا برت کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں
جو دھرم انسان کی ہر ایک کریا (فعل) پر حاوی نہیں ہوتا وہ صرف نام ہی
کا دھرم ہے۔ سچا دھرم وہی ہے جسے دُنیا بھر کے مہاتماؤں۔ رشیوں۔ نبیوں
اور دھرم اُپدیشکوں نے چاہے وہ کسی ملک اور کسی زمانے میں پیدا ہوئے ہوں یک
زبان ہو کر اس بات کی تائید کی ہے چاہے اور کتنی ہی باتوں میں اُن
کا باہمی اختلاف ہو۔ مگر یہ اصول سب کے لئے قابلِ تعظیم رہا ہے۔

حضرت مسیح کا یہ قول درست ہے کہ جب تک ننھے بے گناہ بالکوں
کی طرح نہ ہو جاؤ تب تک تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے

جس طرح چھوٹے بچوں کی پاپ میں پرورتی نہیں ہوتی۔ اُن میں غصہ مان۔ مایا۔ لوبھ کی آگ نہیں ہوتی وہ پیتل اور سونے کو برابر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تم کو بھی مناسب ہے کہ اپنی خواہشوں کو کم کرو۔ ہردے کو شدھ کرو۔ اور اپنی آتما کو ادچیہ (اعلےٰ) بنانے کا اُدیوگ کرو۔ ایسا کرنے سے تم کو ایشور یہ راجیہ (مکتی یا نجات) مل سکتا ہے۔

آتمک ترقی کا وچار

آجکل روحانی ترقی کی طرف بہت کم لوگ دھیان دیتے ہیں وہ رات دن دُنیاوی کاروبار میں خرچ کردیتے ہیں اور آتمک ترقی کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اکثر پرکرتی کے اُپاسک ہوتے جاتے ہیں۔ آتما اور پرماتما کے الفاظ سے ہی اُنہیں ایک گونہ نفرت ہو جاتی ہے یہ بڑی بھاری غلطی ہے اور اس غلطی کا نتیجہ نہایت خوفناک نکلتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دُنیاوی دِشیوں میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ باعث یہ کہ اُن کے جیون (زندگی) کا کوئی ادیش (مقصد) نہیں ہوتا اور اس لئے اُنہیں سنتوش کبھی نہیں آسکتا۔ اُنکی طبیعت کبھی بھرتی نہیں ہے۔

دُنیا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے

اوپر کی تحریر سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دُنیاوی کام دھندوں کو چھوڑ ہی دیا جاوے اور سر منڈا کر بھگوے کپڑے پہن لئے جاویں یا گھربار چھوڑ کر جنگل میں بود و باش کی جاوے۔ آجکل ہم لوگوں کی طاقتیں

ایسی نہیں ہیں کہ دن رات گیان دھیان میں ہی لگے رہیں۔ علاوہ
ازیں جب تک گرہست میں رہ کر کرم کشیتر میں باقاعدہ طور پر ترقی
نہ کی جاوے تب تک یہ ممکن بھی نہیں۔

آجکل جس قدر بھگوے پوش اپنے آپ کو سادھو مہاتما اور
سنیاسی وغیرہ کہتے ہیں وہ قریباً سب کے سب کپڑے ہیں اسلئے ہم کو
کوئی ضرورت دنیا چھوڑنے کی نہیں ہے۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ ہم پہلے یہ وچار کریں کہ ہم کون ہیں کہاں سے
آئے ہیں اور کیوں آئے ہیں۔ اس کے بعد اپنی زندگی کا مقصد قائم
کریں یعنی اس بات کا نشچے کریں کہ ہم اپنے آپ کو کیا اور کیسا بنانا چاہتے
ہیں۔ بس پھر چاہے ہم کوئی کام کریں ہمیشہ اس مقصد کو اپنی نظر کے
سامنے رکھیں۔ ایسا کرنے سے ہم کو ہر ایک کام میں کامیابی ہوگی اور ہم
بہت جلد اپنی دلی آرزوؤں کو پورا کر سکیں گے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر حالت اور ہر کام میں اختیار ہمارے ہی ہاتھ میں
ہے ہم جس طرف چاہیں بڑھیں اور جہاں تک چاہیں ترقی کریں۔ نیک
اوصاف کا حاصل کرنا اپنی آتما کو پہچاننا ایشور درشن اور نیک چال چلن
کا بنانا وغیرہ تمام باتیں ہمارے اختیار میں ہیں۔ کہ اپنی مرضی کے مالک ہیں
اور خود مختار راجہ ہیں۔ چاہے اپنی زندگی کو اعلےٰ معراج پر پہنچا دیں۔
چاہے نیچے گرا دیں۔ انسان جس چیز کے لئے کوشش کرتا ہے وہ ضرور
اسکو مل جاتی ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کے لئے ہم

شدت سے خواہش کریں۔ پورے طور پر اس کے حصول کے لئے
کوشش کریں اور وہ نہ ملے۔ انسان جتنی ترقی کرتا جاتا ہے اور جوں
جوں اپنے مقصد کے نزدیک پہنچتا جاتا ہے اس کی طاقت بڑھتی جاتی
ہے اور ارد گرد رہنے والے ہمسایوں پر بھی اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔
کمزور شخصیت زدہ انسانوں کو آتے دیکھ کر ڈھارس بندھ جاتی ہے
اور اُن کی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے لوگ یہ دیکھ کر اسی راستے
پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں جن لوگوں کے خیالات اور مقاصد محدود
ہیں۔ وہ اس کی پیروی کر کے اپنے خیالات کو وسیع بنا سکتے ہیں اس
طرح وہ نیک آدمی خود ہی دوسروں کے لئے سچے دھرم کا نمونہ بن جاتا ہے
کچھ آگے بڑھ کر اُسے معلوم ہوگا کہ وہ کئی کمزور انسانوں کو صرف اپنے
مانسک وچاروں سے طاقتور بنا سکتا ہے۔ کئی بے سہارا لوگوں کو صرف
قوت خیال سے مدد پہنچا سکتا ہے۔ یہ مانسک اپدیش اس قدر اچھا اور
اثرانداز ہے کہ اگر اُسے پورے طور پر سمجھ کر باموقعہ استعمال کیا
جائے تو اس سے بہت ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہزاروں لیکچروں کا
بھی اتنا اثر نہیں پڑ سکتا۔

جو لوگ ہر روز تھوڑا سا وقت ایکانت میں آتم چنتن میں
خرچ کرتے ہیں اور اپنے مقصد کو مدنظر رکھ کر اپنے اور پرماتما کے
سمبندھ کو پہچانتے ہیں وہ لوگ دنیاوی کاموں کے لئے بھی بڑے
لائق اور ہوشیار ہوتے ہیں وہی لوگ اپنی عقل اور ہوشیاری
سے مشکل سے مشکل کام کو بوجوہ احسن انجام دیتے ہیں وہ سالوں کے
لئے نہیں بناتے۔ بلکہ صدیوں کے لئے بناتے ہیں کیونکہ نیکی اور سچائی

کا اثر سالوں کے اندر نہیں مٹتا۔ وہ ایک محدود وقت کے لئے کام
نہیں کرتے بلکہ اننت وقت کے لئے طیاری کرتے ہیں کیونکہ جب موت
آئے گی تب ان کی سچائی۔ اہنسا، ستیہ، چت شُدھی۔ آتم وشواس اور
ایشور بھگتی یہ سب چیزیں ان کے ساتھ جائیں گی کیونکہ ان ہی چیزوں
کی ان کے پاس کثرت ہے۔ ان کو بھینٹ مرنے سے کچھ خوف نہیں کیونکہ
وہ جانتے ہیں سمجھتے ہیں۔ اور انہیں شردھا ہے کہ پرماتما ان کی رکھشا کے
لئے تیار ہے وہ بے خوف ہو کر جہاں چاہے جاتا ہے کیونکہ وہ جانتے
ہیں کہ میں جہاں جاؤں گا پرماتما میری حفاظت کریگا اور ہرگز مجھے
اندھکار میں نہ رکھیں گے بلکہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں گے یہاں تک
کہ آخر میں اننت اکشے ستھان پر پہنچ جاؤں گا جہاں سے پھر
کبھی واپسی نہ ہوگی۔ اور جہاں اننت درشن۔ اننت گیان کا
دھارن کرنیوالا بن جاؤنگا۔ اور اسی جگہ کا نام موکش یا مکتی یا
نجات ہے۔

اوم شم

نام کتاب	قیمت
(۷) ابدی زندگی یا بہشت کی سیر	۳ر
(۸) خوشی و کامیابی کے بنیادی اصول	۳ر
(۹) جیبی گیتا (مجلد) اردو	۶ر
(۱۰) پاراشر سمرتی سار	۲ر
(۱۱) گیتا ہمیں کیا سکھلاتی ہے	۴ر
(۱۲) بھگوان رام کے اپدیش	۲ر
(۱۳) آئینہ سداچار و خوش خیال	۳ر
(۱۴) غصہ دور کرنیکی تدابیر	۴ر
(۱۵) فرائض انسانی	۲ر
(۱۶) عملی یوگ	۲ر
(۱۷) مکمل تندرستی حاصل کرنیکا آسان عمل	۲ر
(۱۸) دودھ چکتسا	۶ر
(۱۹) راجرشی بھیشم پتامہ کے اپدیش	۶ر
(۲۰) ویراگ سندیش	۹ر
(۲۱) شانتی کا سوپان مہاتما بدھ	۶ر
(۲۲) یوگی	۸ر
(۲۳) مہاتما گاندھی کی سند ربانی	۲ر
(۲۴) ستیہ آگرہ کی حقیقت	۶ر
(۲۵) بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۶ر
(۲۶) حقیقت رائے دھرمی کا بلیدان	۱ر
(۲۷) حب الوطنی کے روشن ستارے	۳ر
(۲۸) ستی سیہولا کی پتی بھگتی	۶ر
(۲۹) پتی برتا لکشمی	۴ر
(۳۰) مہارانی سوپتی دیوی	۳ر
(۳۱) مہارانی چنتا دیوی	۳ر
(۳۲) شریمتی رادھا رانی	۴ر
(۳۳) سوامی ورجانند جی	۴ر
(۳۴) ہنگ چکو صاحب	۲ر
(۳۵) قہر سرہند	۲ر
(۳۶) ماما کی کرتوت	۳ر
(۳۷) گلدستہ ظرافت	۳ر
(۳۸) ایک پتی برتا دیوی	۳ر

اس کے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو۔ منگوا کر مشکور کریں۔ ہمارے ہاں سے ہر قسم کی مذہبی، مجلسی۔ اخلاقی و پولیٹیکل کتابیں مل سکتی ہیں

خط و کتابت بنام رام لال ورما منیجر بھارت پستکالیہ لاہور ہو

بے نظیر تاریخی ناول
شہنشاہ اشوک
(راجکپتی پر ملاکی کارستانی)
اردو زبان میں یہ ایک بینظیر تاریخی ناول ہے۔ نہایت دلچسپ اور نصیحت آموز ہے جنہوں نے ایک بار اس کا مطالعہ کیا ہے۔ انکا یہ خیال ہے کہ شہنشاہ اشوک آج دنیا بھر کے ناولوں کا شہنشاہ ہے۔ اگر آپ نے ابھی تک اس کا مطالعہ نہیں فرمایا تو اب ضرور منگوا لیجیے۔ حجم ۵۰۰ صفحات قیمت مجلد کتاب سے۔ رعایتی عہ
شیوا جی و جے
(جیون پربھات)
سر رومیش چندر دت مرحوم کے ایک بہت ہی دلچسپ تاریخی ناول کا اردو ترجمہ۔ اگر آپ شیواجی مہاراج کی بےنظیر بہادری و حب الوطنی ملاحظہ کرنا چاہیں۔ تو جلد منگوا لیں۔ قیمت مجلد کتاب
راجکماری چھرسال
جو کہ بندیل کھنڈ کے بہت بڑے پرتاپی محب الوطن شجاع ہوئے ہیں۔ انکی بےنظیر بہادری کے حالات اسمیں درج ہیں۔ جسکے مطالعہ سے مردہ دلوں میں بھی تر و تازگی آجاتی ہے۔
قیمت عہ
خاندانِ گپتا کا عروج و زوال
یہ بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا تاریخی ناول ہے۔ بہت دلچسپ اور نصیحت آموز ہے۔ گپتا کے عروج و زوال کی گویا منہ بولتی تصویر ہے۔ ہر ایک محب الوطن ہندوستانی کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔
مینیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

روحانی و اخلاقی گلدستے

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
(۱)	برہمچریہ کے سادھن	۳/		کمل تندرستی کے حصول کا طریقہ	۲/
۲	بھگوان رام کے اپدیش	۲/		راجرشی ابھیشم پتامہ کے اپدیش	۶/
۳	آئینہ سداچار اور قوت خیال	۳/	۱۸	ویراگ سندیش	۹/
۴	غصہ دور کرنے کی تدابیر	۲/	۱۹	شانتی کا سوپان مہاتما بدھ	۶/
۵	فرائض انسانی	۲/	۲۰	یوگی (روحانی کتاب)	۶/
۶	شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم	۲/	۲۱	بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۶/
(۷)	پاراشر سمرتی سار	۲/	۲۲	قہر سرہند و جنگ چمکور	۴/
۸	جیبی گیتا (مجلد) ہر ہندو کے پاٹھ کی کتاب	۶/	۲۳	حقیقت رلسعہ رمی کا بلیدان منظوم	۱/
۹	جیسے چاہو۔ ویسے بنو	۴/	۲۴	حب الوطنی کے روشن ستارے	۳/
۱۰	خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول	۳/	۲۵	سوامی ورجانندجی کا جیون چرتر	۴/
۱۱	راہ نجات (روحانی کتاب)	۴/	۲۶	ستی بہیولا کی پتی بھگتی	۶/
۱۲	مشعل راہ نجات	۳/	۲۷	پتی برتا لکشمی	۴/
۱۳	امن کا راستہ	۳/	۲۸	شریمتی رادھا رانی	۴/
۱۴	ابدی زندگی یا بہشت کی سیر	۶/	۲۹	مہارانی سونیتی دیوی	۳/
(۱۵)	عملی یوگ	۲/	۳۰	مہارانی چنتا دیوی	۳/

روحانی و اخلاقی گلدستے

کہ جن کے مطالعہ سے کسی فردِ بشر کو محروم نہ رہنا چاہیئے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
دھرم کی ویا کھیا	۲ر	امن کا راستہ ۲ر	۴ر	اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم	۳ر
فتحمند زندگی	۵ر	مہاتما گاندھی کی سندر بانی	۲ر	حب الوطنی کے روشن ستارے	۳ر
جیبی گیتا مکمل اردو ترجمہ	۴ر	عملی یوگ آسان ورزشیں	۲ر	سوامی ورجانند جی کا جیون چرتر	۴ر
برہمچریہ کے سادھن	۲ر	ستی بیہولا کی پتی بھگتی	۵ر		
جیسے چاہو ویسے بنو	۲ر	مکمل تندرستی حاصل کرنیکا طریقہ	۲ر	ہندو کا لڑکا	۶ر
بھگوان رام کے اپدیش	۲ر	چھوٹے بھائی کا پریم	۴ر	ویراگ سندیش	۸ر
فرائض انسانی	۲ر	ویدک نیتہ کرم گنگا	۱ر	پتی برتا لکشمی	۴ر
آئینہ سداچار اور قوت خیال	۲ر	ودھارتک اخلاقی کتھائیں	۴ر	مہارانی سونیتی دیوی	۳ر
غصہ اور اسکے دور کرنیکی تدابیر	۳ر	مقدمہ بازی کا بُرا نتیجہ	۵ر	مہاتما پانسا چاریہ	۳ر
خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول	۳ر	مہاتما بدھ دیو کی سوانحعمری	۶ر	شریمتی رادھا رانی	۴ر
راہِ نجات روحانی کتاب	۴ر	تلک مہاراج کی	۴ر	شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم	عہ ۳ر
اندر شکتی کا وکاش	۳ر	بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۶ر		
شری کرشن چترا اور شریمد بھگوت گیتا کی مہما	۶ر	زندگی کسطرح بسر کرنی چاہیئے	۳ر	دودھ چکنتا	۲ر
		تہر سر سندر سنگھ چکو صاحب	۴ر	اپنشدوں کا سار	۵ر

(نوٹ) جو بھائی سب کتابیں یکمشت منگائیں گے۔ اُنکی سیوا میں صرف للعہ کا وی پی کیا جائیگا محصولڈاک علاوہ ہوگا ۔

تمام خط و کتابت بنام رام لال ورما منیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور ہو ل

اوم

اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم

عادات کی زنجیر

کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ انسان عادتوں کا مجموعہ ہے۔ سچ مچ آدمی میں بہت سی عادتیں ہیں۔ اس کی عادتوں سے ہی اُس کے چال چلن کا پتہ لگتا ہے۔ جیسی جس کی عادتیں ہوتی ہیں۔ ویسی ہی اُس آدمی کی چال ڈھال ہوتی ہے۔ اگر عادتیں اچھی ہیں۔ تو اُس کا چال چلن بھی اچھا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر عادتیں بُری ہیں یا خراب ہیں۔ تو اُس کا چال چلن ضرور بُرا ہے۔

عادتوں کا ہی دُوسرا نام چرتر یا چال چلن ہے۔ یہ عادتیں بچپن میں ہی پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ جڑ پکڑتی جاتی ہیں شروع میں دیکھنے والے کو اس سے کچھ ہانی نہیں معلوم ہوتی۔ مگر بڑے ہونے پر جب یہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔ تو ان کا نام سنتے ہی ڈر لگتا ہے۔ تب اُن سے بچنا یا اُن کو چھوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اُن سے جو کچھ سُکھ یا دُکھ ہوتا ہے۔ وہ بھی کم نہیں ہوتا۔

غور کرو۔ کہ جیتے جی کے لئے تمہاری گردن میں ایک لوہے کا پٹہ ڈال دیا گیا۔ یا پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں۔ اب تم ہر روز صبح کو قیدی

کی طرح اُٹھتے ہیں۔ اور رات کو لوہے کے بوجھ سے تھکے ہوئے سو جاتے ہو۔ سب سے زیادہ دُکھ تمہیں اس بات کا ہے۔ کہ اب تم ان لوہے کی بیڑی اور زنجیروں سے اپنے آپ کو جیتے جی نکال نہیں سکتے۔ لاکھ روتے ہو۔ چلاتے ہو۔ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مگر یاد رکھو۔ اس دُکھ کا برداشت کر لینا آدمی کی کتنی ہی عادتوں سے آسان ہے۔

بُری عادتیں کس طرح پڑ جاتی ہیں؟

عادتیں بہت جلد پڑ جاتی ہیں۔ اور خاص کر وہ عادتیں جو بُری ہوتی ہیں۔ ہر ایک طالب علم میں کچھ نہ کچھ خاص باتیں ہوتی ہیں۔ اس کا ایک الگ ہی ڈھنگ ہوتا ہے۔ جس میں اُس کا وقت۔ اُس کے کاروبار۔ اُس کے خیالات اور جذبات کی گردش ہوتی ہے۔ یہ باتیں خواہ اچھی ہوں۔ خواہ بُری۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا ایک جزو بن جاتی ہیں اور عادتوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ بس اب اُس کو انہیں سے رغبت ہو جاتی ہے۔ تم خواہ کتنا ہی سمجھاؤ۔ کتنا ہی مارو۔ اور کتنا ہی پیٹو۔ اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا بہت دنوں تک ایسا کرتے کرتے اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے۔ خواہ اُن عادتوں سے اُسے نقصان ہی پہنچ رہا ہو۔ خواہ اس کی صحت بگڑتی جاتی ہو۔ مگر اُسے کچھ پرواہ نہیں ہے۔

اگر تم کسی آدمی کو جو بہت دنوں سے ایک پرانے گندے مکان میں رہتا ہے۔ وہاں سے ہٹا کر کسی دوسرے اچھے مکان میں رکھو۔ تو اُسے کبھی اچھا معلوم نہیں ہوگا۔ اس کی تو اُسی گندے مکان میں رہنے کی عادت پڑ

گئی ہے۔

ایک آدمی کے بارے میں مشہور ہے۔ کہ وہ بہت دنوں تک جیلخانہ میں رہا۔ جب وہاں سے نکلا۔ تب اُس نے حاکم سے درخواست کی۔ کہ مہاراج! مجھے پھر اسی جیل خانہ میں بھیج دیجئے۔ سبب کہ جو عادتیں میری وہاں پڑ گئی ہیں اب اُن کا چھوٹنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اُن کے چھوڑنے کی کوشش کروں گا۔ تو زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھونگا

ہمیشہ اچھی عادتیں ہی ڈالنی چاہیئں

سچ مچ ایسا ہی ہے۔ تم خواہ جس آدمی سے جس کی عمر چالیس برس کے قریب پہنچ گئی ہو۔ پوچھ لو۔ وہ یہی کہتا سُنائی دے گا۔ کہ مجھ میں یہ بُری عادت پڑ گئی ہے۔ شروع میں کسی نے مجھے اس کے لئے منع نہیں کیا۔ مگر اب اس سے چھٹکارہ پانا مشکل ہو گیا ہے۔ اب یہ میری نس نس میں گھس گئی ہے۔ اب تو یہ مر کر ہی چھوٹے گی۔

اسی لئے طالب علمی کی عمر میں ہی اس بات پر پورا پورا دھیان دینا چاہیئے کہ جو عادتیں ہم سیکھیں۔ وہ اچھی ہوں۔ اچھی عادتیں ہی آنند اور خوشی کو بڑھاتی ہیں۔ بُری عادتوں سے ہمیں کوسوں دُور رہنا چاہیئے۔

بُری عادتیں مرتے وقت تک دُکھ دیتی رہیں گی۔

جب ہمارے سامنے اچھی اور بُری دونو عادتیں موجود ہیں۔ تب ہمارا فرض ہے۔ کہ چُن کر اچھی عادتوں کو اختیار کریں۔ وجہ یہ کہ اُن عادتوں سے ہمیں زندگی بھر کام لینا ہے۔ اگر کسی آدمی کو بہت سی تلواریں دکھا کر کہا جائے۔ کہ تم ان میں سے جو چاہو۔ پسند کر لو۔ مگر یاد رکھو۔ تمام عمر اُسی کو رکھنا ہوگا۔ وہ پھر نہیں

بدل جائے گی۔ تو وہ آدمی اچھی سے اچھی تلوار دیکھ کرے گا۔ ایسے ہی ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ انہیں عادتوں کو گرہن کریں۔ جو سب طرح سے اچھی ہوں۔ تلوار وغیرہ چیزیں ایسی ضروری نہیں ہیں۔ اُن کے خراب ہونے سے اتنی ہانی نہیں ہوتی جتنی بُری عادتوں سے ہوتی ہے۔

ہر ایک کام مقررہ وقت پر کرو

اچھی عادتوں کے اختیار کرنے میں کوئی جھجک مت کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے اُن کو گرہن کرو۔ اگر تم ارادہ کرو گے۔ تو بس پھر اُن کے حاصل کرنے میں کچھ بھی دیر نہ لگے گی۔ خواب وخیال سے بھی جلدی تم اُن کو سیکھ لو گے۔ ہر ایک کام کو ہر روز وقت مقررہ پر کرو۔ مقررہ وقت پر کرنے سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے اور جلدی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کام شروع میں مشکل معلوم ہو۔ تو کوئی فکر نہ کرو۔ شروع میں اکثر مشکل ہوا ہی کرتی ہے۔ بار بار کی مشق سے خواہ کتنا ہی مشکل کام ہو۔ وہ بھی آسان ہو جاتا ہے اور اُس کے کرنے میں بڑی خوشی معلوم ہوتی ہے۔

اِسی طرح ہماری تمام عادتیں بنتی ہیں۔ اگر کسی جسمانی محنت کرنیوالے آدمی سے دماغ کا کام لیا جاوے۔ تو اُس کام میں اس کا بالکل جی نہ لگیگا۔ اور اگر وہ کرے گا بھی۔ تو بہت جلدی تھک جاوے گا۔ جس کام کو ایک طالب علم ۹ یا ۱۰ گھنٹے بیٹھ کر کر سکتا ہے اور اس کے کرنے میں اُسے کچھ بھی دُکھ یا تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔ اس کام کو ایک پہلوان چار گھنٹے بھی آرام سے نہیں کر سکتا۔ اِسی طرح جس کام کو ایک پہلوان یا اور کوئی جسمانی کام کرنیوالا مزدور کاریگر دس گھنٹے بنا تھکاوٹ کے گرمی کے موسم میں مئی اور جون کے مہینوں میں کڑی دھوپ

ہیں کرسکتا ہے۔ اس کو ایک ودیارتھی یا اور کوئی دماغ کا کام کرنیوالا آدمی جاڑے
کے موسم میں پانچ گھنٹے بھی نہیں کرسکتا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ آدمی کو جس
طرح کے کام کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کا کام وہ آسانی سے کر
سکتا ہے۔ دوسرے کاموں کے کرنے میں خواہ وہ کتنے ہی آسان ہوں اُسے
مشکل ہی معلوم ہوتے ہیں

اب ہم کچھ ایسی عادتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو ہمارے خیال میں ودیارتھی
کے لیے بڑی مفید ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کے حصول کے طریقوں کے بتلانے
کی بھی کوشش کرینگے۔

طالب علموں کو چاہیئے۔ کہ اگر انہیں دُنیا کے بڑے آدمیوں میں اپنا نام
لکھانے کی خواہش ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم کامیابی کے ساتھ خوشی کی
زندگی بسر کریں۔ تو اُنہیں اپنے چال چلن کو سدھارنا چاہیئے۔ یعنی اُن عادتوں کو
اختیار کرنا چاہیئے۔

ہر ایک دن کیلئے پہلے سے کام سوچ لو

اگر تمہیں کل کو کوئی کام کرنا ہے۔ تو تمہیں چاہیئے۔ کہ آج شام کو ہی اس کا
ایک سلسلہ یا ڈھانچہ سوچ لو۔ کہ اس طرح سے کرنا ہے۔ اس کو اگر کاغذ پر لکھ
لو۔ تو اور بھی اچھا ہے۔

کل صبح اُٹھتے ہی پھر ایک بار اس پر وچار کرو۔ اگر کچھ بدلنے کی ضرورت معلوم
ہو۔ تو بدل کر اس کے کرنے میں لگ جاؤ۔ پہلے سے کسی کام کو سوچ وچار لینے میں اور

اس کا ڈھانچہ بنائے رکھنے میں بہت زیادہ کام ہو جاتا ہے۔ بنا سوچے سبھے کام شروع کر دیتے ہیں۔ بنا اس بات کو سوچے کہ کس طرح سے شروع کریں۔ کب ختم کریں۔ اور کیسے ختم کریں۔ کوئی کام کرنے لگنے میں کام کبھی اچھی طرح سے مقررہ وقت میں پورا نہیں ہو سکتا۔

ایک دن ایک آدمی برف کاٹ کر راستہ بنا رہا تھا۔ سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ جی جان سے محنت کر رہا تھا۔ مگر اسے کچھ بھی کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ بہت دیر تک کھودتے رہنے پر بھی وہ بہت ہی تھوڑا راستہ بنا سکا۔ آخر کار تھک کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں اپنے دل میں اس کا ایک ڈھانچہ بنایا۔ اور سوچا۔ کہ اس طرح کرنا چاہیئے۔ اس نے راستے کی چوڑائی اور ایک پھاوڑے میں جتنا برف آتا تھا۔ اس کو ناپا اور جس طرح سوچا تھا۔ اسی طرح کھودنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پندرہ منٹ میں اتنا کھود لیا۔ جتنا پہلے تیس منٹ میں بھی نہ کھود سکا تھا۔ اسی طرح کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قاعدے سے سلسلہ وار کام کرنے سے کام جلدی اور آسانی سے ہو جاتا ہے۔ ہم نے خود اپنے تجربہ سے یہ بات دیکھی ہے۔ کہ جس دن ہم نے سلسلہ وار کام نہیں کیا۔ یوں ہی اٹکل سے کسی کام کو شروع کر دیا۔ اور وقت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس دن ہم اور دنوں سے آدھا بھی کام نہ کر سکے اور آدھا تہائی جو کچھ کیا۔ وہ بھی اچھی طرح سے نہیں ہوا۔ یہ بات اکثر چھٹیوں کے دنوں میں ہوا کرتی ہے۔ اس دن ہم بڑے فخر سے کہا کرتے ہیں، کہ آج کیا جلدی ہے۔ آج تو چھٹی ہے اس دن ہمارے سب کام دیر میں ہوا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم اس دن کچھ نہیں کر پاتے۔

تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو آدمی باقاعدہ کام کرتا ہے۔ اس کو اپنے
کام میں ضرور کامیابی ہوتی ہے ہمارے ایک دوست کی میز کے پاس ایک چھوٹی
سی تختی ٹنگی رہتی ہے۔ اس پر دن بھر کا کام لکھا رہتا ہے۔ اس کو وہ صبح ہی
لکھ لیتا ہے۔ شام کو وہ اپنے دن بھر کے کام پر نظر ڈالتا ہے۔ اور اس تختی
کے کام سے اس کو ملاتا ہے۔ اگر کوئی کام کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ تو اس کا بڑا
افسوس کرتا ہے اور وہ اپنے دل میں برابر یہی کہتا ہے۔ کہ آج کا کام میرا
ادھورا رہ گیا۔ اور میرا وقت یوں ہی فضول گیا۔ لیکن اگر کچھ باقی نہیں رہتا
ہے اور جتنا کام اُس نے سوچا تھا۔ اور تختی پر لکھا تھا۔ وہ سب کر لیتا ہے
تو اُسے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھتا ہے۔
اور پھولا نہیں سماتا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ وہ اندازہ لگانے میں
بھول کر جاتا ہے۔ یعنی اتنا کام لکھ لیتا ہے۔ کہ جو کسی طرح شام تک پورا
ہو ہی نہیں سکتا۔ کبھی کبھی اچانک یار دوست آجاتے ہیں۔ اور اس کے کام
میں روکاوٹ ڈال دیتے ہیں۔ یا اور کوئی کام لگ جاتا ہے۔ جس کی وجہ
سے اس کا کام آدھا بھی پورا نہیں ہو پاتا۔ مگر وہ ان تمام بواعث پر شام
کو وچار کرتا ہے۔ اسی طرح تمام آدمیوں اور خاص کر طالب علموں کو چاہیے
کہ اپنے دن بھر کے کاموں پر شام کو وچار کیا کریں۔ اور جب دیکھیں۔ کہ سب
کام حسب خواہش اچھی طرح سے ہو گیا۔ اور کسی میں کوئی خرابی یا کمی نہیں
رہی ہے۔ تب دوسرے دن کے لئے کام سوچ کر تیار رکھیں۔ ایسا کرنے
سے سب کام بڑے آرام سے شروع ہوتے رہیں گے۔ اور کبھی کسی طرح
کی کوئی روکاوٹ نہ آئے گی۔

اس میں شک نہیں۔ کہ اگر سلسلہ وار کام نہ ہوگا۔ یعنی جتنے کام کا

تم نے اندازہ کیا ہے۔ اتنا نہ کر پاؤ گے۔ تو تمہیں کچھ مایوسی ضرور ہوگی۔ مگر تم کوئی پرواہ مت کرو۔ تم دن بدن ترقی کرتے جاؤ گے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں دیکھو گے۔ کہ تم نے بہت ترقی کر لی ہے۔ اور پہلے سے دوگنا تگنا کام کرنے لگے ہو۔ اگر تختی کی جگہ نوٹ بک رکھو۔ تو اور بھی اچھا ہو۔ یہ تمہاری زندگی کی روزانہ ڈائری یعنی روزنامچہ ہو جاوے گا۔ اس میں تمہاری زندگی کی بڑی بڑی دلچسپ اور سبق آموز گھٹناؤں کا ذخیرہ ہوگا۔

۲۔ لگاتار محنت کئے جاؤ

اگر تمہارے دل میں کسی بھی وجہ سے کبھی یہ خیال آ جائے۔ کہ ہم بڑے خوش قسمت اور عقلمند ہیں اور دنیا کی تمام چیزیں یوں ہی ہمیں اپنے آپ مل جائیں گی۔ تو تمہیں چاہیئے۔ کہ جتنی جلدی ہو سکے۔ اس جھوٹے خیال کو اپنے دل سے نکال دو۔ یہ تمہارا صرف وہم ہے۔

یاد رکھو۔ دنیا میں کوئی چیز بنا محنت نہیں ملتی۔ ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ صرف محنت اور پرشارتھ سے ملتا ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ ہمیشہ محنت کرتے رہو۔ پرشارتھ سے کبھی منہ نہ موڑو۔ اور کام خواہ چھوٹا ہو۔ خواہ بڑا۔ ہمیشہ اسے سچے دل سے کرتے رہو۔

ایک تجربہ کار عالم کا قول ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کو لگاتار محنت سے کرنے سے بڑے بڑے کام آسانی سے ہونے لگتے ہیں۔ محنت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور بس اسی میں کامیابی ہے۔ یہی کامیابی کی کنجی ہے۔ محنت میں عجیب طاقت ہوتی ہے۔ محنت سے دنیا میں بڑے بڑے

حیرت انگیز اور عجیب و غریب کام ہوتے ہیں۔ ریل۔ تار۔ مشین۔ انجن وغیرہ جتنی انوکھی چیزیں تم دیکھتے ہو۔ سب محنت کے ہی ثمر ہیں۔ آج ہم کو زمانۂ قدیم کے رشیوں کی بڑی بڑی کتابوں کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے اور خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ کس طرح سے اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھ سکے۔ مگر محنت کے سامنے ان کے اتنے بڑے بڑے گرنتھ لکھنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ لگاتار تھوڑا تھوڑا کام کرتے رہنے سے بہت سا ہو جاتا ہے۔ اگر تم ہر روز کسی کتاب کا ایک صفحہ لکھو۔ یا پڑھو۔ تو سال بھر میں ۳۶۵ صفحے ہو جائیں گے۔ اور فرض کرو۔ کہ تم نے آج ہی سے جب تمہاری عمر صرف پندرہ برس کی ہے۔ پڑھنا شروع کیا۔ تو ۶۰ سال کی عمر تک جب تک کہ تم کو کم سے کم جینا ہی چاہیئے۔ سولہ ہزار صفحوں کے قریب پڑھ سکو گے اگر کوئی تین گھنٹے ہر روز متواتر چلتا رہے۔ تو ۷ سال میں وہ زمین کے ارد گرد گھوم آسکتا ہے۔

طالب علم کے لئے سستی سے بڑھ کر کوئی بُری عادت نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ نہ کسی عادت کا اختیار کرنا اتنا آسان ہے۔ اور نہ کسی عادت کا چھوڑنا ہی اتنا مشکل ہے۔ جتنا سُستی کا۔ سستی طالب علم کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ سست انسان دن بدن نکما ہوتا جاتا ہے اور اسی کہاوت پر عمل کرتا جاتا ہے۔ کہ دوڑنے سے آہستہ آہستہ چلنا اچھا ہے چلنے سے ایک جگہ پر کھڑا رہنا اچھا ہے۔ کھڑے رہنے سے بیٹھنا اچھا ہے اور بیٹھنے کی نسبت لیٹ جانا اچھا ہے۔

اُس آدمی کی حالت بڑی افسوسناک ہے۔ جو سست ہے۔ اور کچھ بھی کام نہیں کرتا ہے۔ وجہ یہ کہ جس طرح لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ پاگل پن میں بڑا

آنند ہے۔ اور وہ آنند صرف پاگلوں کو ہی معلوم ہے۔" اسی طرح سُستی میں ضرور بڑی بڑی سیفتیں ہیں۔ جن کا صرف آلسی انسان ہی احساس کر سکتے ہیں۔ ہم خود نہیں۔ ہمیں معلوم ہے۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں تم رات دن کسی نہ کسی کام میں لگے ہوئے دیکھو گے۔ مگر وہ محنتی نہیں ہیں۔ سُست ہیں۔ وجہ یہ کہ جو لوگ زیادہ جلدی کرتے ہیں۔ یا زیادہ شور مچایا کرتے ہیں۔ وہ صرف باتونی ہوتے ہیں۔ وہ محنت سے کوسوں دُور رہتے ہیں۔ آپ شاید تعجب کریں گے۔ کہ یہ کیسی بات ہے۔ مگر ذرا غور کرنے سے آپ کا تعجب جاتا رہیگا۔ آپ اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔

جو شخص اپنے کام سے جی چُراتا ہے۔ یا اپنے فرض کو ادا نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ اور اور غیر ضروری اور عبث کام کیا کرتا ہے۔ کہ جس سے دُوسروں کو اور خود اس کو اپنی سُستی کا پتہ نہ لگے۔ اور دیکھنے والے سمجھتے رہیں۔ کہ وہ بڑا محنتی ہے۔ اپنے فرض کو ادا نہ کرنے اور عبث کام کرتے رہنے کا ہی دُوسرا نام محنت نہ کرنا ہے۔ یہی سُستی ہے۔

مثال کے لئے وہ ماسٹر کبھی محنتی نہیں کہا جا سکتا۔ جو تمام وقت طالب علموں کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ اور مطلب کی بات کچھ بھی نہیں بتاتا۔ دیکھنے میں وہ ہر وقت کام میں لگا رہتا ہے۔ کیونکہ باتیں کرنا بھی ایک کام ہے۔ مگر وہ اپنے فرض کو جس کے لئے وہ مقرر ہے۔ ادا نہیں کرتا اس کا کام طالب علموں کو مقررہ مضمون کی تعلیم دینا ہے۔ سو وہ دیتا نہیں وہ سُست ہے۔

یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کہ جو آدمی زیادہ محنتی ہوتا ہے۔ جس کے پاس زیادہ کام کرنے کو ہوتا ہے۔ اُسے وقت بھی بہت ملتا ہے۔ اس کا وقت کئی

حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ اور ہر ایک حصے کے لئے کچھ نہ کچھ کام مقرر رہتا ہے۔ اُس کام کے پورا ہوتے ہی اُسے وقت مل جاتا ہے۔ مگر جو آدمی سست ہوتا ہے۔ اُس پر ہمیشہ مُردنی چھائی رہتی ہے۔ اور ہر وقت وقت کو کوساکرتا ہے۔ اسے کبھی وقت نہیں ملتا۔ اس پانی سے جو گڑھے میں پڑا سڑتا ہو۔ اور بہتا نہ ہو۔ یہی اچھا ہے۔ کہ پانی زور میں کناروں پر اچھل کر آجاتا ہو۔ اور ان کو کاٹ ڈالتا ہو۔ اِسی طرح ہفتوں بنا کام کے ایک جگہ بیٹھے رہنے سے تو یہی اچھا ہے کہ آندھی اور ہوا میں ہی سفر کیا جائے۔

مشہور فاضل سنیکا ایک خط میں اپنے دوست کو لکھتے ہیں۔ کہ میری زندگی میں ایک بھی دن ایسا نہیں گذرا جس دن میں نے کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ دنیا بھر کے عالموں کی اس کے متعلق ایک رائے ہے۔ کہ اگر انسان کو ترقی کی خواہش ہے۔ تو اُسے محنتی ہونا چاہیئے۔ سست لوگ بڑے دُکھ ہوتے ہیں۔ تمہیں جان کر بڑا تعجب ہوگا۔ کہ جو آدمی سلسلہ وار محنت نہیں کرتا۔ اس کے کتنے ہی گھنٹے یوں ہی عبث نکل جاتے ہیں۔ جن کا اُسے علم بھی نہیں ہوتا

طالب علم اپنے پڑھنے لکھنے یا روزانہ کاموں کے انضباط اور قواعد تو اکثر جلدی بنا لیتے ہیں۔ اور ان کو لکھ تک بھی ڈالتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے۔ کہ وہ صرف کاغذوں میں ہی رہ جاتے ہیں۔ عملی شکل میں وہ کبھی نہیں لائے جاتے۔ یعنی ان کے مطابق کام کبھی نہیں ہوتا۔ کئی طالب علم جہاں ذرا اُنہوں نے کسی سبق کو مشکل دیکھا۔ یا جو انہیں جلدی یاد نہ ہوا۔ اُسے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ محنت کے آگے دُنیا میں کوئی بات بھی مشکل نہیں ہے۔ مشکل سے مشکل کام بھی محنت سے آسان ہو جاتا ہے۔ جب تک محنت نہیں کی جاتی ہر ایک چیز مشکل معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب محنت کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ

وہ چیز آسان ہوجاتی ہے۔ صرف ہمّت کی ضرورت ہے۔ ہمّت کبھی نہیں ہارنی چاہیئے۔ لُوتھر کا نام دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ اگرچہ اس کو بہت زیادہ کام رہتا تھا اور رات دن سفر کرنا پڑتا تھا۔ تو بھی اس نے ساری بائبل کا ترجمہ بڑی خوبی سے کر لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر روز کچھ نہ کچھ کرتا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے ایک دوست نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے اتنی بڑی بائبل کا ترجمہ کیسے کر لیا ہے تو اُس نے یہی جواب دیا۔ کہ میں ہر روز کچھ نہ کچھ لکھتا گیا۔ میرا کوئی بھی دن خالی نہیں گیا۔ اس لگاتار محنت کی وجہ سے ہی میں اتنے بڑے کام کو اتنی جلدی کر سکا ہوں

ایک بار ایک فوجی افسر نے ایک دُوسرے فوجی افسر سے جس کا بھائی تھوڑے دن پہلے مر گیا تھا۔ پوچھا۔ کہ تمہارا بھائی کس مرض سے مر گیا؟

اس نے جواب دیا۔ کہ اس کے پاس کوئی کام نہ تھا۔ وہ ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ اسی بیماری سے وہ مر گیا۔

اس پر پہلے افسر نے کہا۔ کہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ یہ بیماری بڑی مہلک ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ اس نے بہتوں کی جان لے لی۔ مثل مشہور ہے۔ کہ ایک جگہ رکھی چیز کو گھن لگ جایا کرتا ہے۔ جو چابی کام میں نہیں آتی۔ اُسے زنگ لگ جاتا ہے۔ ایسے ہی سست آدمی کو بھی بنا کسی کام کے گھن لگ جاتا ہے۔

ڈیماستھنیز کا نام ہر کسی نے سُنا ہوگا۔ وہ ملک ...... یونان کا ایک بہت بڑا عالم وفاضل تھا۔ اُس نے مشہور مورخ تھیوسی ڈائیڈس کی تواریخ کو آٹھ بار خود اپنے ہاتھ سے اس مطلب سے نقل کیا تھا۔ کہ جس سے وہ اس مشہور عالم کی طرزِ تحریر کو اچھی طرح سمجھ جائے۔

ایک کہاوت ہے۔ کہ محنتی آدمی کو ایک شیطان ستاتا ہے۔ مگر سست آدمی کو

ہزاروں شیطان ستاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دُوسری کہاوت ہے۔ کہ شیطان اکثر لوگوں کو بھُسلایا کرتا ہے۔ مگر سُست آدمی خود شیطان کو بھُسلاتا ہے۔ ان دونو کہاوتوں میں بہت کچھ سچائی ہے۔ اگر تم محنتی بنو۔ اور باقاعدہ ہر روز محنت کرنے کی مشق کرو۔ تو کتنی ہی بُری عادتوں اور مصیبتوں سے آسانی سے ہی بچ سکتے ہو۔ جن میں تم سُستی کی وجہ سے پھنسے رہتے ہو۔

غرضیکہ محنت ہی خوشی کی بُنیاد ہے۔ محنت سے کبھی نہ ڈرنا چاہیئے شہد کی مکھیوں کو دیکھو۔ کتنی چھوٹی ہیں۔ مگر وہی محنت سے بڑے بڑے چھتے بنا کر لاکھوں من شہد آدمیوں کو دیتی ہیں۔

بحر اٹکاہل میں جو بہت سے ٹاپو ہیں۔ وہ کیڑوں سے بنے ہیں۔ ذرا ذرا سے جانور تنکا تنکا جمع کر کے کتنے بڑے بڑے گھونسلے بنا دیتے ہیں۔ تم کو ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے سبق لینا چاہیئے۔ تھوڑی تھوڑی محنت بھی ہر روز کرتے رہنے سے کچھ عرصے میں بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں۔ مگر کرتے رہنا چاہیئے۔ شروع کر کے بیچ ہی میں چھوڑ دینا نہ چاہیئے۔ ایک ایک بوند ٹپکنے سے گھڑا بھر جاتا ہے۔ ایک ایک اینٹ رکھنے سے بڑے بڑے قلعے بن جاتے ہیں۔ ایک ایک لفظ لکھنے سے بڑی بڑی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی متواتر مشق کرتے رہنے سے کچھ عرصہ میں آدمی بہت بڑا عالم و فاضل ہو جاتا ہے۔

۲۔ مستقل مزاجی

مستقل مزاجی سے مراد یہ ہے۔ کہ جس کام کو شروع کرو۔ اسے لگاتار

کیے جاؤ۔ اس کے لئے کبھی مایوس مت ہو۔ ہمت کبھی نہ ہارو۔ ہاں کام کو شروع کرنے سے پہلے اس پر اچھی طرح سے غور کر لینا چاہیئے۔ صرف یہ پڑھ کر یا سُن کر کہ فلاں آدمی نے اس کام میں اس طریقے سے کامیابی حاصل کی۔ کسی کام کو شروع نہ کر دینا چاہیئے۔ ممکن ہے۔ کہ اس آدمی کو اس طریقے سے کامیابی ہو گئی ہو۔ مگر تمہیں نہ ہو۔ اور تمہیں تھوڑے ہی دنوں میں اُسے چھوڑ دینا پڑے اس آدمی نے ایسا کیا۔ یا ویسا کیا۔ ہم بھی ویسا ہی کر لیں گے۔ اکثر شروع میں ایسا خیال ہوا کرتا ہے۔ مگر جب شروع کر دیا جاتا ہے۔ اور اس میں مشکل معلوم ہوتی ہے۔ تب پھر اُس سے من ہٹ جاتا ہے۔ اور آخر کار اُسے چھوڑ دینا ہی پڑتا ہے۔

اس لئے آدمی کو چاہیئے۔ کہ کام کرنے سے پہلے ہی اس پر اچھی طرح سے وچار کرے۔ ہمیں یاد ہے۔ کہ ایک بار کسی طالب علم نے کسی بڑے آدمی کے مکان پر یہ لکھا دیکھا۔ کہ

"عبث بات چیت میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے"۔

اس نے فوراً اپنے مکان کے دروازے پر بھی بڑے بڑے موٹے حروف میں اسی بات کو لکھ دیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس نے ایک کتاب میں پڑھا۔ کہ ایک بڑا فاضل بلیک سٹون کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا۔ اس نے اسی وقت مندرجہ بالا تعلیم کو اپنے دروازے سے ہٹا دیا۔ اور بلیک سٹون کی کتابوں کو بڑے شوق سے پڑھنے لگا۔ کچھ ہی دن گذرے تھے۔ کہ اس نے کہیں سُن لیا۔ کہ فلاں مشہور فلاسفر بات چیت سے ہی اپنا گیان بڑھایا کرتا تھا۔ بس اب وہ بلیک سٹون کی کتابوں کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کمروں میں جانے لگا۔ کہ جس سے بات چیت سے اپنا گیان بڑھا لے۔ اس کے کہنے کی کوئی

ضرورت نہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جس کالج میں ایسے طالب علم ہوں۔ وہاں اگر سب کا گیان ایک جگہ بھی رکھدیا جاوے۔ تو بھی وہاں سے کوئی ودوان بن کر نہیں نکل سکتا۔

جو آدمی ہمیشہ ہچکتا رہتا ہے۔ اور اسی سوچ وچار میں رہتا ہے۔ کہ ان دو چیزوں میں سے پہلے اسے شروع کروں یا اُسے؟ وہ کسی کو بھی نہیں کر سکتا۔ وہ انسان دُنیا میں کوئی بھی اچھا یا بڑا کام نہیں کر سکتا۔ ایک کام کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر جہاں کسی دوست رشتہ دار سے اس کے خلاف کوئی بات سُنی۔ فوراً اُسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔ یا جس کی کوئی خاص اپنی رائے نہیں ہے۔ اس کی کبھی کچھ رائے ہے۔ کبھی کچھ رائے ہے۔ جو کبھی یہ سوچتا ہے۔ کبھی وہ سوچتا ہے۔ اس کا دِل ہمیشہ ڈانواں ڈول اور چنچل رہتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ اکثر بڑی بڑی عمارتوں پر ایک چڑیا بنی رہتی ہے۔ وہ ہوا کو بتاتی رہتی ہے۔ اور چاروں طرف گھومتی رہتی ہے۔ ٹھیک ایسی ہی حالت اس آدمی کی ہے۔ اس کے خیالات کبھی ایک نہیں رہتے۔ ایسا شخص کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک پاؤں بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ جہاں کا تہاں رہ جاویگا۔ یہ بھی مشکل ہے۔ کیونکہ دُنیا میں دو ہی حالتیں ہیں۔ یا تو آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا۔ جو آدمی آگے نہیں بڑھ سکتا وہ ضرور ہی پیچھے ہٹ جائےگا۔ دُنیا میں صرف وہی انسان ترقی کر سکتا ہے اور وہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جو کسی کام پر اُس کے کرنے سے پہلے اچھی طرح وچار کر لیتا ہے۔ پھر اُس کا پختہ ارادہ کرتا ہے۔ اور پیچھے مستقل مزاجی اور دلیری کے ساتھ اُسے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اب خواہ کتنی ہی آفتیں آویں۔ اور کتنی ہی مشکلات درپیش ہوں۔ مگر اولو العزم اور دلیر بہادر

اپنے راستے سے ذرا بھی ڈانواں ڈول نہیں ہوتا۔ سب کو دلیری سے روندتے ہوئے اور مستقل مزاجی سے برداشت کرتے ہوئے سیدھے بے کھٹکے چلا جاتا ہے۔ اس کے دل میں اُمنگ دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اور ہمت اس کو ہمیشہ اُتساہت کرتی رہتی ہے۔ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ کبھی گر بھی پڑتا ہے۔ مگر سنبھل جاتا ہے۔ اور پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پیسہ پاس نہیں۔ بدن میں جان نہیں۔ رہنے کو جگہ نہیں۔ مگر دل بڑھا ہوا ہے۔ دل امیر ہے۔ بیرونی طاقتیں آگے چلنے نہیں دیتیں۔ مگر دل اُن کو دھکا دے ہٹا دیتا ہے۔ اور اُسے آگے لئے بڑھتا ہے۔ بدن میں دم نہ ہوتے ہوئے بھی وہ طاقت سے دوگنا تگنا چل رہا ہے۔ اسے اپنا منزلِ مقصود سامنے نظر آ رہا ہے۔ اندر سے ضمیر جس کو انگریزی میں کانشنس کہتے ہیں۔ لمحہ لمحہ پر اُس کو اُبھارتا ہے۔ اور گویا زور زور سے کہتا جاتا ہے۔ کہ

دیکھ! گھبرانا نہیں۔ وہ دیکھ تیرا منزلِ مقصود دکھائی دے رہا ہے ذرا سی دیر ہے۔ ابھی پہنچ جاتے ہو۔!

وہ بھی ریل کی طرح بڑھا چلا جاتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کا منورتھ سدھ ہو جاتا ہے۔ اب اس کے برابر دُنیا میں کوئی خوش نہیں۔ اور اس کی خوشی کی کوئی حد نہیں۔

اس لئے تم بھی جس راستے کو اختیار کرو۔ اُس پر مضبوطی سے جمے رہو۔ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاوے گا۔ اور بڑے بڑے لوہے کے پہاڑ بھی موم کی مانند نرم ہو جائیں گے۔ دُنیا بھر کا گیان تمہارے قدموں پر سر جھکائے گا۔ تم جلد دیکھو گے۔ کہ دُنیا کی کوئی بھی چیز تم سے بچی نہیں رہے گی۔ مگر تمہارے وہ دوست جنہوں نے تمہارے ساتھ کام شروع کیا تھا۔ اور

تھوڑے دنوں پیچھے ہی اپنے اس ارادے کو چھوڑ کر اور ارادہ کر لیا تھا۔ بہت سے نئے ارادے ہی کرتے جائیں گے۔ اور کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ ان کا سارا وقت اور ساری طاقتیں یوں ہی فضول ضائع ہو جائیں گی۔ اور وہ انجام کار جیسے کے تیسے ہی رہیں گے۔

"مستقل مزاجی سے دنیا پر فتح حاصل کرو" یہ تمہارا اصول ہونا چاہیئے۔ تم ہمیشہ اس کی مشق کرتے رہو۔ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ تم اس کے ذریعے دنیا میں کتنی عزت حاصل کر سکو گے اور کیسے بلند مرتبے پر پہنچ جاؤ گے۔

ہمت اور مستقل مزاجی سے ہی دنیا کے مہاپرشوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ جن کی وجہ سے آج تک اُن کی پوتر شہرت (نیکنامی) اسی طرح جگمگا رہی ہے۔ اگرچہ آج اُن کا فانی جسم اس دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تو بھی ان کا مقدس نام تاریخ میں عرصہ تک روشن رہے گا۔ ان کی بڑائی کا ایک بنیادی اصول اُن کی مستقل مزاجی تھا۔ مستقل مزاجی سے ہی وہ اتنے مشہور اور نامی ہوئے۔ ایسے بزرگوں کی تعداد کسی ملک کی تواریخ میں کم نہیں ہے۔

یوروپ میں بارہواں چارلس نامی ایک راجہ ہوا ہے۔ وہ چوبیس چوبیس گھنٹے تک لگاتار گھوڑے پر سوار رہتا تھا۔ اور اپنے راج میں سب جگہ چکر لگایا کرتا تھا۔ اس کے اہلکار اُس کے ساتھ چلتے چلتے تھک جاتے تھے۔ اس وجہ سے وہ اکیلا ہی پھرا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا گھوڑا چلتے چلتے تھک کر گر پڑا۔ اور وہیں پر اُس کا دم نکل گیا۔ راجہ نے فوراً زین وغیرہ سامان اُس کی پیٹھ پر سے اُتار کر خود اپنی پیٹھ پر رکھ لیا۔ اور پیدل ہی چل دیا۔ اُس نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی

کہ میں راجہ ہوں۔ لوگ مجھے کیا کہینگے۔ اُسے اپنے کام کی دُھن تھی۔ اور اُس دھن کے سامنے وہ جسمانی تکالیف کو کچھ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس کی مستقل مزاجی اور ہمت کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اس طرح کے اس نے کئی کام کئے۔ انہیں کی وجہ سے اس کو اپنے کام میں اتنی کامیابی حاصل ہوئی۔

جیمس گارفیلڈ ایک مفلس کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ مزدوری کرکے انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ کتنی ہی مشکلات آئیں۔ مگر انھوں نے کبھی اپنی ہمت کو کم نہ ہونے دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ امریکہ کے ایک غریب سے غریب گھر میں پیدا ہونے پر بھی اپنی ہمت اور تدبر باندوستے امریکہ کے سب سے اونچے یعنی پریذیڈنٹ کے عہدے پر پہنچ گئے۔ امریکہ کے بادشاہ کو پریذیڈنٹ کہتے ہیں۔ وہاں باپ کے پیچھے بیٹا اور بیٹے کے پیچھے پوتا راجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ جو آدمی سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ روپے میں نہیں بلکہ عقل میں، علم میں، اخلاق میں، سیاست میں وہی کچھ عرصہ کے لئے بادشاہ بنا دیا جاتا ہے۔ دُنیا میں اس سے بڑھ کر ہمت اور مستقل مزاجی کے پھل کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ایک ادنے کنگال کے جھونپڑے میں پیدا ہونے پر بھی جیمس بادشاہ بن گیا۔

اسی طرح ابراہم لنکن ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پیدا ہوا تھا۔ جس کو اُس کے باپ نے اپنے ہاتھ سے جنگل کی لکڑی اور پھوس جمع کر کے بنایا تھا۔ جسکو لکھنے پڑھنے کا سامان تک تو کیا ملتا تھا۔ پیٹ بھر کھانا ہی نہیں ملتا تھا۔ اسی ابراہم لنکن نے اپنی ہمت۔ دلیری۔ پُرشارتھ۔ مستقل مزاجی وغیرہ صفات سے ترقی کرتے کرتے امریکہ کے پریذیڈنٹ کے عہدے کو حاصل کرلیا۔ اگرچہ اُس کے راستے میں بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں۔ مگر اُس نے ان سب کو بخوشی برداشت کیا۔

جارج واشنگٹن کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ یہ بھی امریکہ کے ایک بہت

ہی مفلس غلام کی جھونپڑی میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اُن کی قوم کو اُس وقت حیوانوں کے برابر بھی حق نہ تھا۔ اُنہوں نے جن جن مشکلات کا سامنا کر کے تعلیم حاصل کی۔ اُس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

اگرچہ ان کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر یہ کبھی لپست ہمت نہیں ہوئے۔ کالج میں نوکروں کا کام کر کے۔ جھاڑو دے کر کے۔ ہوٹل میں برتن تک مانجھ کر اُنہوں نے اپنی تعلیم کا خرچ چلایا۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ امریکہ میں آج دیوتا کی طرح پوجے جاتے ہیں۔ ٹسکیجی نامی بھاری سکول اُنہوں نے قائم کیا تھا۔ جس کا سرمایہ ایک کروڑ سے زیادہ کا ہے جس میں ۱۶۷۵ طالب علم ہیں اور ۱۸۰ ماسٹر ہیں۔

خود امریکہ کے پریذیڈنٹ نے اُن کے سکول میں تشریف لا کر اُن کی اور ان کے سکول کی تہ دل سے تعریف کی ہے۔

ہندوستان میں بھی ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے۔ ایشور چندر ودیا ساگر کا نام بچہ بچہ جانتا ہے۔ آپ نے کس ہمت اور مستقل مزاجی سے تعلیم حاصل کی یہ سب کسی کو معلوم ہوگا۔ تو بھی یہ بتلا دینا ضروری ہے۔ کہ زمانۂ طالب علمی میں آپ کو اپنے ہی ہاتھ سے کھانا بنانا پڑتا تھا۔ وہ بھی اپنے ہی لئے نہیں بلکہ تین چار اور آدمیوں کے لئے بھی۔ یہی نہیں بلکہ انہیں کو برتن بھی مانجنے پڑتے تھے انہیں کو چوکا لگانا پڑتا تھا۔ اور انہیں کو بازار سے سودا بھی خرید کر لانا پڑتا تھا جس گھر میں یہ رہتے تھے۔ وہ اتنا تنگ تھا۔ کہ اس میں یہ پاؤں پھیلا کر اچھی طرح سو بھی نہ سکتے تھے۔ اتنی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے بھی اُنہوں نے کبھی تحصیل علم سے منہ نہیں موڑا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ یہ ودیا ساگر کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور اپنی علمیت۔ راستبازی۔ رحمدلی اور بھلائی کی وجہ سے

اتنے مشہور ہوئے۔ کہ بنگال کی عورتیں تک گیتوں میں اُن کے نام کا گن گانے لگیں۔

کرم ویر گاندھی کا نام آپ نے ضرور سُنا ہوگا۔ اُنہوں نے دکھنی افریقہ میں دیش ہت کے لئے کتنی تکالیف برداشت کیں۔ جیل تک میں اُن کو جانا پڑا۔ مگر اُنہوں نے کبھی اپنے اہنسا اور ستیہ کو نہیں چھوڑا۔ اور دھرم سے منہ نہیں موڑا۔ مبارک ہیں ایسے مہاتما۔

آج بھارت ورش میں جتنے مت متانتر اور دھرم دکھائی دیتے ہیں اُن کے بانیوں کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر وہ کبھی نہیں گھبرائے ہمیشہ مستقل مزاج بنے رہے۔ یہی مستقل مزاجی اُن کی کامیابی کی بنیاد تھی۔ اسی میں اُن کی کامیابی کا اصلی راز تھا۔

حضرت مسیح کو دشمنوں نے سُولی پر چڑھایا۔ اُن کے سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا۔ گرو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکوں کو اورنگ زیب نے دیوار میں زندہ چُنوا دیا۔ حضرت محمد صاحب کو دشمنوں نے کتنا ستایا۔ مہابیر کو اندر جالیا بتایا۔ نشکلنک کی دشمنوں نے جان ہی لے لی۔ سر سید احمد خاں کو لوگوں نے دہریہ کافر بتلایا۔ مگر ان مہاتماؤں نے کبھی اپنے راستے سے منہ نہیں موڑا۔ اپنے مقصد پر جمے رہے۔ جس بات کو اُنہوں نے سچ سمجھا۔ اسی پر یہ مرتے دم تک اٹل رہے جو ان کے اعتقادات تھے۔ ان کا انہوں نے کبھی کسی دُنیاوی طاقت یا انسان کے ڈر سے تیاگ نہیں کیا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان سے اپنے لئے شکشا گرہن کریں۔ ہمارا جنم لنکن۔ گارفیلڈ اور واشنگٹن کی نسبت کہیں اچھے گھرانے میں ہوا ہے۔ ہم کو غلامی کا دُکھ نہیں۔ سادھن بھی ہمارے لئے کم نہیں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اپنی ہمت اور مستقل مزاجی سے محنت کریں۔ اور بھارت

آ سکتے سپوت نہیں۔ اسی میں ہمارا اور ہمارے ملک کا بھلا ہے۔

پیارے طالب علمو! بھارت ورش کی اگلی حالت بھلی یا بُری تمہاری ہی ہمت پر منحصر ہے۔ تم جو آج کل کے نسل کی نئی پود یا بچے ہو۔ اگلے خاندان کے باپ بھی تھوڑے دنوں میں تم بڑے ہو جاؤ گے۔ اور تمہارے بچے ہو جائنگے تم کو چاہیئے کہ اگر تم سنسار کے مہاپرشوں میں اپنا شمار کرانا چاہتے ہو۔ اگر تمہارے دل میں ترقی کرنے کا شوق ہے۔ اگر تم گارفیلڈ اور واشنگٹن بننا چاہتے ہو۔ گوکھلے اور گاندھی جیسی عزت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو تمہیں محنت اور مستقل مزاجی سیکھنی چاہیئے۔ مشکلات اور تکالیف سے خواب میں بھی نہ ڈرنا چاہیئے۔

طالب علم کے لیے یہ ایک بڑا بھاری گُن ہے۔ اس کے ذریعے تم اپنے ہر ایک کام میں بہت جلدی ترقی کر سکتے ہو۔ تم میں سے بہت سے ودیارتھی اکثر کہا کرتے ہیں کہ یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔ یہ ہم سے نہ ہوگا۔ سو یہ ان کی غلطی ہے کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی بات بھی مشکل نہیں ہے مشکل سے مشکل بات بھی محنت کے آگے آسان ہے۔ مشکل کام کا کرنا ہی تعریف کی بات ہے۔ آسان تو سب کوئی کر لیتے ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ تم ابھی سے محنت اور مستقل مزاجی کی عادت ڈالو۔ اور جو تم بننا چاہتے ہو۔ اسی مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔

جس کام کو آج کرنا ہے۔ اسے آج ہی کر کے چھوڑو۔ کل پر مت رہنے دو۔ آج کا کام کل پر چھوڑ دینا۔ یہ بُری عادت ہے۔ اس بُری عادت سے ہمارے کتنے ہی اچھے خیالات اور کتنے ہی اچھے ارادے یوں ہی نشٹ بھرشٹ ہو جاتے ہیں۔ اس خط کا جواب کل دے دینگے یا اس کام کو کل کر

لیں گے۔ کل چھٹی ہے۔ یہ بہت جلدی سوچ لیا جاتا ہے۔ مگر اس کا کیسا بُرا نتیجہ ہوگا۔ یہ نہیں معلوم نہیں ہوتا۔ اب خواہ دیکھنے میں کچھ نقصان نہ ہوتا ہو مگر آخر میں اس سے بہت زیادہ نقصان ہونے کا ڈر ہے۔ ہم کو آہستہ آہستہ آج کا کام کل پر چھوڑنے کی عادت ہو جاویگی۔ اور پھر یہ عادت ایسی پختہ ہو جائیگی کہ ہم ان کاموں کو بھی نہ کر سکیں گے۔ جو بہت ضروری ہیں۔

یاد رکھو۔ آج کا وقت پھر واپس نہ آئے گا۔ جو وقت چلا جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہے۔ ایک ایک سیکنڈ کو قیمتی سمجھو۔ اور اُسے اچھی طرح کام میں لاؤ۔ ایک لمحہ بھی فضول ضائع نہ کرو۔ جو کام آج کرنا ہے۔ اُسے آج ہی کر کے چھوڑو۔ کل پر نہ رہنے دو۔ جو کام کل پر چھوڑ دیا جاویگا۔ وہ ہمیشہ کے لیئے رہ جائے گا۔ وجہ یہ کہ وہ کل کبھی نہیں آئے گا۔ اس طرح وقت کا خیال رکھتے ہوئے قاعدے اور ضبط کے ساتھ اپنا کام کرو۔

۴۔ وقت پر کام کرنے کی عادت ڈالو

دُنیا میں ایک بھی انسان ایسا نہیں ہے۔ جو وقت پر کام نہ کر سکتا ہو۔ ہر ایک آدمی میں وقت پر کام کرنے اور باضابطہ بننے کی طاقت ہے۔ مگر بہت ہی تھوڑے ایسے آدمی ہیں۔ جو وقت پر کام کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ کسی کام میں دیری کرنا آسان ہے۔ اور اس کی نسبت وقت پر کام کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر یاد رکھو۔ وقت پر کام کرنے کی عادت سے اپنے آپ کو اور دُوسروں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ وقت پر کام کرنیوالا آدمی بیوقت کام کرنیوالے آدمی کی نسبت بڑی آسانی سے دُوگنا کام کر سکتا ہے۔ اور اُس کو کرنے میں اُسے

اور دوسروں کو بڑی خوشی اور سنتوش ہوتا ہے۔

ہم کچھ ایسے ناطاقت اور آلسی ہوگئے ہیں۔ اور ہماری عادتیں کچھ ایسی پڑ گئی ہیں۔ کہ ہم باقاعدگی اور ایفائے عہد کو بہت ہی مشکل سمجھتے ہیں۔ مشکلات کے ڈر سے ہی ہم ان کا پالن نہیں کرتے ہیں۔ ہم میں کچھ لوگ ایسے مورکھ بھی ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وقت پر کام کرنے میں کچھ بھی بڑائی نہیں ہے۔ اُلٹے بے عزتی ہے۔ ان کا خیال یہ ہے۔ کہ آج پانچ بجے شام کو فلاں صاحب کا فلاں مضمون پر لیکچر ہوگا۔ اس کی اطلاع پبلک کو ہو گئی۔ اور وقت پر لوگ آنے بھی شروع ہو گئے۔ اب اگر لیکچرار صاحب پانچ بجے سے کچھ منٹ پہلے آ گئے۔ اور انہوں نے ٹھیک پانچ بجے اپنا لیکچر شروع کر دیا۔ تو اس میں کوئی بڑائی نہیں ہے۔ بڑائی تو اس میں ہے۔ کہ لیکچرار صاحب وقت پر نہ آویں۔ سننے والے اُن کے آنے کی راہ دیکھتے رہیں۔ اور اپنی نگاہ کو اسی طرف لگائے رکھیں۔ جس طرف سے وہ آتے ہیں۔ بہت عرصہ گذر جانے پر جب آویں۔ تب سب کوئی انہیں ہاتھوں ہاتھ لینے لگیں۔

ایسا خیال صرف بیوقوفی کو ظاہر کرتا ہے۔ جتنے مشہور لیکچرار اور اپدیشک ہوئے ہیں۔ وہ اکثر پختہ اصول والے تھے۔ اور باضابطہ سب کام کرتے تھے۔ بایک سٹون کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے سننے والوں کو کبھی ایک منٹ بھی انتظار کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اسی طرح ہر ایک کام ہم کو ٹھیک وقت پر کرنا چاہیئے۔ وقت پر کام کرنے میں کسی طرح بھی عزت میں بٹہ نہیں لگتا۔ بلکہ عزت بڑھتی ہے۔

وقت پر قرض کا ادا کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ معمولی بات ہے۔ تو بھی اس میں کتنے ہی چوک جاتے ہیں۔ ہم آئے دن دیکھتے ہیں۔ کہ وقت پر قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے ہی نالشیں ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ اگر کبھی ان کو کسی کا ا

میں دیر ہو جاتی ہے۔ تو کہنے لگتے ہیں۔ کہ اب دیر ہو گئی۔ اب سے پھر کبھی دیر نہ ہو گی۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ آج ہی میں اپنا کچھ پورا نہ کر سکا۔ کل ضرور دے دونگا اسی طرح کے جھوٹے وعدے لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس سے ان کو اور دوسروں کو جو دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے کہنے کی ضرورت نہیں۔

آدمی کو چاہیئے۔ کہ ہر ایک کام کو ٹھیک مقررہ وقت پر کرے۔ اور جس وقت کا وعدہ کیا ہے۔ اسی وقت پورا کرے۔ ایک سیکنڈ کی بھی دیر کرنے سے ریل گاڑی چھوٹ جاتی ہے۔ اور ارادے جوں کے توں رہ جاتے ہیں۔ تم جو ارادہ کرو۔ اور جو وقت اس کے لئے مقرر کرو۔ اسی وقت پر اس کو کرو۔ اگر تم نے ارادہ کیا ہے۔ کہ ہم ۵ بجے صبح اٹھیں گے۔ تو خواہ کچھ ہو۔ ۵ بجے اٹھ کر بستر سے کھڑے ہو جاؤ۔ اگر تم نے کسی سے وعدہ کیا ہے۔ کہ یہ کام ہم ۹ بجے کل تک کر دینگے۔ تو خواہ کچھ ہو۔ اس کام کو ۹ بجے تک کر کے رہو۔ اگر تم نے کسی جگہ ۸ بجے جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ تو ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچ جاؤ۔

ہم کو اس بات میں انگریزوں سے سبق لینا چاہیئے۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ وہ کیسے وقت کے پابند ہوتے ہیں۔ اُن کے سب کاموں کا وقت بندھا رہتا ہے۔ ایک منٹ کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ جو وقت وہ کسی جگہ جانے کا دے دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ وہ وقت کی قدر جانتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے۔ کہ وقت قیمتی چیز ہے۔

دُنیا میں ہر ایک چیز مل سکتی ہے۔ مگر گیا ہوا وقت کبھی واپس نہیں ملتا۔ ہمیں سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر ہم دیر کریں گے۔ تو اوروں کو کتنا نقصان ہوگا۔ اگلی دفعہ وہ بھی دیر کر کے آئیں گے۔ اور سب کا وقت فضول جائے گا۔ ہندوستان میں یہی ہوتا ہے۔ ہندوستان کے آدمی وقت کی رتی بھر بھی قدر نہیں کرتے۔ کہنے اور دکھلانے

کو ہزاروں آدمیوں کے پاس گھڑی ہے۔ مگر گھڑی کو اچھی طرح کام میں لانے والے۔ گھڑی سے پورا فائدہ اٹھانے والے ۱۰ فیصدی بھی نہ ملیں گے۔ "ہندوستانی وقت" مشہور ہے۔ یہاں کے آدمی بڑے فخر سے کہا کرتے ہیں کہ صاحب! ایک گھنٹہ پہلے رکھو۔ لوگ آنے میں دیر کرینگے۔ اگر کسی سبھا سوسائٹی کا وقت چار بجے رکھا جاتا ہے تو کام ۵ بجے شروع ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس کی ایک عادت پڑ گئی ہے۔ دیر میں جانا ہی وہ اچھا سمجھنے لگے ہیں۔ اگر کوئی کبھی اُن سے سوال کر بیٹھتا ہے آپ سبھا میں نہیں آئے؟ سبھا کا وقت ہو گیا۔ تو وہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ابھی سے جاکر کیا کریں گے؟ ابھی تو وہاں لوگ جمع ہونے بھی شروع نہیں ہوئے ہونگے سوچنے کی بات ہے۔ کہ اگر سب لوگ ایسا ہی سمجھ لیں تو پھر سبھا کب ہو؟ بہت سی جگہوں میں درحقیقت ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔ مقررہ وقت سے تین تین گھنٹوں کے بعد سبھا ہوتے تک ہم نے خود دیکھا ہے۔

ایک اور وجہ سے بھی لوگ سبھا سوسائٹیوں میں دیر کرکے جاتے ہیں وہ جیسا ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔ کہ دیر میں جانے سے لوگ ہماری عزت کرینگے۔ سب کی نگاہیں ہماری طرف ہونگی۔ اگر ہم پہلے سے چلے جائیں گے۔ تو کوئی ہماری طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ یہ صرف وہم ہے۔ اس آدمی کی کوئی دل سے عزت نہیں کرتا۔ جو دیر کرکے جاتا ہے۔ اسی آدمی کی سب کوئی تعریف کرتے ہیں۔ جو ٹھیک وقت پر پہنچ جاتا ہے۔

یہ ایک بہت بری عادت ہے۔ طالب علموں کو ایسی عادت کبھی نہیں ڈالنی چاہیئے۔ زمانۂ طالب علمی میں انہیں سب کاموں کے لئے وقت مقرر کر رکھنا چاہیئے پڑھائی لکھائی کا وقت مقرر ہو۔ کھانے پینے۔ کھیلنے کودنے۔ سونے۔ آرام کرنے سب کے لئے پہلے سے وقت سوچ کر لکھ لینا چاہیئے۔ اور سب کام اسی کے

مطابق ہی کرنا چاہیے۔ کھیل کے وقت کھیل اور پڑھنے کے وقت پڑھنا چاہیے۔ جو طالب علم وقت پر کام کرتے ہیں۔ وہ کبھی فیل نہیں ہوتے۔ اور ان کی صحت بھی نہیں بگڑتی۔ فیل وہی لڑکے ہوتے ہیں۔ جو بےوقت کام کرتے ہیں۔ بےوقت پر کام کرنا گویا قدرت کے اصولوں کو توڑنا اور ناکامیابی کو اپنے آپ بلاتا ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ دو کام کرنے ہوتے ہیں۔ ایک اُن میں سے ایسا ہوتا ہے۔ جو کرنا ہی چاہیے۔ دُوسرا ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس کے کرنے کو جی بہت چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ پہلے تمہیں کونسا کام کرنا چاہیے۔ ضروری یا اپنے من کا۔ ہماری رائے میں ایسے وقت میں تم کو پہلے وہ کام کرنا چاہیے۔ جس کا کرنا ضروری ہے۔ جیسے فرض کرو۔ تم اس وقت کچھ لکھ رہے ہو۔ آدھا صفحہ لکھ چکے ہو۔ آدھا باقی ہے۔ تمہیں ابھی کسی جگہ جانا ہے۔ اگرچہ تمہارا جی نہیں چاہتا کہ لکھنا چھوڑ کر جاؤ۔ مگر تم دُوسری جگہ جانے کا وعدہ کر چکے ہو۔ اس لئے تمہیں لکھنا فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔ اور جہاں جانا ہے۔ وہاں جلدی چلے جانا چاہیے۔ اگر تم نے تین بجے ملنے کا بچن دیا ہے۔ تو تین بجے سے اتنی دیر پہلے چلو۔ کہ جتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤ۔ اگر تم اس وقت نہ چھوڑو گے۔ تو صرف یہی نقصان نہ ہوگا۔ کہ تم دُوسرے لوگوں کی نگاہ میں گر جاؤ گے۔ بلکہ تم میں بےقاعدگی اور بےوقت کام کرنے کی بُری عادت پڑ جائے گی۔ تم کبھی اپنے فرض کو پوری طرح سے نہ بجا لا سکو گے۔

ایک دوسری مثال لو۔ مان لو۔ کہ تُم سکول میں پڑھتے ہو۔ وہاں پر تمہیں حساب۔ تواریخ جغرافیہ وغیرہ کتنے ہی مضمون پڑھائے جاتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ میں تو تمہاری بڑی دلچسپی ہے مگر حساب کا نام سنتے ہی تمہیں ڈر معلوم

ہوتا ہے۔ تم نے اپنے ماسٹر کے کہنے سے یا اور کسی دوست رشتہ دار کے زور دینے سے یا خود امتحان میں پاس ہونے کی خواہش سے ایک ٹائم ٹیبل بنایا۔ جس میں صبح چھ بجے سے آٹھ بجے تک کا وقت تواریخ کے لئے رکھا۔ اور آٹھ بجے سے نو بجے تک کا وقت حساب کے لئے رکھا۔ مگر جب ۸ بجتے ہیں۔ اور حساب کا وقت آتا ہے۔ تو تمہارا دل حساب کرنے کو نہیں چاہتا۔ تم تواریخ ہی پڑھتے جاتے ہو۔ اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ باب پورا ہو جائے تب حساب کریں گے۔ وقت کو ٹالتے ہو۔ باب پورا ہوتے ہی کوئی اور ہم جماعت نظر پڑ جاتا ہے۔ اُس سے باتیں کرنے لگ جاتے ہو۔ اتنے میں ڈاک آ جاتی ہے۔ کوئی خط ہوتا ہے۔ اسے پڑھنے لگتے ہو۔ اتنے میں ۹ بج جاتے ہیں۔ بس اب تم یہ سوچ کر کہ خیر آج کا وقت تو گیا۔ کل سے کریں گے۔ حساب کو اُٹھا کر رکھ دیتے ہو۔ اکثر روز ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ جس مضمون میں طالب علم کی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ یوں ہی رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے ہمت اور عزم راسخ کی ضرورت ہے۔ جب جس چیز کا وقت آوے۔ اسی وقت اور سب چیزوں کو چھوڑ کر اسی میں لگ جانا چاہیئے پانچ سات دن متواتر ایسا کرنے سے جو نفرت ہو رہی ہے۔ وہ جاتی رہیگی نفرت اسی وقت تک رہتی ہے۔ جب تک کہ ہم اس کام میں لگتے نہیں ہیں کام میں لگ جانے پر نفرت دُور ہو جاتی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں جب وہ ہماری سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ تو ہمیں بہت ہی آسانی معلوم ہونے لگتی ہے۔

اس لئے اے طالب علمو! تم کو چاہیئے۔ کہ ہمیشہ با اصول۔ اولوالعزم اور محنتی بنو۔ جو بات منہ سے نکالو۔ اسے پورا کر کے رہو۔ جو وقت جس کام کے لئے مقرر کرو۔ اُسے اُسی وقت پر کرو۔ ایک پل بھر بھی دیر نہ کرو

ہمیشہ سویرے اُٹھو

اُن آدمیوں کی بڑی عمر کبھی نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ کبھی ترقی کرتے ہیں۔ جو دیر میں سو کر اُٹھتے ہیں۔ جو آدمی دیر سے اُٹھتا ہے۔ وہ اپنے کام کو بھی دیر میں شروع کرتا ہے۔ اور شام تک بھی اُسے پورا نہیں کر سکتا۔ فرینکلن کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ جو آدمی سویرے نہیں اُٹھتا۔ وہ دن بھر چلتے رہنے پر بھی ممکن ہے۔ کہ رات کو بھی اپنے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے۔ ایک دوسرے عالم کا قول ہے۔ کہ میں نے اس آدمی کو کبھی ترقی کرتے نہیں دیکھا۔ جو دن چڑھے تک بستر پر پڑا رہتا ہے۔ اور کروٹیں بدلا کرتا ہے۔

بافن نامی ایک عالم نے اپنے بارے میں لکھا ہے۔ کہ جوانی میں مجھے سونے کا بڑا شوق تھا۔ میں کتنے ہی روز دن چڑھے تک پڑا سوتا رہتا تھا۔ اس سے میرا بہت سا وقت یوں ہی ضائع ہو جاتا تھا۔ مگر میں اپنے نوکر کا بڑا احسانمند ہوں۔ کہ جس کی مہربانی سے میں نے اس بُری عادت سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ اور علے الصباح اُٹھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ اگر تم مجھے صبح اُٹھا دیا کرو تو میں تمہیں ہر روز ایک روپیہ دیا کروں گا۔

اس بیچارے نے اگلے روز مجھے مقررہ وقت پر جگایا۔ مگر میں نہیں اُٹھا جب اس نے کئی بار اُٹھنے کے لئے کہا۔ تو میں نے اسے دھتکار کر ہٹا دیا۔

دُوسرے دن بھی اس نے اُٹھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر میں نہیں اُٹھا دوپہر کو مجھے اپنے وقت کے ضائع ہونے کا بڑا افسوس ہوا۔ میں نے نوکر سے کہا۔ کہ تم ہوشیار نہیں ہو۔ تم کو اپنا کام کرنا نہیں آتا۔ تمہیں چاہیئے تھا۔ کہ

تم میری گالیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اور زبردستی مجھے اُٹھا دیتے۔ تم نے عبث ہی اپنے دو دن کے دو روپے کھوئے۔

تیسرے روز نوکر نے ویسا ہی کیا۔ پہلے تو اس نے ویسے ہی اُٹھانے کی کوشش کی۔ مگر جب اس میں اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ تو اُس نے زبردستی اُٹھانا شروع کیا۔ میں نے اس سے درخواست کی۔ کہ تھوڑی دیر اور سو لینے دو۔ بڑی میٹھی نیند آ رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں میں خود اُٹھ جاؤنگا۔ مگر وہ نہیں مانا۔ تب میں نے اُسے گالیاں دینی شروع کیں۔ اور دھمکا کر کہا۔ کہ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔ بک بک مت کرو۔ اس پر بھی نہیں مانا۔ جب میں نے اس سے کہا۔ کہ دیکھو۔ تم حد سے بڑھے جاتے ہو۔ تم میرے نوکر ہو۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ بس چپ رہو۔ نہیں تو ابھی تمہارے ٹھوکر لگاؤں گا۔ بدمعاش منہ چلاتے۔ نوکر ہو کر اتنی بڑی گستاخی۔ مگر اس پر ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں ہُوا۔ اس نے مجھ کو پکڑ کر بستر پر سے اُٹھا دیا۔ ناچار مجھے اُٹھنا پڑا۔ تھوڑی دیر میں جب مجھے ہوش آئی۔ تو میں نے اس کا بڑا احسان مانا اور اس کو ایک روپیہ دیا۔

میں نے جو دس بارہ کتابیں لکھی ہیں۔ وہ صرف اسی نوکر کی مہربانی سے لکھی ہیں۔ اگر وہ نوکر مجھے زبردستی نہ اُٹھاتا۔ تو میں ہرگز ان کتابوں کو نہ لکھ سکتا یہ سب کتابیں صبح کے اس سہاونے وقت میں لکھی گئی ہیں۔ کہ جو پہلے نیند میں ضائع ہوتا تھا۔

پرشیا کا بادشاہ فریڈرک ثانی بڑھاپے میں بھی جب کہ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ صبح کے چار بجے کے بعد کبھی نہیں سوتا تھا۔ ہم نے سے پہلے ہی بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔

پیٹر جبس کا شمار دُنیا کے مہا پُرشوں میں ہے۔ ہمیشہ دن نکلنے سے پہلے

ہی اُٹھ جاتا تھا۔ اس نے لنڈن میں جہاز پر بڑھئی اور لُہار کا کام کیا تھا۔ اور رُوس میں شاہی تخت پر متمکن ہو کر حکومت بھی کی تھی۔ مگر وہ بھی سورج نکلنے کے بعد بستر پر کبھی نہیں رہا۔ اس کا قول ہے۔ کہ میں اپنی عمر کو جہاں تک ہو سکتا ہے۔ بڑھانا چاہتا ہوں۔ اسی وجہ سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ بہت ہی کم سوتا ہوں۔

ڈاڈرج نامی عالم کی اس مضمون پر یہ رائے ہے۔ کہ اگر کوئی انسان ۷ بجے کے بدلے ۵ بجے صبح کو اُٹھے۔ اور رات کو اسی وقت پر سو وے۔ تو ۴۰ سال میں اس کی عمر دس سال بڑھ جائے گی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کا خود تجربہ کیا ہے۔ اور اس سے کافی فائدہ اُٹھایا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ سب اسی صبح کے سہاونے وقت میں لکھا ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ دُوسرے لوگ بھی میرے اس تجربہ سے فائدہ اُٹھائیں گے

صبح اُٹھنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے۔ کہ رات کو جلدی سو جانا چاہیئے۔ جلدی سو جانے سے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ آنکھوں کو اور تندرستی کو اس سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ دیر میں سونے سے آنکھیں بہت کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور تندرستی بگڑ جاتی ہے۔ قدرت نے اس طرح دُنیا کی چیزوں کو ترتیب دی ہے۔ کہ جس سے رات کے پہلے حصے میں ہی سو جانا اچھا ہے۔ دُنیا بھر کے عالموں کی اس میں یہی رائے ہے۔ کہ آدھی رات سے ایک گھنٹہ پہلے سونا بعد کے دو گھنٹوں کے برابر ہے۔ اس لئے تم اس بات کا پکا ارادہ کر لو۔ اور اٹل نیم بنا لو۔ کہ دس بجے سے پہلے تمہارا لیمپ بجھ جائے۔ دس بجے سو کر تم آسانی سے پانچ بجے صبح کو اُٹھ سکتے ہو۔ چھ گھنٹے کی نیند ضروری ہے۔ چھ گھنٹے سے کم سونا صحت کے لئے خراب ہے۔ طالب علم آٹھ گھنٹے تک بھی سو سکتے ہیں

ہیں۔ پروفیسر بلیکی کی رائے ہے۔ کہ چھ گھنٹے سے کم سونا اور آٹھ گھنٹے سے زیادہ سونا گویا بیماری کو اپنے جسم میں دعوت دینا ہے۔ جو آدمی دن میں نو نو دس دس گھنٹے تک دماغی کام کرتے ہیں۔ انہیں معمولی طور سے سات۔ آٹھ گھنٹے نیند کی ضرورت ہے۔

طالب علموں کو اس بات میں خوب ہوشیار رہنا چاہیئے، طالب علم ہی اس میں بڑی بھول کرتے ہیں۔ امتحان کے دنوں میں رات کو دو دو بجے تک کتاب ہاتھ میں لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور بہت سے بناوٹی طریقوں سے نیند کو دباتے رہتے ہیں، آنکھوں میں سرسوں کا تیل ڈال دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی صحت بگڑ جاتی ہے۔ آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور عینک کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

جب تک تم ادھر جلدی نہیں سوؤ گے۔ تب تک اُدھر جلدی اُٹھ بھی نہیں سکتے لیکن اگر تمہاری عادت گیارہ بارہ بجے سونے کی پڑ رہی ہے۔ تو تم دس بجے پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ تم کو نیند نہیں آئے گی۔ نیند اُسی وقت آئے گی۔ جس وقت روز سوتے ہو۔ ایسی حالت میں صبح کو پانچ بجے اُٹھنا بالکل ناممکن ہے۔ اس لئے تم کو چاہیئے، کہ جس طرح ہو۔ دیر میں سونے کی بُری عادت کو چھوڑو۔ خواہ اس کے لئے تمہیں کتنی ہی کوشش کرنی پڑے۔ اس کی کچھ پرواہ مت کرو۔

جلدی ہی نیند آجانے کے کئی طریقے ہیں۔ بہت سی کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں پڑھتے پڑھتے نیند آجاتی ہے۔ تم کو چاہیئے، کہ اُن کو پڑھو۔ اس کے علاوہ سب سے اچھا طریقہ یہ ہے۔ کہ جلدی نیند آجائے، اس کا دل میں پختہ خیال رکھو۔ سب باتوں سے من کو ہٹا کر صرف نیند کی طرف من کو لگاؤ، نیند کی ہی صرف بھاونا کرو۔ اگر اور کوئی خیال دل میں آوے۔ تو اُسے فوراً نکال

دو۔ ایسا کرنے سے ضرور نیند آجائے گی۔ اگر آج دیر میں آئے گی۔ تو کل اس سے جلدی آئے گی۔ اسی طرح روز روز جلدی آتی جائے گی۔ اور بہت جلد تم دیکھو گے۔ کہ دس بجے تم کو ویسی ہی نیند آنے لگے گی۔ جیسی کہ گیارہ بارہ بجے آتی ہے۔ گیارہ بارہ بجے اس وجہ سے نیند آتی ہے۔ کہ تم نے اسی وقت سونے کی عادت ڈال لی ہے۔ اب تم اپنے منوبل (قوتِ خیال) سے اس عادت کو چھوڑ سکتے ہو۔ اور دس بجے سونے کی عادت ڈال سکتے ہو۔ ایک عادت کا چھوڑنا اور دوسری عادت کا اختیار کرنا بلاشبہ مشکل ہے۔ اور بہت مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ عزم بالجزم کے آگے ہر ایک چیز ممکن ہے۔

صبح اٹھنے کی عادت کے ڈالنے کے لئے ایک بات اور کرنی چاہیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ رات کو یہ ارادہ کرکے سوؤ۔ کہ ہم فلاں وقت اٹھیں گے۔ صبح کو ضرور ہی اُسی وقت تمہاری آنکھ کھلیگی۔ بس اب تم کو چاہیئے۔ کہ تم فوراً بستر سے اُٹھ کر کھڑے ہوجاؤ۔ ایک لمحہ کی دیر مت کرو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ سستی تم کو اُٹھنے سے روکے گی۔ اور تم کو اٹھتے ہوئے بڑا دُکھ معلوم ہوگا۔ مگر یہی وقت سستی کے دبانے کا ہے۔ اگر تم اس وقت اس کے پھندے میں آگئے۔ تو پھر سستی تمہارا پیچھا نہ چھوڑیگی۔ لیکن اگر تم نے سستی کو جیت لیا۔ اور جی کڑا کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو پھر سستی تمہارے پاس پھٹکے گی بھی نہیں۔ ایک پل بھر کی سستی سے نیند تم کو پھر دبائے گی۔ اور تمہارے سارے ارادے ملیامیٹ ہوجائیں گے۔ تمام امیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ اور ساری عادات ہی بگڑ جائیں گی۔

ہمارا یہ پختہ خیال ہے۔ کہ جس کو علے الصباح اُٹھنے کی عادت ہے۔ وہ بہت دنوں تک زندہ رہ سکے گا۔ اور سُکھ اور شانتی کی زندگی بسر کرسکے گا۔ ہم اس

مضمون پر اس وجہ سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ کہ طالب علموں کو اکثر دیر میں سونے
اور دیر میں اٹھنے کی عادت ہوتی ہے۔ بس۔ اب ہم اتنا ہی کہ کر اس مضمون کو
ختم کرتے ہیں۔ کہ دیر میں سونا اور دیر میں اُٹھنا قدرت کے اصولوں کے خلاف
ہے۔ جو آدمی قدرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ طرح طرح کے امراض
میں مبتلا رہتا ہے۔ اور آخر کار بے وقت موت کا شکار بن جاتا ہے۔

۶۔ سب سے پریم و محبت کرو

تم میں باہم محبت اور پریتی ہونی چاہیئے۔ تم سب ایک ہی قوم کے نونہال
ہو۔ ایک ہی دُنیا کے رہنے والے ہو۔ اور ایک ہی ملک کے باشندے ہو۔ تم سب
بھائی بھائی ہو۔ ایک کا دُوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ایک کو ایک کی ضرورت ہے
دنیا میں کوئی بھی آدمی اکیلا صرف اپنی مدد سے نہیں رہ سکتا۔ اس کو دوسروں
کی ضرورت پڑتی ہے۔ کھانے کے لئے۔ کپڑوں کے لئے۔ رہنے کے لئے دُوسروں
کا منہ تاکنا پڑتا ہے۔ اکیلا آدمی سب چیزیں پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ دوسروں
کو اپنی محنت سے چیزیں دیتا ہے۔ دوسرے اُس کو اپنی محنت سے چیزیں
دیتے ہیں۔ سب مل جل کر ایک دُوسرے کے بھلے کے لئے کام کرتے ہیں۔
اس میں شک نہیں۔ کہ جو کام جو آدمی کرتا ہے۔ وہ اپنے فائدے کے لئے
اُسے کرتا ہے۔ مگر یاد رہے۔ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ کسان
ہمارے لئے اناج پیدا کرتا ہے۔ جولاہا ہمارے لئے کپڑا بنتا ہے۔ درزی ہمارے
لئے کپڑا سیتا ہے۔ راجہ ہماری حفاظت کرتا ہے۔ ہم اکیلے سب کام نہیں کر سکتے۔
اگر ہم اکیلے سب کام کریں۔ تو ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

غرضیکہ انسانی جماعت میں زمانۂ قدیم سے ایسا باہمی رشتہ ہے۔ کہ سب کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ سب آپس میں پریم اور ہمدردی رکھیں۔ جتنے لوگ ہیں۔ سب کو پریم کے رشتے میں باندھیں۔ اسی تعلیم کی ہمیں شروع سے مشق کرنی چاہیئے۔

سکول میں ہی اس عادت کو سیکھنا چاہیئے۔ سکول میں جتنے طالب علم پڑھتے ہیں۔ ان سب کو اپنا دوست سمجھو۔ ان کے ساتھ ہمیشہ میٹھی گفتگو کرو۔ کوئی بات ایسی نہ ہو۔ کہ جس سے کسی کا دل دُکھے۔ ان کے سُکھ دُکھ میں کام آؤ ان کے سُکھ میں سُکھی اور دُکھ میں دُکھی ہو۔ اکثر لڑکوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ تمہیں چاہیئے۔ کہ ایسی باتوں کو بالکل ترک کردو۔

تمہیں اس اصول کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ اسے بطرح دل پر لکھ رکھو۔ کہ تم اوروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ جیسا کہ تم چاہتے ہو۔ کہ اور لوگ تمہارے ساتھ سلوک کریں۔ تمہیں ایک دوسرے کے خیالات کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور کسی کا ہرگز دل نہ دُکھانا چاہیئے۔ تمہیں چاہیئے کہ نیک چلنی اور شرافت سے برتو نیک لوگوں کی صحبت میں رہو۔ اگر تمہارا کوئی ساتھی۔ تمہاری جماعت کا کوئی لڑکا بُرا کام بھی کرے۔ تو تم اسے تنہائی میں سمجھا دو۔ سب کے سامنے اس کی ہنسی مت اڑاؤ۔ اگر کوئی لڑکا تمہاری بُرائی کرے۔ تو تم کبھی بُرا نہ مانو۔ اور نہ کبھی اس کے ساتھ بُرائی کرنے کا خیال کرو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔ اس کی بُرائیوں کو بھول کر مشکل کے وقت اس کی امداد کرو۔ وہ چاہے ہی تمہارے ساتھ دشمنی کرے۔ مگر تم اُس کے ساتھ ہمیشہ دوست کا سا سلوک کرو۔ کچھ دنوں میں وہ آپ ہی شرمندہ ہو کر اپنی عادت بدل کر تمہارے ساتھ بھی دوستی کرنے لگیگا۔ آہستہ آہستہ اس کا سخت دل نرم ہو جائیگا۔

دن بدن اُس کے اُجڈ خیالات کم ہوتے جاویں گے۔ بُرے سلوک سے جیسے اپنا آدمی پرایا ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اچھے سلوک سے کٹر دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے۔

تم لوگوں نے مہاتما نتیانند جی کا نام سنا ہوگا۔ بنگال کے مشہور خوفناک ڈاکو جگائی اور مدہائی دونوں بھائیوں نے بڑی بیرحمی کے ساتھ مہاتما نتیانند پر ہتھیار چلا کر انہیں لہولہان کر دیا۔ مگر کشما کے ساگر مہاتما جی نے خوشدلی اور آنند کے ساتھ ان ڈاکوؤں کو لپک کر گلے سے لگا لیا۔ ان کے ہمدردانہ سلوک سے ان ڈاکوؤں کا پتھر دل بھی پانی ہو گیا۔ انہوں نے سادھو مہاراج کے پریم گن سے موہت ہو کر گھڑی بھر میں ہی اپنی بُری عادات کو بدل ڈالا۔ دیکھو مہاتما جی کی تھوڑی دیر کی صحبت سے وہ بہت ہی بیرحم ڈاکو بھی نیک چلن اور شریف بن گئے۔

طالب علمو! تم کو اس کتھا سے سبق لینا چاہیے۔ تم سب کے ساتھ محبت کرو۔ دوست تمہارے ساتھ ضرور محبت کریں گے۔ دوسرے تم کو اگر تکالیف دیں تم ان کو معاف کر کے برداشت کر لو۔ حضرت مسیح کا اصول یاد رکھو۔ کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ وہ ذرا سی دیر میں شرمندہ ہو جاوے گا۔ اور اپنی غلطی پر پشیمان ہوگا۔ یہ تعلیم تم کو زمانہ طالب علمی میں ہی اچھی طرح سے سیکھ لینی چاہیے۔ تا کہ بڑے ہو کر اس پر عمل کر سکو۔ سکول اور کالج میں تم کو صرف طالب علموں ہی سے کام پڑتا ہے۔ وہاں سے نکل کر دنیا کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ چھوٹی سوسائٹی سے نکل کر بڑی سوسائٹی میں کام کرنا پڑے گا۔

پریم میں جادو کا اثر ہے۔ تمہاری تمام ترقی پریم پر منحصر ہے۔ اگر تم سب

میں پریم ہے اور سچا پریم ہے۔ تو تمہاری قوم اور تمہارے ملک کی ترقی ہونے
میں کچھ بھی دیر نہ لگے گی۔ ترقی پھوٹ کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی ہے۔ باہمی
حسد و بغض تمہارے راستے میں وِگھن ڈال رہا ہے۔ تم اس کا ستیاناش کردو
پھوٹ اور نااتفاقی کا کالا منہ کردو۔ تم اپنے چال چلن کو ایسا پاکیزہ بناؤ
کہ تمہاری دَیا مورتی دیکھتے ہی لوگ تم پر موہت ہو جائیں اور اپنی بری عادات
کو ہمیشہ کے لئے ترک کردیں۔

سینڈو پہلوان

دُنیا کے پراچین مہذب ممالک کی تواریخ میں کئی بڑے بڑے شہ زور آدمیوں کی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ اٹلی، مصر، یونان، عرب اور فارس کی تواریخ میں بھی ایسی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ ہرکیولیز اور رستم کا نام کون نہیں جانتا؟ ہرکیولیز تو یونان میں "بہادری کا دیوتا" مانا جاتا ہے۔ اور رستم کا تو نام ہی پہلوانی کے معنوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ جیسے ہندی میں سورداس کا نام اندھوں کے لیے پیٹنٹ ہے۔ رستم ہی کی طرح بھیم کا نام بھی اس ملک میں پہلوانی کا مترادف ہو گیا ہے۔ جیسے رستم ہند۔ ویسے ہی بھارتیہ بھیم بھی پہلوانوں کا ایک معزز ترین خطاب بن گیا ہے۔

بھارت کے پراچین پہلوانوں میں راون، ہنومان، بلرام، بان آسُر، بھیم جراسندھ، کنس، چانور اور مُشٹک وغیرہ کے نام پائے جاتے ہیں۔ زمانہ حال میں رام مورتی، کلو، گاما، اور بھیم بھوانی وغیرہ بھی مشہور زمانہ پہلوان بھارت میں موجود ہیں۔

پروفیسر رام مورتی بھارتیہ بھیم یا کلجگی بھیم کے نام سے کافی مشہور ہیں انہوں نے اپنی عجیب کرامات دکھلا کر ساری دنیا میں پرانا یام کی عظمت کا سکہ جما دیا ہے۔

کلو بھی بڑا نامی پٹھا تھا۔ گنڈر سنگھ کے مر جانے کے بعد اس کی ٹکر کا کوئی پہلوان ہی نہ رہ گیا تھا۔ اس نے سارے ہندوستان کے پہلوانوں کی کشتی

میں رجب نامی مشہور پہلوان کو پچھاڑ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی۔

گاماں نے تو ساری دنیا میں بھارت کا ڈنکہ ہی بجا دیا۔ اس پنجابی پہلوان نے دیش بدیش میں گھوم کر کئی نامی پہلوانوں کو زمین دکھائی تھی۔ ۱۹۰۹ء میں امریکہ کے مشہور پہلوان ڈاکٹر رونلر کو پچھاڑا تھا۔ جب یہ انگلینڈ گیا۔ تو مشہور عالم پہلوان ہیکن شمتھ بہت مجبور کرنے پر بھی اس سے کشتی کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ اس نے آسٹریا کے زبردست پہلوان بسکو کو دو گھنٹے ۵۴ منٹ کی کراری کشتی کے بعد پچھاڑا تھا۔

اس کے بھائی امام بخش نے بھی سوئٹزرلینڈ کے نامی گرامی پہلوان جان لیم کو پچھاڑا تھا۔ اس کا (گاماں) کا گلا ۱۸۔۱۰ انچ، چھاتی ۴۸۔۱۰ انچ بھجا ۱۸۔۱۰ انچ اور جانگھ ۲۷۔۱۰ انچ موٹی تھی۔ کہتے ہیں۔ ولایت میں یہ روس کے مشہور پہلوان ہاکین شمتھ کو بھی نیچا دکھا چکا تھا۔

گاماں ہی کی طرح بنگال کے دو پہلوان بھی سنسار میں اپنی فتح کا ڈنکہ بجا آئے۔ گوبر اور بھیم بھوانی نے دنیا کو دکھلا دیا۔ کہ ہندوستان کے جسمانی طور پر سب سے کمزور صوبے بنگال میں بھی دنیا کو نیچا دکھانے کی کافی جسمانی طاقت ہے۔ گوبر امریکہ کے مشہور پہلوان گچ کے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے وہاں گیا تھا۔ مگر گچ رضامند نہ ہوا۔

بھیم بھوانی نے بھی کتنے ہی بدیشی پہلوانوں کو زمین دکھلا کر بنگال کی جسمانی کمزوری کا دھبہ مٹا دیا تھا۔ پہلے پہل جس وقت رام مورتی کلکتہ میں آئے تھے۔ اسی وقت بھوانی سولہ برس کا چھوکرا تھا۔ لیکن اس کے جسم کی گٹھن دیکھ کر رام مورتی ایسے خوش ہوئے۔ کہ اپنے ساتھ رنگون لیتے گئے۔ وہاں سے یہ انہیں کے ساتھ سنگاپور اور جاوا دویپ چلا گیا۔ جاوا میں

اس نے ایک نامی شہ زور ڈچ پہلوان کو پچھاڑا۔ اور شنگھائی میں ایک امریکن پہلوان کو پچھاڑ کر ۱۰۰ ڈالر کی بازی جیتی۔ اس پہلوان کی چلتی ہوئی موٹر روک کر انعام میں اس نے وہی موٹر حاصل کر لی۔ پھر جاپان کے شہنشاہ کو اپنے ہنر سے خوش کر کے سنہری تمغہ اور ۵۰۰ کا انعام حاصل کیا۔ اسی طرح ایشیا کے کئی ممالک میں ہپوڈروم سرکس کے ساتھ دورہ کر کے دونوں ہاتھوں سے دو موٹر گاڑیوں کو پکڑ کر روک دینا۔ پانچ چھ من کے لوہے کے گولوں کو اٹھا کر لڑکوں کے کھلونے کی طرح اپنے ہاتھوں پر اچھالنا اپنی چھاتی پر ۴۰ من کا پتھر رکھ کر اس پر چُنے ہوئے ۲۰ آدمیوں کو بٹھا لینا۔ چھ مضبوط آدمیوں سے بھرے ہوئے ایک برتن کو دانتوں سے پکڑ کر اٹھا لینا۔ وغیرہ تماشے دکھلائے۔ ایک بار اس نے اسی طرح بھرت پور کے مہاراج سے خوب زور کے ساتھ چلائی گئی تین موٹروں کو ایک ہی رسی سے باندھ کر روک لیا تھا۔ اور مرشد آباد کے نواب کے ایک مست ہاتھی کو بھی اپنی چھاتی پر چڑھا کر سب کو حیران کر دیا تھا۔

لوہے کی کڑیوں کو دھڑا دھڑ توڑ دینا۔ کندھے پر رکھ کر لوہے کی موٹی چھڑ کو موڑ دینا۔ اور پچاس جوانوں سے بھری ہوئی گاڑی کو اپنے اوپر سے گزروانا وغیرہ تو اس کے بائیں ہاتھ کے کرتب تھے۔ یہ رام مورتی کا پکا چیلا۔ لایق گورو کا لایق چیلہ نکلا۔ سنہ ۱۹۳۹ کے کارتک ماس میں اس کا کلکتہ میں دیہانت ہوا تھا۔

اسی طرح بھارت میں کئی پہلوان ہوئے۔ اور اب بھی ہیں۔ مگر ذاتی طور سے شہرت حاصل کرنے کے سوا کسی نے ملک کے لیے پائیدار بھلائی کا کام نہیں کیا۔ انسٹی ٹیوشن کی شکل میں شاید کوئی ایسی مشہور سنستھا نہیں

ہے کہ جس سے عوام کا بھلا ہو سکے۔

آج یہاں ہم ایک ایسے ولایتی پہلوان کا ذکر کریں گے جس نے ذاتی شہرت حاصل کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اپنے ملک کا بھی بہت کچھ اُپکار کیا ہے۔ معلوم نہیں، پروفیسر رام مورتی کی کوئی سنستھا اس ودیشی میں کچھ کام کرتی ہے یا نہیں، لیکن سننے میں آیا ہے۔ کہ بڑودہ کا

جُما دادا ویایام مندر

لگاتار ۲۵ برس سے مل ودیا (پہلوانی) کا پرچار کر رہا ہے۔ پروفیسر رام مورتی نے وعدہ تو بہت کیا ہے۔ اگر وہ چاہتے۔ تو ہندوستانی نوجوانوں کی جسمانی ترقی کے لیے ایک مل وشو ودیالیہ (علم پہلوانی کی یونیورسٹی) قائم کر سکتے تھے۔ مگر ان کا کوئی ایسا مفید عام انسٹی ٹیوشن ابھی تک سننے میں نہیں آیا۔ یہاں تک کہ مل ودیا کا لٹریچر بھی ان کے ذریعے بڑھنے نہیں پایا۔

اس ملک کے گنتی لوگوں میں سنگٹھن اور سنستھا قائم کرنے کی قابلیت بہت ہی کم ہے۔ مگر یہاں جس ولایتی پہلوان کا ذکر کیا جا رہا ہے اس نے صرف ایک اعلیٰ پایہ کی انسٹی ٹیوشن ہی نہیں کھولی۔ بلکہ لٹریچر کے خزانہ میں بھی بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔ اس کا نام ہے یُجین سینڈو جو ابھی حال ہی میں ۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کو ۵۷ برس کی عمر میں اس فانی دُنیا سے سورگباش ہوا ہے۔

سینڈو کا جنم

سینڈو جرمنی کا باشندہ تھا۔ کورنگس برگ نامی مقام میں اس کا جنم

ہوا تھا۔ مگر نوجوانی سے ہی وہ انگلینڈ میں رہا۔ لڑکپن میں وہ بہت کمزور تھا۔ اتنا کمزور کہ کبھی کبھی زندگی کی امید بھی چھوڑ دینی پڑتی تھی۔ دس سال کی عمر میں وہ ایک بار اپنے باپ کے ساتھ اٹلی گیا۔ وہاں اس نے روم اور فلارنس کی گیلریوں میں پتھر اور دھات کی نہایت پختہ مورتیاں دیکھیں۔ ان کی شوکت شکل دیکھ کر اس نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اب آج کل ایسے شہزور انسان ہیں یا نہیں؟

اس کے جواب میں اس کے باپ نے بتلایا تھا۔ کہ گیلری کی یہ مورتیاں اس وقت کی ہیں۔ جب کہ جسمانی طاقت ہی سب کچھ تھی۔ انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہی ان کے ہتھیار تھے۔ اور جسمانی طاقت پر ہی زندگی قائم تھی۔

باپ کے اس اشارہ نے اس کے نازک دل پر جادو کا سا اثر کیا۔ وہ انہیں مورتیوں کی طرح مضبوط اور شہزور ہونے کی فکر کرنے لگا۔ ورزش کرنی بھی شروع کر دی۔ لیکن ۱۷ سال کی عمر تک کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر اناٹومی (Anatomy) کی مشق شروع کی۔ اس سے اس کے پٹھے خاص طور سے بڑھنے لگیں۔ ۲۱ سال کی عمر تک جسم کافی مضبوط ہو گیا۔

۱۸۸۹ء میں سیمسن نامی پہلوان نے لندن میں ایک اعلان شائع کیا تھا۔ کہ جو کوئی اسے مقابلے میں پچھاڑ دے گا۔ وہ ایک ہزار پونڈ اور اس کے شاگرد سائیکلوپس کو جو پچھاڑیگا۔ وہ ایک سو پونڈ انعام پاویگا۔ اس اعلان کو سن کر سینڈو وینس شہر سے لندن پہنچا۔ وہاں پہنچ کر سیمسن کا چیلنج منظور کر لیا۔ سائیکلوپس نے ۲۴ پونڈ کا لوہے کا

گولا دونوں ہاتھوں سے اپنے سے اونچا اُٹھایا۔ سینڈو نے بھی اپنے ہاتھ سے وہ کرامات کر دکھائی۔ ۴۰ پونڈ کے ڈمبل کی کسرت میں بھی وہ خوب کامیاب ہوا۔ سائکلوپس ۲۴۰ پونڈ کا وزنی بوجھ جس پر دو آدمی بھی لدے تھے۔ اپنی پیٹھ پر لے کر کھڑا ہو گیا۔ سینڈو نے بھی ایسا ہی کر دکھایا اس طرح اس نے

سو پونڈ کا انعام

حاصل کیا۔ پھر لوہے کا موٹا چھڑ اور سیکڑ توڑا اور ۲۰۰ پونڈ کا ڈمبل کھانے میں سیمسن کو بھی ہرا دیا۔ مگر سیمسن صاف بے ایمانی کر گیا۔ دوسرے دن صبح ایک ہزار پونڈ انعام کی رقم دینے کا وعدہ کر کے ٹال گیا۔ آخر وہ رقم سینڈو کو نہیں دی۔

اس کامیابی سے سینڈو بہت مشہور ہو گیا۔ پبلک نے خوب مبارکبادیں دیں۔ اخبارات کے جھنڈ کے جھنڈ نامہ نگار آنے لگے۔ لوگوں کے بہت مجبور کرنے پر سینڈو نے ۱۵۰ پونڈ ہفتہ واری اجرت سے کرالبزا نامی مقام میں تین ماہ تک کھیل دکھائے۔ اس کے بعد سیر کرنے کے لیے ایک دفعہ وہ جرمن گیا۔ وہاں گولیتھ نامی ایک زبردست آدمی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ پتھر کی کان میں کام کرتا تھا۔ بڑے بڑے پتھر کے ٹکڑے بڑی آسانی سے اٹھا کر گاڑیوں پر لاد دیتا تھا۔ اس کی شکل صورت ایسی گھناؤنی اور خوفناک تھی۔ کہ سینڈو کا گھوڑا بھی اُسے دیکھ کر ڈر سے بھڑک اُٹھا۔ وہ چھ فٹ ڈھائی انچ اونچا تھا۔ اس کی چھاتی ۸۰۔۱ انچ چوڑی تھی۔ اس کا وزن ۴۰۰ پونڈ تھا۔ اس کے بوٹ۔ جوتے اتنے بڑے تھے۔ کہ ایک ہی میں سینڈو کے دونو پاؤں آجاتے تھے۔ صرف ۲ تسمے ہی نہ تھے۔ بلکہ

اندر ہی اندر اچھی طرح سے گھمائے جا سکتے تھے۔ اس کا اصلی نام کارل ڈیلیٹپوال تھا۔ کان میں وہ ہر روز ۵ مارک (جرمن سکہ) مزدوری پاتا تھا سینڈو نے اسے ۲۰ مارک روزانہ دینے کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ رکھ لیا مگر سات آٹھ ہفتہ لگاتار تعلیم دینے کے بعد سینڈو نے دیکھا کہ وہ بھاری سے بھاری بوجھ اُٹھانے کے بغیر اور کسی کام کا نہیں ہے۔ اُسے کچھ دن اپنے پاس رکھا۔ ایک دفعہ وہ سینڈو سے کشتی بھی لڑا۔ لیکن پھر اس کا کچھ پتہ نہ لگا، کہ کہاں گیا؟

فرانس کی راجدھانی پیرس میں ایک بار ایک فرانسیسی نے سینڈو کو لڑنے کے لیے للکارا۔ ساتھ ہی سینڈو کی ناک پر کس کر ایک مکہ بھی جما دیا۔ لمحہ بھر کے لیے سینڈو گھبرا تو ضرور گیا۔ مگر آہستہ سے آگے بڑھ کر اسکی گردن اور گھٹنے پکڑ کر اُٹھا لیا۔ پھر گردن اور گھٹنے چھوڑ کر زور سے میز پر دے پٹکا۔ میز ٹوٹ گئی۔ وہ دھم سے زمین پر جا گرا۔ اس کے ساتھی سنگی منہ بنا کر حیران رہ گئے۔ وہ ڈیڑھ دن تک ہسپتال میں بیہوش پڑا رہا۔ اُسے دیکھنے کے لیے سینڈو خود ہسپتال میں پہنچا۔ مگر اس نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب اُسے معلوم ہو گیا، کہ سینڈو سے مٹھ بھیڑ ہو گئی تھی۔ تب لندن جا کر سینڈو سے معافی مانگی

گریٹ برٹن میں ڈنکا بجا کر

سینڈو امریکہ میں

چلا گیا۔ وہاں نیویارک کے ایک ہوٹل میں سوتھویں منزل پر ایک طاقتور نوجوان نے اس کی ہتک کی۔ یہاں تک کہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ سینڈو

نے اُسے چیل کے چنگل میں گوشت کی طرح اُٹھا کر سو لھویں منزل سے نیچے گرا دینا چاہا۔ اس کی چلاہٹ سُن کر ہوٹل کے منیجر وغیرہ اگر نہ آجاتے تو اُس کی ہڈیاں زمین پر بکھر جاتیں

نیویارک میں سینڈو کے کئی لیکچر بھی ہوئے، جن میں کافی بھیڑ ہوتی اور امریکہ کے بڑے بڑے لوگ بڑے شوق سے آتے تھے۔ نیویارک سے بوسٹن ہوتا ہوا وہ شکاگو پہنچا۔ وہاں ان دنوں ایک بہت بڑی نمائش ہو رہی تھی۔ سینڈو نے اس میں اپنے جسمانی کرتب دکھلا کر بہت سا روپیہ پیدا کیا۔ شکاگو کے جس تھیئٹر میں سینڈو کے کھیل ہوتے تھے۔ اس میں چھ ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اور ہر کھیل میں تھیئٹر بھرا رہتا تھا۔

شکاگو سے چل کر سینڈو سینٹ لوئیس پہنچا۔ اور وہاں اپنے کھیلوں کو دُہرانے والے کے لیے

دس ہزار ڈالر کا انعام

مشتہر کیا۔ ایک نوجوان نے یہ چیلنج منظور کر لیا۔ لیکن اُس نے سینڈو کے سبھی کھیلوں کو دُہرا کر دکھلانے میں اپنی ناقابلیت ظاہر کی۔ تب سینڈو نے کہا، کہ کوئی ایک کھیل بھی دکھا دینے سے۔ صرف ۳۰۰ پونڈ کا ڈمبل اُٹھا لینے سے بھی انعام دیا جا سکتا ہے لیکن وہ اس پر بھی تیار نہیں ہوا۔

سینٹ لوئیس سے سینڈو سان فرانسسکو گیا۔ وہاں شیر اور بھالو کی لڑائی کا اشتہار نکالا۔ ۲۰ ہزار تماشائیوں کے لیے ایک سٹیج بنائی گئی۔ مگر پولیس نے تماشا روک دیا۔ تب سینڈو نے بھالو کی جگہ خود ہی شیر سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اپنے دوستوں کے منع کرنے پر بھی وہ بالکل نہ گھبرایا

آخر دھوم دھام سے اشتہار تقسیم کیا گیا۔ جس شیر کے ساتھ لڑائی ہونے والی تھی۔ وہ بڑا ہی زبردست اور خوفناک تھا۔ سینڈو نے اپنی زندگی میں کہیں بھی ویسا خونخوار شیر نہیں دیکھا تھا۔ مگر وہ اُس

خونخوار شیر کے ساتھ لڑائی

لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ سینڈو اس کے ساتھ اکھاڑے میں اُترا ہی تھا کہ وہ گرج کر اس پر ٹوٹ پڑا۔ سینڈو نے پنترے سے اس کا نشانہ بچا کر بڑی پھرتی سے اُسے پکڑ لیا۔ بائیں ہاتھ سے گردن اور داہنے ہاتھ سے کمر۔ صرف پکڑا ہی نہیں بلکہ ۵۳۰ پونڈ وزنی اس درندے کو اونچا اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ شیر غصّے سے پھر اُچھلا۔ تو سینڈو نے اسے اپنی پیٹھ پر لے لیا۔ اور پیچھے ہاتھ کر کے بڑے زور سے اس کا گلا پکڑ کر اپنے سامنے پھینک دیا۔ شیر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اس طرح شیر پر اپنی زبردست طاقت کا سکہ جما کر سینڈو نے وہاں بڑی شہرت اور دولت حاصل کی۔

دوسرا دنگل

دوسرے دن پھر دنگل قرار پایا۔ اگرچہ سینڈو کے جسم میں شیر نے کئی جگہ زخم کر دیے تھے۔ آج کے دنگل میں بھیڑ کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ سینکڑوں فوٹو گرافر چاروں طرف کیمرہ لئے بیٹھے تھے۔ سینڈو جوں ہی اکھاڑے میں اُترا۔ آنکھیں چار ہوتے ہی شیر گھبرا گیا۔ وہ اپنے فاتح کو پہچان گیا۔ لیکن تماشائیوں کے شور کو بند کرنے کے لئے سینڈو نے شیر کو چپ نہ رہنے دیا۔ وہ اس کی دُم پکڑ کر مروڑنے لگا۔ اس پر شیر بگڑ کر ٹوٹ پڑا۔ مگر سینڈو کے سنگین بازوؤں کے سامنے اس کی ایک۔

چلی۔ پہلے دن کی طرح وہ آج بھی پچھاڑ اگیا۔ پھر تو ایسا ٹھنڈا پڑ گیا۔ کہ سینڈو اسے اپنے کندھے پر رکھ کر اکھاڑے میں ٹہلنے لگ گیا۔ خوفناک چنگھاڑ سے سارا پنڈال گونج اُٹھا۔

اسی طرح اپنی لاثانی جسمانی طاقت کا ثبوت دیتے ہوئے سینڈو نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی بھی سیر کی۔ ان ممالک میں بھی اس کی بڑی قدر ہوئی۔ کئی بڑے شہروں میں اس نے اپنی ورزش کے طریقے کے پرچار کے لئے "انسٹی ٹیوشنز" بھی قائم کئے۔ لیکن بھارت ورش میں اس کے طریقہ تعلیم کی دال نہ گلی۔ اگرچہ وہ آج سے ۲۵ برس پہلے یہاں بھی آیا تھا۔

لاثانی شہزور ہونے کے ساتھ ہی سینڈو عالم بھی تھا۔ اس کی لکھی ہوئی بہت سی باتصویر کتابیں چھپ چکی ہیں۔ جس سے یوروپ میں اُس کی پرنالی کا خاصہ پرچار ہو گیا ہے۔

سینڈو انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دوسرے ممالک میں رہنے والے آدمی بھی سینڈو کے طریقہ تعلیم سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ عورت۔ مرد۔ بچہ۔ جوان۔ بوڑھا سب مستفید ہو سکتے ہیں۔ لنڈن میں سینڈو کے طریقہ تعلیم کی اتنی قدر ہے۔ کہ فوج اور پولیس کے محکمہ کے علاوہ خود بادشاہ بھی اس کی مشق کرتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے سینڈو کو اپنا شاہی ورزش ماسٹر مقرر کیا تھا۔ ایسے غیر معمولی معزز ترین عہدے پر دنیا کا کوئی پہلوان ابھی تک نہیں پہنچا۔ سینڈو کی موت سے مغربی دُنیا کا ایک مشہور معزز شیر مرد اُٹھ گیا ہے۔ (اشو پوجن سہائے)

رانی کلاوتی

راجپوتانہ میں کرن سنگھ نامی ایک چھوٹا سا راجہ راج کرتا تھا۔ اُس کی رانی کا نام کلاوتی تھا۔ راجہ اور رانی دونوں میں بڑا پریم تھا۔ دونو بڑے بہادر تھے۔ لڑنے میں کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔

ایک بار دہلی کے بادشاہ علاؤالدین خلجی نے کرن سنگھ پر چڑھائی کر دی۔ اس کے ساتھ ایک بڑی بھاری فوج تھی۔ راجہ کرن سنگھ بھی اپنے راجپوتوں کی تھوڑی سی فوج لے کر علاؤالدین سے لڑنے چلا۔ پتی کو لڑائی میں جاتے دیکھ کلاوتی بھی ان کے ساتھ چلنے کو طیار ہوئی۔ اس نے مردانے کپڑے پہنے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئی۔ اور کمر میں تلوار اور کٹارہ باندھی ہاتھ میں لمبا سا بھالا لیا۔ اور لڑنے کو چلی۔

لڑائی ہونے لگی۔ دونو طرف سے خوب مار دھاڑ مچ گئی۔ کرن سنگھ آگے بڑھا۔ تو یکایک بہت سے مسلمانوں نے گھیر لیا۔ یہ دیکھ کلاوتی بھی بڑی تیزی سے آگے بڑھی۔ اور خاوند کو بچانے کے لیے لڑنے لگی۔ اس کی تلوار سے مسلمان سپہ سالار مارا گیا۔ اور راجہ کی جان بچ گئی۔

مسلمانوں کو پیچھے ہٹا کر رانی نے راجہ کی جان تو بچالی۔ مگر اس سے دشمن کی طاقت میں کچھ بھی کمی نہ ہوئی۔ وہ اب اور بھی تیزی سے لڑنے لگے۔ جوں ہی راجہ مسلمانوں کے حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھا۔ ایک مسلمان نے اس پر زہر بجھی تلوار چلا دی۔ تلوار کا زخم لگنے سے راجہ گھبرا گیا۔ اور اس میں لڑنے کی ہمت نہ رہی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ یہ دیکھ رانی کلاوتی

آگے بڑھی۔ اور اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے لگی۔ پھر جم کر لڑائی ہونے لگی۔

رانی راجہ کو لے کر راجدھانی لوٹ آئی۔ زخموں کے درد کے مارے راجہ بیمار پڑ گیا۔ ویدا اور حکیم اس کا علاج کرنے لگے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا کہ اس وقت تک زہر سارے جسم میں پھیلا نہ تھا۔ حکیموں نے کہا۔ اگر کوئی اس زخم کو چوس کر اس کا زہر باہر نکال دے۔ تو راجہ صاحب بچ سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔ مگر زخم کو چوسنے والا ضرور مر جائے گا۔ راجہ بڑا دھرماتما تھا۔ اس نے کہا۔ میں اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے کی جان نہیں لینا چاہتا۔ اگر دوائیوں کے ہی زور سے زہر نکل سکے۔ تو نکالو۔ نہیں تو جانے دو

یہ سن کر رانی کلاوتی نے خود زہر چوسنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب راجہ کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تب اس نے رانی کو منع کر دیا۔

ایک دن راجہ پلنگ پر پڑا سو رہا تھا۔ رانی چپکے سے اس کے پاس گئی اور زخم کی پٹی کھول کر اُسے چوسنے لگی۔ زخم چوس چوس کر وہ خون پھینکنے لگی۔ کئی بار ایسا کرنے سے سب زہر نکل گیا۔ راجہ کا درد مٹ گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھلا چنگا ہو گیا۔

مگر اب رانی بیمار پڑ گئی۔ اس پر زہر کا ایسا اثر ہوا کہ وہ پھر بہت کوشش کرنے پر بھی نہ بچ سکی۔ جب راجہ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا زخم چوسنے کی وجہ سے ہی رانی کی جان گئی۔ تب تو اُسے بہت رنج ہوا۔ رانی کے رنج میں راجہ ایسا بیمار ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھی چل بسا۔

شہنشاہ اشوک المعروف

راجکپٹنی پر بلا کی کارستانی

یہ وہ بینظیر ناول ہے۔ جسکا ثانی اردو زبان میں ابتک شائع نہیں ہوا۔ اسکے مصنف بہار اشرط کے شہرہ آفاق شری یت بالمپنڈ ناپخندجی شاہ ہیں۔ ضرور منگوائیے۔ قیمت صرف ۱۲ ؎

راجکمار چھترسال المعروف

(ہندھیل کھنڈ میں سوراجیہ)

جس ناول کے لئے شائقین عرصہ سے ترس رہے تھے وہ دوبارہ چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ اسکے مصنف بھی شریمان بالمپنڈ ناپخندجی شاہ ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

ستی کی رکھشا

بنگالی زبان کے ایک نہایت مشہور اخلاقی وجاسوسی ناول کا اردو ترجمہ عہ

حسد کی آگ المعروف

قسمت کا ہیر پھیر

اگر آپ اخلاقی ناول پڑھنا چاہیں۔ تو یہ ناول منگوائیں۔ نہایت دلچسپ اور نصیحت آموز ہے۔ قیمت عہ

انسانی زندگی کو پوتر اور شاندار بنانیوالی کتاب

جیون سدھار

اگر آپ سچ مچ جیون کا سدھار کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے ایک جلد جیون سدھار کی منگوائیے اور اسکا مطالعہ کرکے اپنے جیون کو سدھاریے عہ

سوبھاگیہ لکشمی

یا سورن کمل

بنگال کے مشہور مصنف سرگباشی بابو دامودر مکھ اوپادھیائے کے مشہور ناول سورن کمل یا بھیانک بھانڈا پھوڑ کا اردو ترجمہ بینظیر ناول ہے قیمت عہ

منیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

روحانی و اخلاقی گلدستے

کہ جن کے مطالعہ سے کسی فرد بشر کو محروم نہ رہنا چاہیئے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
دھرم کی دیا کھیا	۲ر	راہ نجات (روحانی کتاب)	۴ر	قہر سربند و جنگ	
مختصر زندگی	۵ر	شغل راہ نجات	۳ر	جھکپر و صاحب	۴ر
بھگوت گیتا مکمل اردو ترجمہ	۴ر	امن کا راستہ	۳ر	حقیقت آریہ دھرم	
		مہاتما گاندھی کی سندر بانی	۲ر	کا بلیدان	۱ر
برہم چریہ کے سادھن	۲ر	عملی یوگ و آسان ورزشیں	۲ر	حب الوطنی کے موثر مضامین	۴ر
جیسے چاہو ویسے بچاؤ	۴ر	راجرشی بھیشم پتامہ کے اپدیش	۶ر	سوامی ورجانند جی کا جیون چرتر	۳ر
بھگوان رام کے اپدیش	۲ر	مکمل تندرستی حاصل کرنے کا طریقہ	۲ر	راجرشی جنک	۲ر
زوالکیف السنانی	۲ر	ستیہ آگرہ کی حقیقت	۶ر	یوگنی اور رادھا رانی	۴ر
آئینہ سداچار اور قوت خیال	۴ر	ویدک نیتہ کرم تنگا	۱ر	پتی برتا لکشمی	
		دھارمک و اخلاقی کہانیاں	۳ر	مہارانی ساوتری دیوی	۳ر
غصہ اور اسکے دور کرنے کی تدابیر	۳ر	ساوتری ستیہ وان ناٹک	۵ر	مہارانی چنتا دیوی	۴ر
		مہاتما بدھ دیو کی سوانح عمری	۶ر	ماما کی کرتوت	۳ر
خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول	۴ر	تلک مہاراج کی	۴ر	شر بید جھوت	
		بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۶ر	گیتا کی تعلیم	۵ر

نوٹ. جو بھائی سب کتابیں یکمشت منگائیں گے۔ ان کی سیوا میں ۱۲ر تک کا وی پی کیا جاویگا یا ایسے بھائی ۱۲ر کا منی آرڈر بھیجوادیں ۔

تمام خط و کتابت بنام رام لال ورما مینجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور ہو ۔

اوم

خوشی و کامیابی کے بنیادی اصول

یعنی

مہاتما جیمس ایلن صاحب کی مشہور کتاب

فاؤنڈیشن سٹونز ٹو ہیپی نیس اینڈ سکسیس کا

آزاد اردو ترجمہ

پرکاشک منیجر "مارتنڈ پستکالیہ" لاہور

عرض حال

مہاتما جیمس ایلن صاحب کی تصانیف انسانی زندگی کو اعلا بنانے کیلئے کس قدر مفید ہیں۔ اس کا اندازہ وہ صاحبان اچھی طرح لگا سکینگے جنہوں نے ہماری پہلی کتاب "راہِ نجات کی ابتدائی منزلیں" کو غور سے پڑھا ہے۔ ہم اپنے وعدہ کے مطابق قابل ترین مصنف کی دوسری کتاب کا ترجمہ آج اپنے پیارے ناظرین کے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ مارتنڈ کے ناظرین اُن سچے اصولوں کو جو اس سنہری کتاب میں بتائے گئے ہیں اپنی زندگی میں ڈھال کر سچی خوشی اور کامیابی کے حصول کی کوشش کرینگے۔ بلاشک وشبہ وہ بھائی بڑے ہی سست اور ابھاگے ہونگے جو ان سنہری اصولوں کو پڑھکر ان پر عمل کرنے کی کچھ بھی کوشش نہ کر سکیں گے۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین درج ہیں

اطلاع

خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول

پہلا باب

نیک مقصد

اگر ہو غرض پر انسان قائم کرے افعال نیکی کے مدائم
زباں اپنی کو رکھے بیں یا اپنے طبیعت کو نہ ہرگز ڈھیلنے دے
نتیجہ نیک اس کی زندگی کا
بلا شک و شبہ اسے آرام ہوگا

اس بات کا جان لینا عقلمندی ہے کہ کونسا کام پہلے کرنا درست ہے اور اس کے لئے کونسی تدبیر پہلے کام میں لانی چاہیے کسی کام کو بغیر سوچے سمجھے شروع کر دینا اور پھر شروع سے ہی باقاعدہ نہ کرنے درمیان سے کرنا یا انجام سے شروع کرنا ناکامی کا نشان ہے۔ جو کام شروع سے باقاعدہ کیا جاتا ہے اسی میں کامیابی ہوتی ہے۔ طالب علم پہلے ہی سود در سود اور کسر عشاریہ کے سوالات کو حل نہیں کر سکتا شروع میں اسے گنتی سیکھنی پڑتی ہے۔ اور پھر جمع تفریق کی

مشق کرنی پڑتی ہے۔ آہستہ آہستہ کچھ عرصہ کے بعد اس میں ضرب تقسیم
اور سود در سود کے سمجھنے کی لیاقت آجاتی ہے۔ جس قدر عالم و فاضل انسان
تم دیکھتے ہو۔ انہوں نے اس حالت کو حاصل کرنے کے لیے کئی سال تک صبر
اور استقلال کے ساتھ محنت کی ہے اور عوام کے مشاہدات سے فائدہ اٹھایا
ہے۔ نشانہ وہی انسان ٹھیک لگا سکیگا جو نشانے کی طرف اپنی نظر
رکھتا ہے اور مناسب جگہ سے نشانہ لگاتا ہے۔ اسی طرح کاروبار میں
بھی انہی لوگوں کو کامیابی ہوتی ہے۔ جو باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ جو لوگ
بے قاعدہ کام کرتے ہیں۔ وہ زیادہ محنت کرنے پر بھی ناکام رہتے ہیں
اس لیے زندگی میں خوشی اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے سب
سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ انسان کے مقاصد نیک ہونے چاہئیں۔
بغیر نیک مقاصد کے کوئی کام بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ اور زندگی تکلیف اور
بے چینی میں کٹیگی۔ دنیا میں جسقدر لین دین ہوتا ہے۔ اور جتنے بنک اور
کارخانے چلتے ہیں۔ سب کا کام حساب کتاب پر منحصر ہے۔ حساب کیا ہے؟
صرف ایک سے لیکر دس تک کی گنتی کا ہیر پھیر ہے۔ انہی اعداد کے ہیر
پھیر سے لاکھوں اور کروڑوں کا حساب کتاب ہوتا ہے۔ دنیا میں جتنی کتابیں
ہیں۔ جتنا لٹریچر ہے اور جتنے خیالات ہیں وہ سب حروف تہجی سے نکلتے
ہیں۔ یعنی ان حروف کے ہیر پھیر سے اتنی کتابیں اور اتنا لٹریچر بن گیا ہے
بڑے سے بڑا جوتشی بھی پہلے دس اعداد کو نہیں بھول سکتا۔ بڑے سے بڑا عالم
بھی حروف تہجی کو نہیں بھول سکتا۔ اگرچہ ہر ایک چیز میں بڑے اور بنیادی اصول
بہت کم اور معمولی ہوتے ہیں۔ تو بھی ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اور نہ کچھ
فائدہ نہیں ہوسکتا۔ انسان کی زندگی میں بھی بڑے اصول بہت کم ہیں اور سادہ

زیادہ ہیں اُن کو اچھی طرح سے جاننے اور اس بات کا مطالعہ کرنے سے کہ کس طرح زندگی کے واقعات میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے سب بے چینی دور ہوتی ہے۔ ناقابل تسخیر اور لازوال چلن کا مستحکم طور سے سنگٹھن ہوتا ہے۔ اور دیرپا کامیابی حاصل ہوتی ہے جس وقت انسان ان اصولوں کو اچھی طرح جان لیتا ہے۔ زندگی کی مختلف حالتوں میں اُن کا استعمال کرنے لگتا ہے اور اس کا چال چلن مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی زندگی فتح مند بن جاتی ہے۔ یعنی وہ اپنی زندگی کا پورے طور پر مطلق العنان مالک بن جاتا ہے۔

زندگی کے پہلے اور بنیادی اصول چال چلن سے تعلق رکھنے والے کچھ نیک صفات ہیں۔ ان کا بتانا دنیا آسان ہے۔ ہر روز وہ لوگوں کی زبان پر رہتے ہیں۔ مگر ان کو کام میں لانا اور ان کے مطابق اپنی طبیعت کو چلانا بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہاں پر ہم ان میں سے صرف پانچ کا ذکر کرینگے۔ اگرچہ زندگی کے بنیادی اصولوں میں وہ سب سے آسان اور سادہ ہیں۔ مگر کیا کاریگر کیا دوکاندار۔ کیا امیر کیا غریب۔ ہر ایک انسان کی زندگی میں ہر روز ان کا کام پڑتا ہے ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جو انسان ان کو استعمال میں لانا معلوم کر لیتا ہے۔ اور ان کے مطابق چلنے لگتا ہے۔ وہ زندگی کی کبھی مشکلات اور مصیبتوں سے پار ہو جاتا ہے۔ اور خیالات کی ان بھروں میں چلا جاتا ہے۔ جو پوری کامیابی کے ممالک کی طرف شانتی سے بہتی ہیں۔ پہلی نیک صفت

فرض

ہے۔ اگرچہ یہ لفظ بہت پُرانا ہو گیا ہے۔ اکثر ہر ایک انسان ہر روز دو چار

دفعہ اس کو نہ پالن پرلاتا ہے۔ تو بھی کام کرنے والے کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کام کو نہایت محنت کے ساتھ جی جان سے کرنا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی دوسرے کے کام میں ذرا بھی دخل اندازی نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی دوسرے کے کام کا خیال نہ کرکے اپنے کام کو جہاں تک اچھا ہوسکے کرنا چاہیئے۔ جو انسان ہمیشہ دوسروں کو ہی اپدیش دیتا رہتا ہے۔ اور انہیں کام کے ڈھنگ بتاتا رہتا ہے۔ وہ خود اپنے کام کو ٹھیک نہیں کرسکتا۔ اس کا کام بالکل خراب رہتا ہے۔ فرض کے یہ بھی معنی ہیں کہ جس کام کو آدمی کرے اسے ایکاگر چیت ہوکر کرے۔ دوسرے کام کا اسوقت دل میں خیال بھی نہ لائے۔ جس قدر انسان میں عقل۔ طاقت اور ہوشیاری ہو۔ وہ سب اس کام کے کرنے میں خرچ کردے۔ اگرچہ مختلف انسانوں کے مختلف فرائض ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک انسان اپنے فرض کو اپنے پڑوسی کے فرض کی نسبت بہتر جانتا ہے۔ تو بھی اصول ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے اور سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ دوسری نیک صفت

ایمانداری

ہے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ من سے بچن سے اور کرم سے کسی طرح بھی دوسروں کو دھوکا نہ دیا جائے۔ ہمیشہ سچائی اور ایمانداری کو کام میں لایا جانا چاہیئے جو کچھ دل میں ہو وہی بولنا چاہیئے۔ اور جو کچھ بولو وہی دل میں ہونا چاہیئے کمینگی اور عیاری کو چھوڑکر سادہ اور بے عیب ہونا چاہیئے۔ دوسرے کے آگے کبھی کسی نامناسب کام کے لئے گڑگڑاؤ بھی مت اور نہ کبھی کسی سے ناجائز مدد کی امید رکھو۔ اپنے کام سے نام پیدا کرو اور کام کو ایمانداری سے

کو ضرور کامیابی ہوگی۔ تیسری خوبی

کفایت شعاری

ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وقت کو مال و دولت کو اور طاقت کو ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ خرچ کرو۔ یعنی انہیں عبث ضائع نہ کرو۔ فضول خرچی کر کے بھوگ، ولاس اور نفسانی خواہشات سے اپنے تن من اور دھن کو برباد نہ کرو۔ اس خوبی سے انسان میں طاقت، ہمت، دلیری اور لیاقت آتی ہے۔

آزاد خیالی

یہ چوتھا اصول ہے۔ آزاد خیالی اور کفایت شعاری میں مخالفت نہیں ہے۔ سچ پوچھو تو وہی انسان آزاد خیال ہو سکتا ہے۔ جو شخص کہ کفایت شعار ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی محنت یا دولت یا اپنی دلی طاقتوں کا ناجائز استعمال اور بے فائدہ خرچ کرتا ہے۔ اس کے پاس دوسروں کو دینے کے لئے کچھ نہیں رہتا۔ صرف کسی کو روپیہ دینے کا نام ہی وسیع قلبی نہیں ہے۔ یہ تو بہت ہی کم درجے کی وسیع دلی ہے۔ حقیقت میں دوسروں کو اپنے خیالات سے اور کاموں سے فائدہ پہنچانے۔ ان کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں تک کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے کا نام وسیع دلی یا آزاد خیالی ہے۔ آزاد خیالی کا اثر بڑا وسیع ہوتا ہے۔ یہ دشمنوں کو دوست بنا دیتی ہے اور مایوسی کا منہ کالا کر دیتی ہے۔

حواس پہ قابو

یہ پانچواں اور سب سے آخری اصول ہے مگر سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس کے نہ ہونے سے نہ معلوم دُنیا میں کس قدر مصائب اور کتنی مشکلات پیش آتی ہیں۔ روحانی۔ جسمانی اور مالی ہر طرح کی تکالیف انسان کو ستاتی ہیں۔ جو دوکاندار ذرا سی بات پر اپنے گراہک سے بگڑ بیٹھتے ہیں۔ انہیں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کے کام میں کبھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اگر دنیا کے سبھی لوگ حواس کو قابو کرنے کی پہلی منزل میں ہی آ جائیں یعنی ذرا بھی اپنے حواس (اندریوں) کو اپنے قابو میں کرنے کی مشق کرنے لگیں۔ تو دُنیا سے غصے کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ اگرچہ محبت۔ صبر۔ تہذیب۔ استقلال۔ حلیمی اور پاکیزگی وغیرہ صفات جو حواس کو قابو میں کرنے کے اندر ہی ہیں۔ لوگ آہستہ آہستہ سیکھ سکتے ہیں۔ تو بھی جب تک ان کو اچھی طرح سے نہیں سیکھ لیا جاتا۔ تب تک انسان کا چلن مضبوط نہیں ہوتا اور کامیابی حاصل نہیں ہوتی جو آدمی اپنے من کو اور اپنے حواس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ اس کو ایک بڑا انسان سمجھنا چاہیئے۔ عام لوگوں میں اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ پانچ اصول خوشی کے حصول کے پانچ دروازے اور کامیابی کے پانچ راستے ہیں۔ مگر صرف ان کے نام لے لینے سے یا ان کی صرف مدح سرائی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ فائدہ ان کے جاننے اور ان کی مشق کرنے میں ہے۔ اس لئے جس آدمی کو سکھ اور کامیابی کی خواہش ہے۔ اسے ان پانچوں اصولوں کا کا متواتر خیال رکھنا چاہیئے۔ اور مشق کرنی چاہیئے۔ صرف کہہ کر ہی نہیں بلکہ کر کے دکھا دینا چاہیئے۔

دوسرا باب

حصول کامیابی کی تدابیر

جو فرق ایک لکڑی کے لٹھے اور چلتی ہوئی مشین میں ہے یا ایک بند گھڑی
اور ایک چلتی ہوئی گھڑی میں ہے۔ وہی فرق سچی زندگی اور جھوٹی زندگی
میں ہے۔ جس طرح مشین اسی وقت تک قابل استعمال ہوتی اور کام دیتی ہے۔
جب تک وہ برابر باقاعدہ طور سے چلتی ہے۔ اور اس کے تمام پرزے ٹھیک ٹھیک
کام کرتے ہیں۔ اسی طرح زندگی بھی اسوقت شاندار اور مفید ہوتی ہے جب
کہ اس کے تمام اعضا نہایت اچھی طرح سے باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ جس انسان
کی زندگی کسی مقررہ اصول پر قائم نہیں۔ جس زندگی میں شانتی (سکون) اور
یکسانیت نہیں۔ وہ زندگی عبث ہے۔ ایسی زندگی کو ہم سچی زندگی نہیں کہتے
وہ جھوٹی اور اہمیت سے خالی ہے۔ اس لئے اگر سچی زندگی کی خواہش ہے۔ تو
باقاعدہ اصولوں پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جس طرح دنیا ایک اصول پر قائم
ہے۔ اور اس میں ہر ایک کام اصول کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان
کو اپنی زندگی باقاعدہ بنانی چاہیئے۔ یعنی اپنی زندگی کے ہر ایک وقوعہ کا
خیال رکھنا چاہیئے۔ بیوقوف اور عقلمند انسان میں یہی فرق ہے کہ عقلمند
انسان چھوٹی چھوٹی باتوں کیطرف بھی پورا پورا دھیان رکھتا ہے۔ مگر بیوقوف
ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ عقل اس بات کی متقاضی ہے کہ چھوٹی سے
چھوٹی چیز بھی مقررہ جگہ پر رکھی جائے۔ اور اس کی پوری پوری حفاظت

کی جائے۔ اصول کا توڑ دینا۔ قاعدے کے مطابق کام نہ کرنا مصیبت اور تکلیف کا مول لینا ہے۔

اچھا دوکاندار اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اصول کے مطابق باقاعدہ کام کرنے میں ہولے آہستے کامیابی ہوتی ہے۔ اور بے اصولے بے قاعدہ کام کرنے میں ناکامی ہی ناکامی ہے۔ عقلمند آدمی جانتا ہے کہ باقاعدہ زندگی بسر کرنے ہی میں سچے آرام اور خوشی ہے۔ اور بے قاعدہ کام کرنے میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ بیوقوف کون ہے؟ وہ آدمی جسکے خیالات گفتگو اور کام بے قاعدگی سے ہوتے ہیں۔ جس کو اپنے من بچن اور کرم کے باقاعدہ استعمال کا خیال نہیں ہوتا۔ یعنی جسے اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ کہ میں کیا سوچ رہا ہوں کیا بول رہا ہوں۔ اور کیا کر رہا ہوں۔ عقلمند کون ہے؟ وہ جسکے خیالات گفتگو اور کام باقاعدگی اور ہوشیاری سے ہوتے ہیں۔ یعنی جو سوچ سمجھ کر بولتا۔ سوچتا اور کام کرتا ہے۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے منہ سے بغیر سوچے سمجھے نہیں نکالتا۔ اور اس کا ہر ایک لفظ جچا اور تلا ہوا ہوتا ہے۔

صرف مادی اشیاء کے ٹھیک طور پر رکھنے۔ اٹھانے پر ہی راہ راست کا اختتام نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہاں سے تو آغاز ہوتا ہے۔ من کو بس میں کرنے محسوسات اور جذبات کو قابو میں کرنے سوچ سمجھ کر منہ سے لفظ نکالنے اور خیالات کو باقاعدہ طور پر ترتیب دینے اور نیک اعمال کو پسند کرنے کی ضرورت ہے۔ مستقل اور یکساں تدابیر کے ذریعے زندگی کو خوشحال اور تندرست بنانے کے لیئے انسان کو واجب ہے کہ ہر روز کام میں آنے والی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی طرف پورا پورا خیال رکھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے سونے اور اٹھنے بیٹھنے کا وقت مقرر ہونا چاہیئے۔ جو وقت کھانے کا ہے

ہمیشہ اسی وقت کھانا کھانا چاہیئے۔ اور جو وقت سونے کا ہے ہمیشہ اُسی
وقت پر سوئے۔ مقررہ وقت پر کھانا نہ کھانے سے ہاضمہ کی طاقت بگڑ جاتی
ہے۔ جسم مریض ہو جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے انسان کا من تندرست نہیں
رہتا۔ من کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر من پر ہمیشہ پڑتا رہتا ہے۔ مقررہ وقت
پر کھانا کھانے سے جسم بھی تندرست رہتا ہے۔ اور من بھی ٹھیک رہتا ہے۔
اس لیے زندگی کو خوشحال رکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر ایک کام
کے لیے وقت مقرر ہو۔ اور جو وقت جس کام کے لئے مقرر
ہو۔ اُس میں وہی کام کرنا چاہیئے۔ کھیل کے وقت کھیل اور آرام کے وقت
آرام کرنا چاہیئے۔ ورنہ انسان کو کبھی بھی خوشی نہیں ملسکتی۔ اور نہ کبھی اسے
فرصت ملسکتی ہے۔ نہ کبھی اس کا کام پورا ہوگا اور نہ کبھی اسے آرام کرنے کا
وقت ملیگا۔ وہ ہمیشہ وقت کی شکایت کرتا رہیگا۔ مگر بخلاف اس کے جو آدمی
مقررہ وقت پر ہر ایک کام کو کریگا۔ وہ کام بھی کریگا اور وقت بھی اسے
مل جائیگا۔

مگر یہ باتیں بھی تمہیدی باتیں ہیں۔ ان پر ہی ہمیں بھروسہ نہیں کر لینا چاہیئے
ہمیں اپنے اقوال۔ اعمال۔ خیالات اور خواہشات کو باقاعدہ رکھنا چاہیئے۔
تب ہی بیوقوفی سے عقلمندی کا اور کمزوری سے شہ زوری کا ظہور ہوگا۔ جب
انسان اپنے من کو اس طرح سادھ (سکھا) لیتا ہے کہ اس کے ہر ایک حصہ
میں یکسوئی اور ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ راحت ابدی۔ عقل سلیم اور
اعلےٰ معراج کو حاصل کر لیتا ہے۔ مگر یہ آخری اور اونچے درجے کی حالت ہے۔
اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو ابتدائی حالتوں سے شروع کرنا چاہیئے
جوں جوں انسان آگے بڑھتا جائیگا اور ترقی کرے گا۔ توں توں اس کی طاقت

بڑھے گی۔ اور اسے خوشی حاصل ہوگی۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ باقاعدہ کام کرنے سے طاقت اور لیاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور من کو قابو میں کرنے سے شہ زوری اور خوشی ملتی ہے۔ باقاعدہ کام کرنا اور باقاعدہ زندگی بنانا ہی انسان کا مقصد ہونا چاہیئے۔

اس لئے جو کچھ کرو باقاعدہ کرلو۔ جو کچھ کہو ٹھیک ٹھیک کہو۔ اور جو کچھ سوچو مدلل سوچو۔ اسی میں کامیابی ہے۔ بولنے سوچنے اور کام کرنے کی مستقل اور یکساں تدابیر کو اختیار کرنا۔ طویل عمری بے بہا کامیابی اور اٹل شانتی (خوشی) کی بنیاد ہے۔ یعنی من وچن اور کرم کے قابو میں رکھنے اور ان سے ٹھیک ٹھیک کام لینے سے صحت۔ کامیابی اور خوشی یقیناً ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔

تیسرا باب

نیک اعمال

جو انسان اچھا مقصد اپنے سامنے رکھ کر باقاعدہ کام کرتا ہے۔ اسے جلدی اس بات کا پتہ لگ جائیگا کہ نیک اعمال کی طرف سے انسان کو غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اسے متواتر اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کونسا کام اچھا ہے اور کونسا برا۔ جس قدر اس کو اس بات کا علم ہوتا جائیگا۔ اتنی ہی اس کی زندگی کی شاہراہ سیدھی اور بے خار ہوتی جائے گی۔ اور اس کا وقت خوشی سے

گذرے گا۔ ایسا آدمی تمام باتوں میں راہ راست کا مقلد ہوتا ہے۔ وہ بیخوف ہو کر اپنا کام کرتا ہے۔ بیرونی طاقتوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جس راہ کو وہ اختیار کر لیتا ہے بس اسی پر قائم رہتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور نزدیکیوں کے رنج و راحت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا نیک اعمال سے حقیقت میں یہ مراد ہے کہ دوسروں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اچھا سلوک کرنے والا انسان جانتا ہے کہ نیک اعمال صرف دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہیں۔ اور وہ برابر انہیں کئے جاتا ہے۔ چاہے وہ لوگ اس کے ساتھ اُلٹا بُرا سلوک ہی کیوں نہ کریں۔ وہ کئی مصیبتوں اور رکاوٹوں کے آنے پر اپنے راستے سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ چاہے دُنیا اس کی مذمت ہی کرے۔ اس کے ساتھ بُرا سلوک کرے۔ مگر وہ سب کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرتا ہے۔

جو لوگ بُرے کاموں کو چھوڑ کر بھلے کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھلے اور بُرے کاموں کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں۔ جس طرح مادی دنیا میں اشیا کی شکل، سواد اور رنگ وغیرہ صفات سے اُن کی پہچان کی جاتی ہے۔ اور جو مفید اور قابل استعمال سمجھا جاتا ہے۔ وہی اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی دُنیا میں بھی اچھے اور بُرے کاموں کو ان کی صفات، عادات اور اثر سے پہچانا جا سکتا ہے اور جو اچھے اور قابل استعمال ہوں وہ اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ ترقی کے جتنے کام ہیں ان میں پہلے بُری باتوں کو چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے پیچھے اچھی باتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ لڑکے کو جب بار بار اس کی غلطیاں بتائی جاتی ہیں۔ تب وہ ٹھیک ٹھیک پڑھنا سیکھتا ہے۔ جب تک آدمی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ کونسی چیز بُری ہے۔ اور کس طرح اس سے بچنا چاہیے۔ تب تک وہ اچھی باتوں کو

نہیں جان سکتا۔ اور نہ ان کے اختیار کرنے کی مشق کر سکتا ہے۔ بُرے کام وہ ہیں، جو صرف خود غرضی کے بس میں ہو کر کئے جاتے ہیں۔ جن میں دوسروں کے فائدے اور بھلے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا جاتا۔ ایسے کام بے ڈھب خیالات اور ناجائز خود غرضی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور کرنے والے کے دل میں ہمیشہ ان کے چھپائے رکھنے کا خیال رہتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ ڈرتا ہے کہ مبادا ان کا نتیجہ بُرا نکلے۔ اور لوگ اس کی مذمت کریں۔ بخلاف اس کے اچھے کام وہ ہیں جن میں دوسروں کے فائدے اور بھلے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایسے کام شانتی اور نیک خیال کے باعث ہوتے ہیں۔ ان کے کرنے میں کرنے والے کو ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ اور نہ اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ ان کا کیا نتیجہ نکلیگا۔

ایسے کام جن میں خود غرضی کا دخل ہوتا ہے۔ مگر دوسروں کو تکلیف اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ چاہے وہ کیسے اور کتنے ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ نیک اعمال کرنے والا آدمی ان کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ وہ صرف انہیں کاموں کو کرتا ہے جن میں دوسروں کا بھلا ہو۔ سچائی کے حاصل کرنے کے لئے اور بغیر غرض کام کرنے کے لئے خود غرضی کی آہوتی دینی پڑتی ہے۔ وہ متواتر اپنی بُری خواہشوں کو کمزور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور اس بات کی مشق کرتا رہتا ہے کہ غصے وجوش میں کسی کو بُرا لفظ نہ کہے۔ اور نہ کوئی خراب کام کرے۔ وہ ہمیشہ حواس کو قابو میں کرتے اور دل کو شانت رکھنے کی سعی کرتا رہتا ہے۔ خود غرضی کے لئے چھل کپٹ اور عیاری کو وہ کبھی من میں جگہ نہیں دیتا۔ سچ پوچھو تو چھل کپٹ کا خیال کرنا اس کے لئے اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا معمولی انسان کے لئے آسان ہے۔

انسان جس کام کو کر کے چھپانا چاہتا ہے۔ جس کے ظاہر کرنے میں اس کو شرم آتی ہے۔ اور جھجک ہوتی ہے۔ یا وقت پڑنے پر جس کی وہ حمایت نہیں کر سکتا

سمجھنا چاہیئے کہ وہ بُرا کام ہے۔ بُرے کام کی یہی پہچان ہے۔ اچھے کام کے
کرنے میں یا اس کے ظاہر ہو جانے پر آدمی کو کبھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے
بُرے کام کو پہچان کر اس سے بچنا چاہیئے۔ اور اس کا خیال بھی من میں نہ لانا چاہیئے

اس طرح ایمانداری کے ساتھ اچھے کام کرنے سے انسان کو اچھے کام
کرنے کی مشق ہو جائیگی۔ اور ان باتوں سے بچ جائیگا۔ جن کے باعث دوسرے
لوگ اس کو اپنے مایا جال میں پھانس لیتے ہیں۔ وہ کبھی دوسروں کے جال میں
نہیں پھنسیگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی اس سے کسی کاغذ پر دستخط کرنے یا کسی
بات کا وعدہ دینے کو کہیگا۔ تو وہ صرف اس کے کہنے میں آکر ایسا کرنے کو کبھی
تیار نہیں ہوگا۔ پہلے وہ ہر ایک بات پر اچھی طرح سے سوچیگا۔ اس کی برائی
بھلائی کو سمجھیگا۔ پیچھے اس کے متعلق ہاں یا نہ کرے گا۔ یکایک بغیر سوچے
وہ کسی کام کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ سوچنے سمجھنے کے بعد جس کام اچھا سمجھیگا۔
جس میں اپنا اور دوسروں کا بھلا دیکھے گا۔ اسے کریگا۔ اور جب کام کو شروع
کردیگا۔ تب خود اپنے آپ کو اس کا ذمہ وار سمجھے گا۔ وہ صرف دوسروں
کی باتوں میں آکر کسی کام کو نہیں کر بیٹھتا۔ اور نہ کبھی کسی بات کی شکایت کرتا ہے
کہ کیا کروں۔ ان کے بہکانے میں آکر ایسا کر بیٹھا۔ وجہ یہ کہ وہ جس کام کو کرتا
ہے اچھی طرح سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام بغیر سوچے سمجھے نہیں
ہوتا۔ دنیا میں ہزاروں کام بغیر سوچے سمجھے شروع ہو کر ادھورے رہ جاتے
ہیں۔ بلاشک وہ اچھے خیال سے کئے جاتے ہیں۔ مگر سوچ سمجھ کر نہیں کئے جاتے
اس لئے ان میں کامیابی نہیں ہوتی۔ یعنی جس کام کو کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ اس
ضرب المثل کو کبھی مت بھولو کہ انسان کو سانپ کی طرح عقلمند اور بطخ کی
طرح سادہ ہونا چاہیئے۔

جس قدر انسان زیادہ سوچتا سمجھتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ اس میں کام کرنے کی طاقت آتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد نیک کام کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ سمجھدار آدمی کبھی بیوقوفی سے کام نہیں کرتا۔ وہ جس کام کو کرتا ہے۔ دانائی سے کرتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کام نیک خیال سے کیا جاتا ہے۔ وہ اچھا ہی ہوگا۔ اچھا کام وہی ہے جو پوری سوچ سمجھ کے بعد کیا جاتا ہے۔ دنیا میں وہی آدمی خوشحال رہ سکتا ہے۔ اور دوسروں کا بھلا کر سکتا ہے۔ جو اچھے کام کرتا ہے۔ دنیا میں پیچ اور دھوکے باز آدمیوں کی کثرت ہے۔ جو دھوکے بازی کے جال پھیلا کر اس طرح لوگوں کو اپنے شکنجے میں پھنسا لیتے ہیں۔ کہ وہ بغیر سوچے سمجھے کام کر بیٹھتے ہیں اور آخر کار پریشانی اٹھاتے ہیں کہ ہائے ہم دھوکے میں آ گئے۔ ہم نے تو بہت ہی نیک خیال سے کام شروع کیا تھا۔ مگر کیا کریں فلاں آدمی نے دھوکا دیا۔ اس لئے اب زیادہ سوچ سمجھ سے کام لیا کریں گے۔

اچھے کام ہمیشہ اچھے خیالات سے ہوتے ہیں۔ اس لئے جب انسان اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرتا ہے۔ تو وہ اپنے من کو پاک صاف بناتا ہے۔ اور جوں جوں اس کا من پاک و صاف ہوتا ہے۔ توں توں وہ اس بات کو سمجھتا جاتا ہے کہ میری زندگی اور چال چلن ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہیں کہ نہیں ناکامی کی سخت سے سخت آندھی بھی نہیں گرا سکتی اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

چوتھا باب

اچھی گفتگو

سچائی کا علم صرف شوق سے ہوتا ہے۔ جب تک دل پاک صاف نہ ہو تب تک سچائی کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور دل کے پاک صاف کرنے کے لئے سب سے پہلے سچ بولنا چاہیئے۔ جھوٹ پاپ اور دھوکے بازی کو بالکل چھوڑ دینا چاہیئے۔ جب تک انسان جھوٹ سے علیحدگی اختیار نہیں کر لیتا اور دوسروں کی مذمت کرتا ہے یا اپنے منہ سے برے برے لفظ نکالتا رہتا ہے۔ تب تک اس کے دل میں روحانی علم کا شمہ تک بھی نہیں آتا۔ جھوٹا آدمی تاریکی کے گڑھے میں غلطاں رہتا ہے۔ وہ نیکی اور بدی میں پہچان بھی نہیں کر سکتا۔ الٹا وہ اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ بولنا اور برائی کرنا ضروری ہے۔ ان سے اس کی اور دوسروں کی حفاظت ہوتی ہے۔

جس انسان کا مقصد اعلیٰ روحانی علم حاصل کرنا ہے۔ اپنے دل کو پاک وصاف بنانا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اپنے متعلق سچا اور صحیح علم رکھے۔ اگر وہ جھوٹ بولتا ہے۔ دوسروں سے بغض وعناد رکھتا ہے ان کی نندا کرتا ہے اور ان کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ ابھی تک اس نے اعلیٰ روحانی علم کو حاصل کرنا شروع بھی نہیں کیا ہے چاہے وہ کیسا ہی منطقی اور فلاسفر ہو۔ نجوم میں چاہے کتنا ہی ماہر ہو اور جنتر منتر ودیا میں بھی کتنا ہی

ہوشیار کیوں نہ ہو۔ اگر وہ جھوٹا ہے اور دوسروں کی مذمت کرتا ہے تو
وہ اعلیٰ زندگی سے کوسوں دور ہے۔ اعلیٰ زندگی کے لئے کن باتوں کی ضرورت
ہے؟ محبت۔ سداچار۔ صبر و رضا۔ خوشی۔ سادگی۔ حلیمی۔ تہذیب
سچائی۔ پاکیزگی۔ رحم دلی۔ اور نشکام سیوا کی اور جو انسان ان صفات
کو اپنانا جانتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ان کی مشق کرے۔ اس کے علاوہ اور کوئی
دوسرا طریقہ اعلیٰ زندگی کے قبول کا نہیں ہے

جھوٹ بولتے ہوئے اور دوسروں کی مذمت کرتے ہوئے کوئی انسان
روحانی ترقی نہیں کر سکتا۔ جو خود غرضی، نفس و عشرت کا بندہ ہے انسان جھوٹ
بولتا ہے اور دوسروں کی مذمت کرتا ہے۔

دوسروں کی نندا کرنا جھوٹ کی طرح ہی بلکہ اس سے بھی کئی پہلو میں
بڑھ کر برا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مذمت کے ساتھ ساتھ نفسی کا بھی جوش رہتا
ہے۔ جو آدمی دوسروں کی مذمت کرتا ہے وہ ضرور اس کے خلاف دشمنی کا
خیال رکھتا ہے۔ نندا کرنے والا آدمی اوپر سے اپنے آپ کو ایسا بے عیب
ظاہر کرتا ہے اور اپنے بیان کو ایسا ڈھال کر بیان کرتا ہے کہ کتنے ہی بھولے بھالے
آدمی اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جو انسان جو کہ خود بھی جھوٹ نہیں بولتے
وہ بھی اس کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ اور ان کو سچ سمجھ بیٹھتے ہیں وہ نہ صرف
اپنے آپ کو برائی میں ڈالتا ہے بلکہ سننے والے کو بھی پاپ کے گڑھے میں گھسیٹتا
ہے۔ جھوٹ بولنا بھی اتنا ہی برا ہے جتنا جھوٹی باتوں کا سننا۔ کیونکہ جب
تک سننے والا نہ ہو۔ تب تک بولنے والا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی گفتگو کا اسی وقت
اثر ہوگا کہ جب وہ کسی کے کان میں پڑینگے۔ اس لئے جو آدمی دوسروں کے
منہ سے کسی کی نندا سنتا ہے اور اکثر اس پر یقین کر لیتا ہے اور اس کے مطابق

اس کے لئے دشمنی کا خیال رکھتا ہے تو اُس میں اور نندا کرنے والے میں
کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ اُس کی طرح ہی قصوروار ہے۔ اگر کچھ فرق ہے
تو صرف یہ کہ نندا کرنے والا انسان کھلے میدان بُرائی کرتا ہے اور نندا سننے
والا چھپے چھپے بُرائی کرتا ہے۔ بُرائی کے پھیلانے میں دونوں برابر ہیں۔
دوسرے کی نندا کرنا ہنسی اڑانا اگرچہ معمولی بات ہے مگر بڑی نقصان دہ
ہے۔ دوسروں کے متعلق کئی لوگ بھول اور ناسمجھی سے جھوٹی رائے قائم کر لیا
کرتے ہیں۔ ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ بغیر سوچے سمجھے خیال
کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی نے ہماری ہتک عزت کی اور ہمیں بُری باتیں کہیں۔
اس سے ان کے غصے کی کوئی حد نہیں رہتی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ فرطِ غضب
سے وہ جس تس کے آگے اپنے غصے کو ظاہر کرتے اور کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو
اس شخص نے ہمارے ساتھ کیسا بُرا سلوک کیا ہے۔ ہمیں کیسے نازیبا الفاظ
کہے ہیں۔ اگر کہنے والے نے دو لفظ کہے ہوں تو وہ بڑھا کر چار بتاتے ہیں۔
الغرض کہنے والے کے مطلب کو نہ سمجھ کر غصہ کی حالت میں جو کچھ دل میں آتا ہے
کہہ بیٹھتے ہیں۔ سننے والے کیا کرتے ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت اس نے بہت
بُرا کیا۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ بس اُس انسان کے متعلق وہ اپنی رائے
صرف کہنے والے کے مطابق ہی بنا لیتے ہیں۔ اس نے دراصل کس مطلب
سے بات کہی تھی۔ اور اپنے بچاؤ میں وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کی طرف ان
کا خیال بھی نہیں جاتا۔ وہ یکطرفہ ڈگری دے دیتے ہیں۔ جھٹ ان کی بات پر
یقین کر لیتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی جس تس کے آگے دوہرانے لگتے ہیں۔ نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ بات کا تبنگڑ اور رائی کا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ اب جتنے منہ اتنی
ہی باتیں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جو کوئی بیان کرتا ہے وہ اپنی طرف سے نمک مرچ

ملائے بغیر نہیں رہتا ہے۔ جوں کا توں کوئی نہیں کہہ سکتا۔ چاہے کسی کی قوت حافظہ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو۔ وہ بھی جب کوئی سُنی ہوئی بات کسی کو کہیگا۔ تو ضرور کچھ نہ کچھ اس میں اپنی طرف سے گھٹا بڑھا دیگا۔ اسی طرح سے جتنے زیادہ آدمیوں میں بات جائے گی اُتنا ہی زیادہ ہیر پھیر بات میں ہو جائے گا ہوتے ہوتے یہاں تک ہو جانا ممکن ہے کہ اگرچہ کہنے والے سے جس کو قصوروار ٹھیرایا جاتا ہے۔ بات دوستی کے خیال سے ہی کہی ہو۔ مگر سُننے والے اس سے یہاں تک بُرا مانیں کہ وہ اس کے جانی دشمن بن جائیں۔ یہ سب اندھ وشواش کے باعث ہیں۔ اگر دوسرے کی بات کو سُنکر ایک دم اس پر یقین نہ کر لو۔ اور اس پر پوری طرح سے غور کرو۔ تو یہ بُرائی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ جہاں کسی نے تمہارے سامنے آکر کہا کہ فلاں آدمی تمہاری برائی کر رہا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ جامے سے باہر ہوگئے۔ اور غصے میں لال پیلے ہو گئے۔ تم نے ایک گھڑی بھی اس پر غور نہیں کیا کہ وہ آدمی میری بُرائی کیوں کر رہا تھا۔ اور بُرائی کرنے کی کوئی وجہ بھی ہے یا نہیں؟ تم بیفائدہ دوسروں کی باتوں میں آکر اپنے آپ کو رنجیدہ کرتے ہو۔ اور دوسرے کو قصوروار بتاتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم خود اپنے لئے رنج کے باعث ہو۔ تم دوسرے کی بات سُنکر ایک دم اُسے سچ سمجھ بیٹھتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تم رنجیدہ رہتے ہو۔ سچا دھرماتما انسان چاہے کوئی اس کے سامنے آکر کچھ بھی کہے۔ یقین نہیں کرتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتا۔ چاہے اُس کے سامنے یا پیچھے لوگ اس کی کتنی ہی بُرائی کریں۔ اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں کو بھڑکانے کی عادت ہوتی ہے۔ جب ان کی اس کے آگے دال نہیں گلتی۔ تو وہ کچھ بُرا بھی مان جاتے ہیں۔ اور اس کی نندا کرنے لگتے ہیں۔

مگر وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب تک میں کوئی بُرا کام نہ کروں گا۔ تب تک مجھے کوئی ہانی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے لوگ جو میری برائی کرتے ہیں۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑتے۔ میری برائی کرکے وہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ ان پاکیزہ خیالات کی وجہ سے ہمیشہ شانت رہتا ہے۔ اشانتی کا کبھی شمہ بھی اس میں نہیں آتا۔ اس کا اصول ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ اگر تو بھلا ہے تو چاہے لوگ تیری کتنی ہی برائی کریں۔ تو بھی تو بُرا نہیں ہے۔ لیکن اگر در اصل تو بُرا ہے اور لوگ تجھے بُرا کہتے ہیں تو اس میں تعجب کیا ہے۔ لوگ سچ کہتے ہیں۔ پھر ان کے کہنے سے بُرا کیوں مانتے ہو؟ ایسا انسان ہر ایک حالت میں خوشحال رہتا ہے۔ اور وہی انسان سچا انسان کہلاتا ہے۔

پاک اور با اصول زندگی کے لیے سچ بولنا سب سے پہلا فرض ہے۔
اگر کسی انسان کو پاک اور پوتر زندگی کی خواہش ہے اور وہ دُنیا کے دُکھوں کو کم کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جھوٹ بولنا اور دوسروں کی بُرائی کرنا چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ جھوٹ بولنے اور بُرائی کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے اور نہ کبھی دوسروں کے مُنہ سے ایسے الفاظ سُنے۔ ایسے بُرائی کرنے والے پر یہ سوچکر دیا کرنی چاہیے کہ دیکھو یہ آدمی کیسا مورکھ ہے۔ عبث دوسروں کی بُرائی کرکے اپنے آپ کو مصیبت اور تکلیف میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ جھوٹا آدمی راستی (سچ بولنے) کی خوشی کو محسوس نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے کی نندا کرنے والا انسان کبھی شانتی (امن) کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جو بات انسان اپنے مُنہ سے نکالتا ہے۔ اس سے اس کی اندرونی حالت

کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور اسی سے آخر کار اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔
بائیبل میں لکھا ہے کہ تیرے بچنوں سے ہی تجھے سزا اور جزا دی جائے گی
یعنی اگر تو سچ بولیگا۔ تب تجھے انعام دیا جائیگا۔ اور اگر جھوٹ بولیگا۔ تو
سزا دی جائے گی۔

پانچواں باب

سکونِ قلبی

جو آدمی اپنے دل کو چنچل اور چلائیمان رکھتا ہے۔ جو گھٹناؤں کی لہروں میں بہہ جاتا ہے۔ یعنی جس آدمی کے خیالات پختہ نہیں ہیں۔ اسے کبھی شانتی نہیں مل سکتی۔

سمجھدار آدمی میں بُرے جذبات اور خود غرضانہ خواہشات نہیں پائی جاتیں۔ وہ سب سے نربندھن (علیحدہ) ہو کر شانت چت رہتا ہے۔ جذبات اور محسوسات کو اس نے بالکل چھوڑ دیا ہے۔ خود غرضی کی اس میں بو بھی نہیں رہی ہے۔ تمام دنیا سے وہ محبت اور ہمدردی رکھتا ہے۔

جو انسان پکش پاتی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ جو کچھ میری رائے ہے اور جو میرا پکش ہے۔ وہی سچ ہے۔ اور سب جھوٹ ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتا ہے کہ دوسرے کی رائے اور پکش میں کچھ وزن ہے یا نہیں

وہ ہمیشہ اپنی حفاظت کرنے اور دوسرے پر حملہ کرنے کے خیال میں ڈوبا
رہتا ہے۔ شانتی اور یکسوئی کا اس میں شمہ بھی نہیں رہتا۔

شانت چت انسان کثیفات اور جذبات کو اپنے من میں داخل بھی نہیں
ہونے دیتا۔ وہ ہمیشہ ان کے سایہ تک سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔
ایسا کرنے سے اس میں دوسروں کے لئے ہمدردی کا مادہ بڑھنے لگتا ہے۔
اور وہ ان کے دل کی حالت کو جاننے لگتا ہے۔ جوں جوں اسے دوسروں کا
علم ہوتا جاتا ہے۔ توں توں وہ اس بات کو سمجھنے لگتا ہے کہ میں نے ہی دوسروں
کو قصور وار ٹھیراتا ہوں۔ اور انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ یہ
میری سراسر بیوقوفی ہے۔ اس طرح سے اس کے دل میں بنی نوع انسان
کے لئے پریم محبت اور کشادہ دلی کا جذبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ دنیا میں
جتنے بھی انسان ہیں۔ وہ سب اس کے (محبت کی آماجگاہ) پریم پاتر بن
جاتے ہیں۔

جب انسان خودغرضی اور جذبات کے قابو میں آجاتا ہے تو اس کی علم
(گیان) کی آنکھیں موند جاتی ہیں۔ ان پر جہالت کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس
کو صرف اپنی ہی طرف بھلائی معلوم ہوتی ہے۔ دوسروں کا پکش اسے بالکل جھوٹا
معلوم ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کسی شے کا بھی حقیقتاً علم نہیں
ہو سکتا۔ وہ اپنی حالت سے بھی ناواقف رہتا ہے۔ پھر جب اسے اپنا ہی
گیان نہیں ہوتا۔ تب دوسروں کے دل کی بات کو کیسے جان سکتا ہے؟ وہ
دوسروں کی نندا کرنے میں ہی بھلائی سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں ان انسانوں
کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اس کے پکش میں ہوتے ہیں اور جن کے
خیالات اس سے نہیں ملتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے دور اور الگ رہتا

اور اپنے گندے من کے گنہ ۔ یہ خیالات ہیں، ڈوبا رہتا ہے ۔
شانت چت (امن پسند) انسان کا وقت بہت سکھ اور آرام سے گزرتا
ہے ۔ زہریلی کے زور سے وہ نفرت ۔ حسد ۔ پریشانی اور شتابی کے راستوں کو چھوڑ
دیتا ہے ۔ اور محبت ۔ شفقت اور شانتی کے راستوں کو اختیار کر لیتا ہے ۔ زندگی کے
روزانہ وقوعات اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ جن حالتوں کو انسان تکلیف دہ سمجھتے
ہیں ۔ اور جو عام طور پر سب انسانوں کو بھگتنی پڑتی ہیں ۔ وہ اسے رنج نہیں پہنچا سکتیں
نہ اسے کامیابی سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور نہ ناکامی سے زیادہ رنج ۔ نہ اس میں
بیفائدہ خود غرضی کی خواہشات ہوتی ہیں ۔ اور نہ ضعیفانہ مایوسیاں ۔

اب سوال یہ ہے کہ یکسوئی کا خیال یعنی من اور زندگی کی سب سے اعلیٰ حالت
کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے؟ اس کی صرف ایک تدبیر ہے ۔ اور وہ یہ کہ اندریوں
کو قابو میں کیا جائے ۔ اور دل کو پاک و صاف بنایا جائے ۔ دل کی پاکیزگی سے
یکسوئی علم حاصل ہوتی ہے ۔ یکسوئی علم سے یکسوئی خیال کی پیدائش ہوتی ہے اور یکسوئی خیال
(سکون قلبی) سے شانتی ملتی ہے جس انسان کا دل صاف نہیں ہے وہ بُرے جذبات اور محسوسات
میں بے چارہ و مددگار رہ جاتا ہے ۔ لیکن پاک دل انسان شانتی کی پناہ گاہ میں
خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے ۔ اور ہمیشہ پرمیشور کا اس کے اوپر سایہ رہتا ہے ۔

چھٹا باب

نیک انجام

ہماری زندگی کے بہت سے واقعات ہماری خواہش کے بغیر ہی دیکھنے میں

آتے ہیں۔ جن کا ظاہرا طور پر ہمارے من اور سوبھاؤ سے کچھ بھی تعلق نہیں
ہوتا۔ ایسے بلا وجہ آنے والے واقعات کو لوگ قسمت کے پھیر کہا کرتے
ہیں۔ اسی وجہ سے ایک انسان دنیا میں خوش قسمت اور دوسرا بد قسمت کہلاتا ہے
خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے آدمیوں کو وہ چیزیں مل جاتی ہیں جن کے
لئے انہوں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ اور بہت سے آدمیوں کے پاس سے وہ
چیزیں بھی جاتی رہتی ہیں۔ جن کے لئے انہوں نے رات دن جی جان سے
محنت کی۔ قسم اول کے لوگوں کو لوگ **خوش قسمت** اور دوسری قسم کے لوگوں
کو بد قسمت کہتے ہیں۔ لیکن سنجیدگی سے سوچنے اور زندگی پر گہری نگاہ ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی علت کے دنیا میں کوئی بھی معلول نہیں ہوتا۔ اور
علت معلول کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہر ایک وقوعہ کا
جو ہماری زندگی میں واقع ہوتے ہیں۔ ہمارے من اور سوبھاؤ سے گہرا تعلق
ہے اور یقینی طور پر اس کی وجہ ہمارے اندر موجود ہے۔ مطلب یہ کہ جن واقعات
کو ہم قسمت کے پھیر سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے ہی خیالات اور کاموں کا نتیجہ ہیں
جانشک یہ بات ہمارے سامنے پرتکش نہیں ہے۔ جس طرح دو یا زیادہ مضامین اور
پرتکش پرمان ان اصولوں کی جانچ کے لئے ضروری ہیں۔ جو ایک پرمانو کا
دوسرے پرمانو سے تعلق بتلاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اس طریقہ کا سمجھنا اور جاننا
جس کے لئے بھی ضروری ہے تو ہم ایک مانسک حالت کا دوسری مانسک حالت میں تعلق بتاتی
ہیں اور ایسے ڈھنگ اور اصول ان لوگوں کو خود معلوم ہوتے ہیں۔ جو نیک کام
کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے کاموں کی مشق کے باعث جنہیں ان کے
سمجھنے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔

ہم وہی کاٹتے ہیں جو بوتے ہیں۔ ہمیں وہی ملتا ہے جس کے لئے ہم کوشش

کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم کسی چیز کی خواہش نہ کرتے ہوں۔ مگر بغیر جانے بوجھے اس کے لئے کام کر رہے ہوں اور وہ ہمیں مل جائے۔ شرابی آدمی پاگل بننا نہیں چاہتا۔ مگر ایسے کام کرتا ہے جس سے پاگل ہو جاتا ہے۔ اس مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جانے گی کہ دنیا میں کوئی کام بنا کارن کے نہیں ہوتا۔ ہر ایک کام کا کارن ہوتا ہے۔ تمہارے سکھ دکھ رنج و راحت کے باعث تمہارے ہی اندر موجود ہیں۔ باہر نہیں ہیں۔ اس لئے اگر تم اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کر دوگے تو بیرونی حادثات تمہیں دکھ اور تکلیف نہیں پہنچا سکینگے۔ تمہارا دل پاک اور صاف بن جائیگا۔ دنیا کی تمام اشیاء تمہارے لئے نیکی مجسم بن جائینگی اور زندگی کے تمام مرحلے راحت بخش ہو جائینگے

زندگی کا اچھا بُرا ہونا آزاد اور مقید ہونا اس کے خیالات پر منحصر ہے۔ جیسے انسان کے خیالات ہونگے اچھے یا بُرے۔ انہیں کے مطابق انسانی زندگی ہوگی۔ کیونکہ جتنے کام انسان کرتا ہے۔ وہ سب اس کے خیالات کے مطابق ہوتے ہیں۔ جیسی من میں بھاونا ہوتی ہے۔ جیسی خواہش ہوتی ہے۔ ویسے ہی کام بھی ہوتے ہیں۔ کام کے کرنے سے پہلے اس کے کرنے کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کوئی کام بغیر خیال پیدا ہوئے نہیں ہوتا۔ پھر جیسے کام ہوتے ہیں۔ انہیں کے مطابق پھل ملتا ہے۔ بغیر علت کے کوئی معلول نہیں ہوتا۔ اس لئے جب تک من میں اعلےٰ خیالات نہ ہوں۔ تب تک اعلےٰ کام بھی نہیں ہو سکتے اور جب تک اعلےٰ کام نہ ہونگے تب تک اُن سے اچھے نتیجے کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

دُنیا میں ایسے بہت سے آدمی ہیں جو رات دن مال و دولت اور جاہ و حشمت کے لئے ہی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر انہیں یہ چیزیں میسر نہیں

ہوتیں اور ایسے بھی بہت سے آدمی روزانہ ان کے دیکھنے میں آتے ہیں جنہیں یہ سب چیزیں یونہی بغیر کسی طرح کی محنت اور کوشش کے مل جاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا محنت اور کوشش کرنے والا انسان ناکام رہتا ہے اور محنت، نہ کرنے والے انسان کو کامیابی حاصل ہوجاتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو کامیابی نہیں ہوتی۔ وہ خود اپنے میں ایسی فرد گذاشتیں پیدا کر لیتے ہیں۔ جو ان کی خواہشات کو پورا نہیں ہونے دیتیں۔

انسانی زندگی میں کاریہ کارن (علت معلول) کا اور کوشش اور نتیجہ کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ اور نیک نتائج تب ہی نکل سکتے ہیں۔ جب عمدہ طریقے سے کوشش کی جائے۔ اور عمدہ عادات پیدا کئے جائیں۔ جو آدمی نیک کام کرتا ہے اور ان طریقوں کو اختیار کرتا ہے کہ جو نیک مقاصد پر منحصر ہیں۔ اسے نیک نتائج کے لئے ذرا بھی فکر، محنت یا کوشش نہیں کرنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ خود اس کے پاس اس کے نیک اعمال کے ثمرہ کی شکل میں آ حاضر ہونگے۔ انسان کو اس کے ہی کام کا ثمرہ ملتا ہے۔ اگر اس کے کام اچھے ہیں۔ تو اسے سکھ اور شانتی ملے گی۔ اگر برے ہیں تو دکھ اور اشانتی۔

جیسا بوئے گے ویسا کاٹو گے۔ جیسے کام کروگے اچھے یا برے۔ انہی کے مطابق پھل ملیگا۔ اگرچہ یہ اصول بڑے آسان ہیں۔ تو بھی لوگ ان کے سمجھنے اور منظور کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں۔ ایک عالم کا قول ہے کہ وہی انسان زندگی کی خوبیوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جو عرصے تک اندھیرے میں رہا ہے۔ دنیا میں جس نے نہ کچھ بویا ہے اور نہ کچھ لگایا ہے۔ وہ کاٹنے اور کھانے کی کیا امید کر سکتا ہے؟ یا جس نے جو بویا ہے وہ گیہوں کیسے کاٹ سکتا ہے؟ زمین پر

جیسا انسان بیج ڈالتا ہے۔ اُس کے مطابق ہی پھل ملتا ہے۔ یہی قدرت کا اصول ہے۔ ٹھیک یہی حالت انسان کی مانسک اور آتمک زمین کی بھی ہے۔ بہت سے لوگ بُرائی کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں اور جب بُرائی کا بیج پھل دیتا ہے۔ اور برائی کا نتیجہ بُرا نکلتا ہے تو مایوس ہو کر رونے اور اپنی قسمت کو دوش دینے لگ جاتے ہیں کہ ہائے ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ کبھی کبھی تو یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ اپنی بُری قسمت کو دوسروں کے سر منڈھتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ دوسروں کے بُرے کرموں کی وجہ سے ہم کو یہ دکھ اُٹھانا پڑا۔ وہ اس بات کو منظور تک نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ جو کچھ مصائب ہمیں برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ ان کے باعث ہمارے ہی وہ خیالات اور اعمال ہوں۔ جن کا ہمیں علم نہیں۔ جو لوگ اپنی زندگی کے اعلیٰ اور خوشحال بنانے کے لئے اعلیٰ زندگی کے بنیادی اصولوں کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ جس طرح باغ کا مالی بیج بونے اور کاٹنے کے اصول کا پورا طرح خیال رکھتا ہے۔ یعنی اس بات کو وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ کب بونا چاہیئے کیا بونا چاہیئے۔ اور کیا کاٹنا چاہیئے۔ اسی طرح وہ بھی اپنے من بچن اور کرم کے استعمال میں علت معلول کے مبدل اصول کا اچھی طرح سے خیال رکھیں۔ جس طرح مالی اپنے باغ میں عقلمندی سے کام کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کو اپنے مانسک باغ میں کام کرنا چاہیئے۔ جب انسان کو اس بات کا اچھی طرح سے علم ہو جائیگا کہ جیسا بیج بوؤ گے۔ ویسا پھل لگیگا اور جیسا کام کرو گے ویسا ثمرہ ملیگا۔ تب وہ ان کاموں کو خود کرنے لگیگا۔ جن سے اسے بھی سکھ ملیگا اور دوسروں کا بھی اپکار ہوگا۔ جس طرح مادی دنیا میں لوگ جڑی بوٹیوں کے اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دُنیا میں بھی روحانی اصولوں کی پیروی کرنی

چاہیئے کیونکہ جڑ اور آتما کے اصول ایک ہی ہیں۔ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔
مگر دو شکلوں میں ہیں۔ اور مختلف کام کر رہی ہیں۔ اگر ہم نیک مقاصد کے
مطابق کام کرینگے۔ اور علت معلول کا خیال رکھینگے تو ہر گز برا نتیجہ نہ نکلیگا۔
اگر ہم نیک نیتی اور یکسوئی قلب سے کام کرینگے۔ تو ہماری خوشحال زندگی میں خواہ
تیں بھی رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور دنیا کی کوئی چیز بھی ہمارے چلن کو نہیں
بگاڑ سکتی۔ ہماری زندگی پوری طرح سے خوشحال ہوگی۔ اور ہمارا چلن مضبوط
بنیاد پر قائم ہوگا۔ اگر ہم ٹھیک کام کرینگے تو ان کا نتیجہ نیک ہی ہوگا۔ اگر کوئی یہ
کہے کہ اچھی علت سے برے معلول کی پیدائش ہوتی ہے۔ تو اس کا یہ کہنا ایسا
ہی ہے جیسا کہ یہ کہنا کہ اناج بونے سے کانٹے پیدا ہوتے ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جن بنیادی اصولوں کا اس کتاب میں مختصر
ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی انسان ان کے مطابق اپنی طبیعت کو بنالے تو وہ اس
روحانی حالت کو حاصل کرلیگا۔ جہاں اس کو ہمیشہ قائم رہنے والا سکھ اور
پوری شانتی ملیگی۔ اور اس کی کوششیں بار آور ہو جائینگی۔ یہ ممکن ہے کہ وہ
لکھ پتی یا کروڑ پتی نہ بن سکے۔ اور در اصل ایسا بننے کی اسے خواہش
کبھی بھی نہیں ہوتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ شانتی کو حاصل کریگا اور کامیابی
اسے حاصل ہو جائیگی۔ جس انسان نے خوشی اور کامیابی کو حاصل کرلیا۔
اسے گویا دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہو گئیں۔ پھر اس کے سامنے روپیہ پیسہ کوئی چیز
نہیں۔

بہارِ زندگی

بہارِ زندگی ہے نیک نامی
بہارِ زندگی ہے بُردباری
بہارِ زندگی ہے تندرستی
بہارِ زندگی ہے دیانت صاف
بہارِ زندگی ہے خوشنمائی
بہارِ زندگی ہے غمگساری
بہارِ زندگی ہے راستی سے

بہارِ زندگی ہے خوش کلامی
بہارِ زندگی ہے خاکساری
بہارِ زندگی ہے تیزی چستی
بہارِ زندگی ہے رُوئے شفاف
بہارِ زندگی یادِ الٰہی
ہمیشہ مخلوق کی خدمت گذاری
بہارِ زندگی ہے آشتی سے

بہارِ زندگی اس میں ہے بھائی
کہ ہو محتاج کی مشکل کشائی

روحانی و اخلاقی گلدستے

(جن کے مطالعہ سے کسی فردِ بشر کو محروم نہ رہنا چاہیئے)

مندرجہ ذیل روحانی و اخلاقی گلدستے انسانی زندگی کو سدھارنے کے لیے از بس مفید ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد ۳۳ ہے اور قیمت معہ محصول ڈاک [illegible] (آٹھ روپے چار آنے) ہوتی ہے مگر جو بھائی یہ سب کتابیں یکمشت منگوا لینگے۔ ان کی خدمت میں صرف چھ روپے چھ آنے معہ محصول ڈاک کا وی پی کیا جائیگا یا ایسے بھائی [illegible] کا منی آرڈر بھیجدیں۔

روحانی و اخلاقی گلدستوں کے نام بمع قیمت

(۲۱) بھارت ماتا کے نونہال سپوت۔ نونہالان وطن کی قربانیاں۔ ۶/
(۲۲) لوکمانیہ تلک کا جیون چرتر۔ تلک مہاراج کا دلچسپ جیون چرتر۔ ۴/
(۲۳) چنگ چمکور دھرم سر ہند۔ گورو گوبند سنگھ جی کے صاحبزادوں کی قربانیاں ۴/
(۲۴) حب الوطنی کے روشن ستارے۔ شہیدان ملک و قوم کے حالات ۳/
(۲۵) بھائی ودیا نند جی کا جیون چرتر سوامی دیانند جی کے گورو کا جیون چرتر ۴/
(۲۶) پتی ورتا لکشمی۔ کلجگ میں ست جگ کی دیوی کا نظارہ قابل مطالعہ ۱۲/
(۲۷) شریمتی رادھا رانی۔ بنکم بابو کا ایک دلفریب ناول۔ ۴/
(۲۸) مہارانی چنتا دیوی اور مہاراج شری وتس کی جدائی اور ملاپ۔ ۳/
(۲۹) مہارانی سوشیتی دیوی۔ وشرو سمبنت اور ان کی ماتا کے دلچسپ حالات ۱۲/
(۳۰) دھارمک و اخلاقی کہانیاں۔ اعلیٰ درجے کی سبق آموز کہانیاں۔ ۳/
(۳۱) ساوتری ستیہ وان۔ دنیا کے نشیب و فراز۔ ہندو دیویوں کا ستی پن ۱۲/
(۳۲) چھوٹے بھائی کا پریم یا دھرم کی جے۔ نہایت دلچسپ ناول ۴/
(۳۳) ستیہ آگرہ کی حقیقت۔ مہاتما گاندھی جی کے قلم سے۔ ۶/

---

(۱) سمراٹ اشوک۔ المعروف راج دھرم پرساد کی کارستانیاں مکمل ۱۲/
(۲) راجکمار چترسال۔ المعروف ہندو بیکانند تی سوراجیہ۔ ۴/
(۳) سوکنیا کیہ لکشمی۔ المعروف شہری کنول۔ ۱۲/ ۴/
(۴) شیواجی و ستیہ۔ المعروف جیون پربھات۔ ہندوؤں کی بہادری اور سیاست ۱۲/
(۵) حسد کی آگ۔ ایک نہایت دلچسپ بنگالی ناول کا اردو ترجمہ ۱۲/
(۶) جیون سدھار۔ انسانی زندگی کے سدھار کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے ۱۲/ ۲/

تمام فرمائشیں شاستری رام لال ورما منیجر راشٹر ساہتیہ کاریالیہ لوہاری دروازہ لاہور

Regd. No. L. 643.

اوم

مارتنڈ لاہور

(پندرہ روزہ)

اڈیٹر پریم ارتھی

Price ... Annual Price 5/8-

اپنے خیر خواہ ہو

پہلا باب

اپنا دشمن کون ہے؟

ایسے انسان دنیا میں بہت کم ہیں۔ جن میں آتم بل ہے۔ جن کو اپنی طاقت کا اعتماد ہے۔ جو بیش پور روک کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں۔ جو زندگی کی مشکلات کا بڑی بہادری سے سامنا کرتے ہیں۔ جو ہمیشہ اپنی طاقت بھر محنت اور کوشش کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے کاموں کو آسانی سے کر لیتے ہیں۔ اور جو وقت اور موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے

اپنے آپ کو اچھی حالت میں رکھنے اور اپنی طاقتوں پر پوری فتح حاصل کرنے کے لئے انسان کو مناسب ہے۔ کہ وہ روحانی نکتہ خیال سے اپنا خیر خواہ بنے۔ یعنی اپنے متعلق اعلےٰ خیالات رکھے

کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ انسان اپنے متعلق بہت ادنےٰ خیالات رکھتا ہے۔ اور اپنی بیقدری کرتا ہے۔ اس طرح وہ گویا ایشور کی نندا کرتا ہے وجہ یہ کہ ایشور نے اسے اپنی شکل پر بنایا ہے۔ اور کمل بنایا ہے بہت تھوڑے انسان ایسے ہیں۔ جو اپنے متعلق اعلےٰ خیالات رکھتے ہیں۔ ایشور سے پیدا ہونے کے باعث اپنے آپ کو مقدس سمجھتے ہیں۔ یا اپنی طاقت۔ قابلیت۔ چلن

اور عقل کے باعث اپنی عزت کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ لوگوں کے چال چلن بھی اکثر کمزور اور بے اثر ہوتے ہیں۔

جو لوگ ہمیشہ اپنی کمیوں اور عیبوں کو دیکھا کرتے ہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ فلاں عیب ہم میں ہمارے بزرگوں سے آیا ہے جو ہمیشہ اپنے عیوب کو بڑھا کر کہا کرتے ہیں۔ وہ اس عظمت کا کچھ بھی خیال اور احساس نہیں کرتے۔ جس کے لئے ایشور نے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دل میں اپنے متعلق بہت ہی ادنےٰ اور قابل نفرت خیال رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جیسے اُن کے خیالات ہوتے ہیں۔ ویسے ہی آہستہ آہستہ وہ خود ہو جاتے ہیں ان کی صورت، شکل، زندگی، اور ان کے چال چلن اور خیالات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کچھ بھی بڑائی کا کام نہیں کر سکتے ہیں۔ جیسے ادنےٰ۔ ناچیز اور قابل نفرت و مذموم وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ ویسے ہی وہ ہو جاتے ہیں *

ایشور نے انسان کو مکمل بنایا ہے

جیسا انسان اپنے دل میں وچار کرتا ہے۔ ویسا ہی وہ ہو جاتا ہے۔ من کے خیالات کا زندگی پر اور زندگی کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے جیسا تم بننا چاہتے ہو۔ جس مرد یا عورت کو اپنا آدرش سمجھتے ہو۔ ہمیشہ اسی کا اپنے دل میں خیال کرتے رہو۔ جب کبھی تم اپنے متعلق وچار کرو۔ تو ہمیشہ اپنے آپ کو سادہ خوشنما اور تندرست سمجھو۔ جس بات سے تمہارا فخر یا عظمت گھٹتی ہو۔ اسے نہ تو کبھی دیکھو۔ اور نہ کبھی سنو۔ یاد رکھو۔ جب ایشور نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ تو مکمل پیدا کیا تھا۔ جو کچھ تم اپنے میں کمی محسوس کرتے ہو۔ اس کا باعث تمہاری ہی غفلت اور تمہارا ہی خیال اور چلن ہے۔ اپنے متعلق جو کچھ تم خیال کرتے ہو۔

اور اپنے دل میں جو کچھ تم اپنی تصویر کھینچتے ہو۔ اس کا تمہارے اوپر دوسروں کے خیالات کی نسبت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی کو درحقیقت مفید بنانا چاہتے ہو۔ اور اگر تم اپنی طاقت کے مطابق ہونا اور کرنا چاہتے ہو۔ تو تم کو صرف اپنا ہی بھلا نہیں سوچنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے جسم اور تندرستی کا بھی خیرخواہ ہونا چاہیئے۔ پوری طرح سے ترقی کرنے کے لیئے اچھے اور نیک مرد و عورت بننے کے لیئے تم کو اپنے جسم کی اتنی ہی فکر کرنی چاہیئے۔ جتنی کہ من کی۔ جس طرح مانسک طاقتوں کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جسمانی طاقتوں کی بھی ترقی کرنا ضروری ہے۔

اپنے ساتھ بھلائی کرو

ایسے کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کا تو بھلا چاہتے ہیں۔ مگر خود اپنا بھلا نہیں چاہتے۔ وہ اپنے جسم اور تندرستی کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ اور اپنی طاقتوں کا ٹھیک استعمال نہیں کرتے۔ اور اپنے وسائل کو کچھ بھی کام میں نہیں لاتے۔ وہ دوسروں کے تو غلام بنے ہوئے ہیں۔ مگر خود اپنے دشمن ہیں۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا بہت اچھا ہے۔ مگر اپنے ساتھ بھلائی کرنا اور بھی اچھا ہے جتنا دوسروں کے ساتھ برائی کرنے میں پاپ ہے۔ اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ اپنے ساتھ برائی کرنے میں بھی ہے۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ جہاں تک اس سے بن سکے۔ من اور جسم کو تندرست رکھے۔ ورنہ وہ اس سنسار کو یہ پیغام نہیں دے سکتا۔ کہ مجھے ایشور نے بنایا ہے۔ اور میں ایشور کا روپ ہوں۔ ہر ایک انسان کا دھرم ہے۔ کہ وہ حتے الامکان اور حسب طاقت بڑے بڑے کاموں کو کرنے کے لیئے تیار ہے۔ جو شخص وقت پر چوک جاتا ہے اس

ضرورت پڑنے پر اپنے کو نالائق۔ کمزور اور ناقابل پاتا ہے۔ وہ یہاں پاپ یعنی گناہ کبیرہ کا سزاوار ہے۔

ایسے بہت سے انسان ہیں۔ کہ اگر چاہیں تو بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ مگر کرتے بہت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اور ان کی زندگیاں مایوسی سے بھری رہتی ہیں۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ وہ اپنے من اور جسم کو اچھے کاموں کے کرنے کے قابل نہیں رکھتے۔

جن جگہوں پر کام کاج زیادہ ہوتا ہے۔ وہاں کے نوکر مردہ بنے رہتے ہیں۔ بُرے خیالات۔ بُری عادات اور بُرے کاموں سے ان کے جسم میں نہ معلوم زہر اور بیماریاں گھر کر لیتی ہیں۔

اپنی گراوٹ کا باعث مت ہو

ہم ایسے کتنے ہی آدمیوں کو جانتے ہیں۔ کہ جو شروع سے اب تک ویسی ہی حالت میں ہیں۔ جب سے انہوں نے سکول اور کالج چھوڑا ہے۔ تب سے وہ اسی حالت میں ہیں۔ انہوں نے کچھ بھی ترقی نہیں کی ہے۔ کچھ نے ترقی کی جگہ پر اُلٹی تنزلی کی ہے۔ انہیں اس بات کا بڑا تعجب ہے۔ کہ انہیں کامیابی کیوں نہیں ہوتی؟ وہ ترقی کیوں نہیں کرتے۔ مگر جس نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ اچھی طرح سے جانتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے تنزلی کا باعث ہیں۔ وہ اپنی صحت کی طرف سے بڑے غافل ہیں۔ حفظ صحت کے اصولوں کی ہر روز خلاف ورزی کرتے ہیں۔ بے قاعدگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ان کی عادات خراب ہیں یہی باعث ہیں۔ کہ ترقی نہیں کر پاتے۔ ان باعث نے بڑے بڑے عالموں اور عقلمندوں تک کو ترقی کرنے سے روک دیا ہے۔

ایسے نوجوان سب جگہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ جو اگرچہ بڑے بڑے کاموں کو کرنے کے قابل ہیں۔ مگر کر نہیں پاتے۔ کیونکہ ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنی مشکلات کو دُور کر سکیں۔ اور روکاوٹوں کو ہٹا سکیں۔ انہوں نے اپنے جسم کی پرورش نہیں کی ہے اور اسی وجہ سے ان کے دل کمزور ہو گئے ہیں۔ اور ان کی اندریاں (حواس) ماند پڑ گئی ہیں۔ ذرا ذرا سے کاموں کے کرنے پر وہ تھک جاتے ہیں۔

تندرستی کی حفاظت کرو

جس مصنف میں زندگی کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس کی قلم کا کچھ اثر نہیں پڑتا جس لیکچرار میں جسمانی طاقت نہیں ہوتی۔ جس کی آواز کمزور ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ کا سامعین پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جس ماسٹر میں ہمت اور جرأت نہیں ہوتی۔ جو محنت نہیں کر سکتا۔ اس کے شاگرد بھی سست اور جاہل رہتے ہیں۔ ایسے انسان سب جگہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ جن میں محنت، ہمت اور دلیری نہیں ہوتی۔ کام کرنے میں جن کا دل نہیں لگتا۔ اور نہ کام کرنے میں جن کو کچھ آنند آتا ہے۔ وہ کام کو ایک بیگار سمجھتے ہیں۔ اور بڑی بے دلی سے کرتے ہیں۔ اس کا کیا باعث ہے؟ یہی کہ ان کی صحت بگڑ گئی ہے۔ ان کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اور ان میں ہمت اور جرأت نہیں رہی ہے۔

کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے۔ کہ ہم لوگ اس بات کا تو متواتر دھیان رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا خرچ کم ہو۔ اور ہماری آمدنی زیادہ ہو۔ ہم ۱۰۰ لگا کر ۲۰۰ پیدا کریں۔ ایک روپے کے سوت سے پانچ روپے کا کپڑا تیار کریں۔ مگر اپنے جسم کی ترقی تنزلی۔ اور نفع نقصان کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ ہم میں کتنی نئی

طاقت پیدا ہوئی ہے۔ اور کتنی خرچ ہوئی ہے۔ اس کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ ہمارا پچھلے سال کتنا وزن تھا۔ کتنا خون تھا۔ کتنی طاقت تھی۔ ایک منٹ میں ہم کتنی بار سانس لیتے تھے۔ ایک گھنٹے میں ہم کتنا کام کر سکتے تھے۔ اور کتنا چل سکتے ہیں۔ اور اس سال ہماری کیا حالت ہے۔ ان باتوں کا کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آتا۔

ہم میں سے بہت سے خود اپنے دشمن ہیں

اور اپنے آپ سے لڑائی ٹھانے رہتے ہیں۔ ہم اپنے سے امیدیں تو بڑی بڑی رکھتے ہیں۔ مگر اپنے آپ کو بڑے بڑے کاموں کے لایق نہیں بناتے۔ یا تو ہم رات دن پلنگ پر لیٹے رہتے ہیں۔ اور یا آلسی بن جاتے ہیں۔ یا رات دن کام میں لگے رہتے ہیں۔ اور بیمار پڑ جاتے ہیں۔ یعنی یا تو ہم آرام کرتے ہی نہیں۔ یا اگر کرتے ہیں۔ تو رات دن آرام کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ یہ دونو حالتیں بری ہیں۔ اور صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔

ہمارا جسم ایک مشین کی مانند ہے

بلا شبہ یہ کام کرنے کے لئے ہے۔ مگر مشین اسی وقت تک ٹھیک کام دیگی۔ جب تک اس کے کل پرزوں کو ٹھیک طور سے صاف رکھا جاویگا۔ ان میں تیل وغیرہ ڈالا جاویگا۔ اگر کسی مشین سے رات دن کام لیا جائے۔ اور اسے کبھی صاف نہ کیا جاوے۔ تو نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ مشین بہت جلد خراب ہو جائے گی سال بھر چلنی ہوگی۔ تو چھ مہینے ہی چلے گی۔ یہی حال ہمارے جسم کا ہے۔ بلاشبہ جسم کام کرنے کے لئے ہے۔ مگر کام کے بعد اسے آرام بھی ضرور دینا چاہیے۔

اور اس کے کل پرزوں (اعضاء) کو ٹھیک رکھنا چاہیئے۔ اگر کسی پرزے (عضو) میں کوئی خرابی ہو۔ تو اُسے دُور کرنا چاہیئے۔ اگر دماغی کام کرتے کرتے جی اُکتا گیا ہو۔ تو جسمانی محنت کرکے تھکان کو دُور کرنا چاہیئے۔ اگر جسم سے بالکل کام نہیں لیا جاویگا۔ تو لوہے کی مانند اس میں زنگ لگ جاویگا۔ اور اگر جسم سے زیادہ کام لیا جاویگا۔ تو جسم کمزور اور ناطاقت ہو جاویگا۔ اس لئے نہ تو جسم سے زیادہ کام لینا چاہیئے۔ اور نہ جسم کو بالکل بنا کام کے ہی چھوڑنا چاہیئے۔ کام کے بعد آرام اور آرام کے بعد کام کرنا چاہیئے۔

ہم لوگ اپنے جسم کو کتنی ہی طرح سے خراب کرتے ہیں۔ مثال کے لئے قوت ہاضمہ کو لیجیئے۔ کھانا کھانا اُسی وقت مفید ہے۔ کہ جب وہ ہضم ہو سکے اگر جو کچھ ہم کھاتے ہیں۔ وہ ہضم نہیں ہوتا ہے۔ تو خواہ ہم کتنا ہی کھایا کریں اس سے ہمارے جسم میں کچھ بھی طاقت نہیں آسکتی۔ اور نہ اس سے خون بن سکتا ہے۔

کھانا کھانے کا وقت مقرر ہونا چاہیئے

اور ایک بار کھا کر دوسری بار اس وقت کھانا چاہیئے۔ کہ جب پہلا کھانا اچھی طرح سے ہضم ہو جائے۔ اور زور سے بھوک لگی ہو۔ بھوک کا لگنا اس بات کی علامت ہے۔ مگر یاد رہے کہ بھوک اصلی ہو۔ نہ کہ بھوک کی بھڑاس محض بھڑاس تو اکثر لذیذ چیزوں کو دیکھ کر ہو جایا کرتی ہے۔ مگر ہمیں اس وقت نہیں کھانا چاہیئے۔ بے وقت بھوجن کرنے سے اور بنا بھوک بھوجن کرنے سے نہ پہلا کھایا ہوا ہضم ہو سکتا ہے۔ اور نہ پچھلا کھایا ہوا ہی پچ سکتا ہے۔ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ اور جسم کمزور ہو جاتا ہے۔

سادہ غذا کا استعمال

بہت سے لوگ ثقیل چیزوں کے استعمال کرنے کے مشتاق رہتے ہیں۔ خواہ وہ پتلے دودھ کو بھی ہضم نہ کرسکیں۔ مگر کھاتے رہتے ہیں مرغن اور سوہن حلوا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں بہت جلد سوئے ہضمی اور قبض کی شکایت ہونے لگتی ہے۔ آج اس ملک میں لاکھوں آدمی اس بدہضمی کے بیمار ملیں گے۔ اس کا اصل باعث کیا ہے؟ یہ کہ شروع میں انہوں نے ایسی ثقیل اغذیہ کا استعمال کیا ہے۔ کہ جس سے اب وہ نرالی روٹی کو بھی اچھی طرح سے ہضم نہیں کرسکتے۔ بہت سے لوگ تیل۔ کھٹائی۔ مرچ اور مصالحہ وغیرہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں بھی صحت کے لیے مضر ہیں۔

اعتدال لازمی ہے

جہاں بہت سے لوگ زیادہ کھانے سے اپنی صحت کو خراب کرلیتے ہیں۔ وہاں بہت سے کم کھانے سے بیمار پڑتے ہیں۔ اور کمزور رہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے کنجوس ہوتے ہیں۔ کہ وہ بھر پیٹ بھوجن بھی نہیں کرتے۔ کبھی کبھی دودھ وغیرہ کی صورت بھی نہیں دیکھتے اور تو کیا سبزی وغیرہ بھی نہیں کھاتے۔ بیمار پڑنے پر لالچ میں آکر اچھی دوائی کا استعمال بھی نہیں کرتے۔ خراب۔ باسی اور سستی اور روزانہ ایک ہی طرح کی چیزوں کے کھانے سے اور وہ بھی پیٹ بھر نہیں۔ وہ زیادہ کمزور ہوجاتے ہیں اور زیادہ کام نہیں کرسکتے۔

صحت کیلئے زیادہ کھانا بھی بُرا ہے اور کم کھانا بھی بُرا

کھانے پینے میں انسان کو باقاعدہ ہونا چاہیئے۔ جو لوگ باقاعدہ اور ضبطی نہیں ہوتے۔ وہی شراب گوشت وغیرہ ممنوع چیزوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اور وہی لوگ وشئے واسناؤں میں پھنس جاتے ہیں۔ ضابطہ جو اس انسان ان سب برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ وہ اتنا کھانا کھاتے ہیں۔ جسکو وہ بخوبی ہضم کر سکیں۔ اور صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ جسم اور تندرستی کے واسطے سادہ اور ہلکے بھوجن کی ضرورت ہے۔ وہ سادا اور ہلکا کون سا بھوجن ہے۔ اس کے بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وجہ یہ کہ یہ بات دلیش۔ کال اور موسم پر انحصار رکھتی ہے۔ سب انسانوں کے لئے اور سب ممالک کے لئے سب موسموں میں ایک بھوجن نہیں ہو سکتا۔ میرے لئے کونسا بھوجن بہتر اور صحت بخش ہے اس بات کو ہر ایک انسان اپنی حالت کے مطابق سوچ سکتا ہے۔ یا اپنے وئید اور ڈاکٹر سے پوچھ سکتا ہے۔ عام طور پر ہم یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ

گائے کا دودھ

بہت ہی سادہ۔ ہلکی اور صحت بخش غذا ہے۔ یہ اکثر بچے سے لے کر بوڑھے تک سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس کا استعمال ہر ایک انسان ہر ایک عمر میں کر سکتا ہے۔

غذا کے متعلق کہتے ہوئے ہم اس بات کو بھی کہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ کھانا جہاں تک ممکن ہو۔ ہمیشہ یکساں نہ ہو۔ کھانے میں تبدیلی ضرور کرتے رہنا چاہیئے روزانہ ایک ہی قسم کا کھانا کھانے سے بھوجن میں ارُوچی ہو جاتی ہے۔ اور اس

اُرد چی کے باعث بھوک کم لگتی ہے۔ تبدیلی کرتے رہنے سے بھوک بھی زیادہ لگتی ہے۔ اور کھانا لذیذ بھی لگتا ہے۔ ہمارے کھانے میں سبزی زیادہ ہونی چاہیئے۔ سبزی جسم کے لئے بڑی عمدہ چیز ہے۔ مٹھائی جہاں تک ہوسکے کم کھانی چاہیئے۔

جس طرح ہم باغ میں پودوں کی ضروریات کو جان کر اُن کے مطابق اُن کے لئے کھاد وغیرہ کا بندوبست کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں اپنے جسم کی ضروریات کو جان کر ان کے مطابق اپنے لئے بھوجن کو مقرر کرنا چاہیئے۔ مختلف طبائع کے انسانوں کے لئے مختلف قسم کی غذاؤں کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے کبھی انسان کو کسی طرح کی بیماری کی شکایت نہیں ہوسکتی۔ ہمارے جسم میں جتنی بیماریاں ہوتی ہیں۔ ان سب کی بنیاد کھانے پینے کی گڑبڑ ہے۔ کھانے پینے میں بے احتیاطی اور بے ضبطی ہونے سے ہی لوگ بیمار پڑتے ہیں۔ دیکھئے، اِس

دو انگل کی زبان

کے لئے لوگ کیسے کیسے دُکھ اٹھاتے ہیں۔ جو لوگ کھانے پینے میں ضبط کو کام میں لاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ تندرست اور باصحت رہتے ہیں۔ بیماری اُنہیں بھُول کر بھی نہیں لگتی۔ اُنہیں کبھی دوائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم میں سے بہت سے تو ایسے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ کہ وہ صحت کے اصولوں کی دیدہ دانستہ خلاف ورزی کرتے ہیں۔ صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

کنجوسی کا نتیجہ

ہمیں اس بات کا بڑا تعجب ہے۔ کہ بہت سے لوگ یوں تو بڑے ہوشیار اور عقلمند ہوتے ہیں۔ مگر اپنے جسم کی حفاظت کے لئے ذرا ذرا سی باتوں میں کنجوسی کرتے ہیں۔ ایسی کنجوسی کا جو نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دیکھنے میں تو وہ اپنے خیال میں بچت کرتے ہیں۔ مگر اس بچت سے آگے چل کر نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ آج تو لالچ میں آکر باسی روٹی یا کوئی باسی چیز کھالی۔ مگر کل کو پیٹ میں درد ہونے پر ڈاکٹر اور دوا کی ضرورت پڑے گی۔

دنیا میں سب کاموں کے کرنے کے لئے اچھے سادھنوں کی ضرورت ہے۔ جب تک اچھے سادھن نہ ہونگے۔ کوئی بھی کام حُسن و خوبی نہیں ہو سکتا۔ جس بڑھئی کے پاس تیز اور نوکدار اوزار نہیں ہیں۔ وہ اچھی چیزیں نہیں بنا سکتا۔ جس مشین کے کل پُرزے ٹھیک نہیں ہیں۔ وہ چل نہیں سکتی۔ جب تک طالب علم کے پاس اچھا کاغذ۔ قلم اور سیاہی نہ ہو۔ تب تک وہ اچھی طرح نہیں لکھ سکتا۔ اسی طرح مکان میں جب تک عمدہ مصالحہ نہ لگایا جائیگا۔ تب تک وہ مضبوط نہیں بن سکتا۔ مطلب یہ کہ ہر ایک کام میں عمدہ سامان کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اور جسم کی مشین کو برابر اچھی طرح چلانے کے لئے اپنے ویریہ کی رکھشا کرو۔

تمہارے جسم میں سب سے قیمتی چیز تمہارا ویریہ بل ہے

ویریہ گویا تمہاری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اور کامیابی کا بنیادی سادھن ہے اس کے بغیر تمہیں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ اس کی قدر کرو۔ اور اس کو بھول کر بھی ضائع نہ کرو۔ دُنیا میں جو کچھ بھی تم کام کرو اپنے ویریہ بل پر کرو۔ وہ تمہارے لئے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ جس آدمی میں ویریہ بل ہے۔ اس کے لئے دُنیا میں کوئی مشکل یا ناممکن بات نہیں ہے۔ وہ چاہے۔ تو لوہے کے پہاڑ کو موم بنا سکتا ہے۔ اس لئے تم سے جہاں تک ہو سکے۔ اپنے ویریہ کی رکھشا کرو۔

جس آدمی میں ویریہ بل ہے۔ وہ امیر ہونے پر بھی اُن دولت مندوں سے زیادہ خوشحال ہے۔ جنہوں نے اپنے بیرج کو برباد کر دیا ہے۔ سونا۔ چاندی اور ہیرے موتی بھی بیرج رُوپی رتن کے مقابلے میں ناچیز اور ہیچ ہیں۔ جو لوگ بیرج رُوپی بیش بہا رتن کو تباہ کر دیتے ہیں۔ وہ دُنیا میں

سب سے زیادہ فضول خرچ

ہیں۔ ان کے سامنے دھن دولت کے لٹانے والے کچھ بھی نہیں ہیں۔ وہ اُن سے بھی کہیں گرے ہوئے ہیں۔ کہاں تک کہیں۔ وہ خود ہی اپنے دشمن اور تباہ کنندہ ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی کی طاقت کو برباد کر رہے ہیں انہیں اگر ہم آتم ہتیارا کہیں۔ تو نامناسب نہ ہو گا۔

وہی چیز فائدہ مند اور سارتھک ہے۔ جو کام میں آوے۔ اگر کسی کے گھر میں لاکھ روپے زمین میں گڑے رکھے ہیں۔ اور اس کے کام نہیں آتے۔ تو ان سے کیا فائدہ؟ جس آدمی میں قابلیت ہے۔ مگر جو اس سے کام نہیں لیتا اس سے کیا فائدہ؟ جو طاقتیں نشٹ ہو گئی ہیں۔ جو اندریاں دُربل ہو گئی

ہیں۔ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ خواہ تمہاری کیسی تیز عقل ہو۔ اور تمہارا دماغ کیسا ہی تیز ہو۔ لیکن اگر تم میں جسمانی طاقت نہیں ہے۔ تم نے اپنے بیرج کو ضائع کر دیا ہے۔ تو عقل کا تیز ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ کیونکہ تم ذرا سی محنت کرنے سے تھک جاتے ہو۔ اور تمہارا سر چکرانے لگتا ہے۔ بس اور بدھی بھی اسی وقت مفید اور لابھ دایک ہے۔ جب کہ جسم میں طاقت ہو۔ اور صحت اچھی ہو۔

تمہاری صحت کو نہ جانے کتنی چیزیں بگاڑ رہی ہیں۔ تم اپنی جسمانی طاقت کو نہ معلوم کن کن بُری عادتوں سے ہر روز تباہ کر رہے ہو۔ تمہارے جسم میں سب سے بڑی چیز تمہارا بیرج ہے۔ تم میں جو کچھ بھی تیج اور طاقت ہے۔ وہ سب بیرج کے باعث ہی ہے۔ بیرج سے خالی جسم گویا مکھن نکالے ہوئے دودھ یا بھنے ہوئے چنے کے مانند ہے۔ اس لئے

بیرج کی رکھشا کرنا تمہارا سب سے بڑا دھرم ہے

جو بُری عادتیں تمہارے بیرج کے بل کو ضائع کر رہی ہیں۔ ان کا ابھی منہ کالا کر دو۔ جو باتیں تمہاری صحت کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ انہیں اسی وقت چھوڑ دو۔ جن وجوہات سے تمہارا جسم مضبوط و قوی نہیں ہوتا۔ ہمیشہ امراض میں مبتلا رہتا ہے۔ ان کو اسی وقت ترک کر دو۔ ایسے جسم کو دھارن کرنا جس میں تیج اور بل نہیں ہے۔ کانتی اور زینت نہیں ہے۔ شرم کی بات ہے۔ انسان بن کر۔ ہنومان۔ ارجن اور بھیشم کی سنتان ہو کر اگر تمہارا جسم مضبوط نہیں ہے۔ اگر تمہارے چہروں میں تیج اور کانتی نہیں ہے۔ تو اس سے بڑھ کر تمہارے لئے اور کیا

شرم کی بات ہو سکتی ہے!

طالب علمو! نوجوانو! خبردار! اپنے جسم کی رکھشا کرو۔ اپنی زندگی کو اعلیٰ بناؤ۔ بُری خواہشوں اور عادتوں کو ترک کردو۔ خود ضبطی اور سدا چار کے اصولوں کا پالن کرو۔ جو کام کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ صرف اسی کام کو کرو۔ جس سے تمہارا جسم تندرست رہے۔ صحت درست رہے۔ تمہاری طاقتیں ترقی پذیر ہوں۔ اور تم جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی بھی کر سکو

غصّہ اور فکر

تمہاری کتنی ہی طاقت غصّہ وغیرہ بُرے جذبات کی وجہ سے فنا ہو جاتی ہے۔ جسم کو خاک سیاہ کر دینے کیلئے غصّہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ غصّہ ور انسان رات دن اپنے آپ کو جلاتا رہتا ہے۔ فکر بھی انسان کے جسم کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ چنتا (فکر) کی مثال چتا سے دی جا سکتی ہے۔ حسد۔ بغض۔ مذمت۔ نفرت یہ سب جسم کو گھلانیوالے ہیں۔ ان سے من اور جسم دونو کی تنزلی ہوتی ہے۔ ایک انسان صبح سے شام تک کام کر کے اتنا نہیں تھکتا۔ جتنا کہ غصّہ کر کے یا فکر کر کے ایک گھنٹے میں تھک جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کبھی کبھی غصّہ کے جوش میں لوگ گر پڑتے ہیں۔ بیہوش ہو جاتے ہیں۔ اور تو کیا خودکشی تک کر لیتے ہیں۔ غور کرو۔ تمہارا کتنا وقت ایسی ایسی باتوں میں نشٹ ہوتا ہے یاد رکھو۔ بُرے خیالات سے روح اور جسم دونو کمزور ہوتے ہیں۔ ان سے حتے الوسع اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ فکر کو اپنے دل میں جگہ نہ دو

کیونکہ فکر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم

ہمیشہ اپنا اور دوسروں کا بھلا

سوچا کرو۔ اور اچھے سے اچھے کام کرنے کی کوشش کرو۔ بس یہی تم کر سکتے ہو۔ اور یہی تمہیں کرنا چاہیئے۔ فکر کر کے عبث میں اپنے وقت۔ محنت اور طاقت کو ضائع مت ہونے دو۔

لوگ اپنے گھروں میں ہارمونیم اور ستار وغیرہ باجوں کو تو بڑے سُر اور تال سے بجایا کرتے ہیں۔ مگر اُن کے جسم رُوپی ستار کے تاروں میں بہت کم سُر پایا جاتا ہے۔ وہ اکثر ایک دوسرے سے اُلٹے بجتے ہیں۔ یاد رکھو۔ جس طرح انسان وہ باجہ سر اور تال کے بنا نہیں بجا سکتا۔ اسی طرح انسان بھی اس وقت تک حقیقی سُکھ کا بھوگ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام طاقتوں اور حواس کو ایک مقررہ راستے پر نہ لگاوے۔ اور ان سے باقاعدہ کام نہ لے۔

تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد

یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تم اپنی طاقتوں کو اعلےٰ سے اعلےٰ بناؤ۔ اور اپنی صحت اور طاقت کو بڑھا سکو۔ کہ جس سے ہر ایک موقعہ کو بڑا موقعہ بنا سکو۔ مشکل یہ ہے۔ کہ تم میں سے بہتوں کو

انسان کی پاکیزگی و عظمت

کا علم نہیں ہے۔ اور اس پر تم کبھی غور کرتے ہو۔ یعنی تم خود اپنی صورت سے ہی ناواقف ہو۔ یاد رکھو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ انسان تو

ساکشات ایشور کا رُوپ

ہے۔ ایشور اس میں واس کرتا ہے۔ اسکی آتما (روح) میں الہی صفات موجود ہیں صرف اس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ جذبات۔ خواہشات اور اندریہ سُکھوں میں مست اور مخمور ہونے کے باعث وہ اپنے رُوپ، اور گُن کو بھولا ہوا ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے آپ کو ناچیز۔ ادنےٰ اور قابل نفرت۔ حقیر۔ کمزور اور ناطاقت مت سمجھو۔ بلکہ اپنے آپ میں الہی صفات کو انوبھو کرو۔ اپنی آتما کو پرماتما (بڑا) سمجھو۔

تمہارے اندر اننت شکتی موجود ہے

اسے استعمال میں لاؤ۔ پھر دیکھو۔ تم کتنی جلدی ترقی کرتے ہو۔ تم میں جو کچھ کمی ہے۔ وہ اس وجہ سے ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو ناچیز اور حقیر سمجھتے ہو۔ اور حیوانی جذبات میں پھنسے ہوئے ہو۔ تم

اپنے آپ کو اعلےٰ سمجھو

اپنے آپ کو

ایشور کا امرت پتر

سمجھو۔ اور تبھی تم روحانی و اخلاقی ترقی کر سکتے ہو۔ تبھی تم شانتی اور سُکھ کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہو۔

اوم شم

رسالہ مارتنڈ کے خود خریدار بنو اور دوسروں کو اس کا خریدار بناؤ (ایڈیٹر)

اپنے خیر خواہ بنو

دُوسرا باب

اشرفیاں لُٹیں اور کوئلوں پر مُہر

اس میں شک نہیں کہ کفایت بہت اچھی چیز ہے۔ مگر فضول کی کفایت کرنا اچھا نہیں ہے۔ اس کا نام مورکھتا یا جہالت ہے۔ اور اس کا انجام نقصان اور فضول خرچی ہے۔ ایک آدمی روپیوں کی تھیلی لئے جا رہا تھا۔ اس میں سے ایک روپیہ کہیں سڑک پر گر پڑا۔ وہ تھیلی کو ایک کنارے رکھ کر گرے ہوئے روپے کو ڈھونڈھنے لگا۔ اتنے میں کوئی راستہ چلنے والا تھیلی اُٹھا کر چمپت ہوا۔ اور اسے معلوم نہیں ہوا۔ مورکھ نے ایک روپے کی خاطر تھیلی کھو دی۔

ایک امیر آدمی کو کفایت کی اتنی عادت پڑ گئی تھی۔ کہ وہ پیسوں کی بچت کے لیے روپیوں سے بھی زیادہ قیمتی وقت کو ضائع کر دیا کرتا تھا۔ رات کو زیادہ تیل خرچ نہ ہو۔ اس لئے چراغ میں بہت ہی باریک بتی لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں اچھی طرح دکھلائی نہ دیتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ اس کے گھر میں آدمی روز اندھیرے کی وجہ سے کسی نہ کسی چیز سے ٹھوکر کھاتے تھے۔ ایک رات کو تو اُن میں سے ایک کے ہاتھ سے روشنائی کی بوتل ایک بڑی قیمتی دری پر گر پڑی تھی۔ اگرچہ اُس کے پاس ہزاروں روپیہ تھا۔ تو بھی وہ اتنا کنجوس تھا۔ کہ خطوط میں سے کورے

کاغذ کے ٹکڑے پھاڑ لیتا تھا۔ دیوالی کے دن چراغوں میں سے ذرا ذرا سا بچا ہوا تیل نکال لیتا تھا۔ دوکان کے ذرا ذرا سے کاموں کو بھی خود اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ اور بنڈلوں میں جو سُوتلی اور رسّی وغیرہ بندھی ہوتی تھی۔ اُس کے نکالنے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیا کرتا تھا۔

ہندوستان میں ایسے بیوقوف امیروں کی کمی نہیں ہے۔ یہ لوگ اکثر وقت کی کچھ بھی قدر نہیں جانتے۔ وہ کبھی کبھی ایک پیسہ کے بچانے کے لیے گھنٹوں ضائع کر دیتے ہیں۔ یکے والے کو ایک پیسہ زیادہ نہیں دیں گے۔ خواہ چوتھائی یا آدھ گھنٹہ تک کھڑے رہنا پڑے۔ اور پھر تا چار منہ مانگا دینا پڑے۔ کہیں پر پانسو روپے کے نوٹ بھیجنے ہیں بیمہ کے دس بارہ آنے کے خرچ کے لالچ سے نوٹوں کو ویسے ہی بھیج دیتے ہیں۔ خواہ راستے میں بھلے ہی گم ہو جاویں۔ کہیں پر بلٹی بھیجتے ہیں مگر دو آنے کے پیسے رجسٹری میں خرچ نہیں کرینگے۔ خواہ بلٹی کہیں کھوئی بھلے ہی جاوے۔ دس روپے کو اچھا ماسٹر ملتا ہے تو دس روپیہ خرچ نہ کر کے دو روپیہ کا کوئی معمولی سا آدمی رکھ لینگے۔ خواہ لڑکا ایک لفظ بھی نہ پڑھے۔ اور اُلٹی اس میں بُری عادتیں پڑ جائیں اور بڑا ہونے پر باپ کے ہزاروں روپے فضول برباد کر دے۔

یاد رہے۔ کہ کنجوسی کا نام کفایت شعاری نہیں ہے۔ اور نہ جس طرح کی مثالیں اوپر دی گئی ہیں۔ وہ کفایت شعاری کی ہیں۔ حقیقت میں کفایت شعاری کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر ایک چیز کو عقلمندی اور دُور اندیشی سے خرچ کیا جاوے۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ تو اُسے ضرور خریدے۔ اور جس چیز کی ضرورت نہ ہو۔ اُسے خواہ سستی ہی ملے۔ تو بھی نہ لے۔ ضرر ہی خرچ نہ

کرنے کا نام کنجوسی ہے۔ اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کا نام فضول
خرچی ہے۔ کفایت شعاری ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ کنجوسی بھی بری
ہے۔ اور فضول خرچی بھی بری ہے۔ کفایت شعاری اچھی ہے۔ اور اس پر
امیر غریب سب کو چلنا چاہیئے

شادی بیاہ میں قرض تک لے کر ہزاروں روپیہ لٹا دینا فضول خرچی
ہے۔ اور بچوں کو پڑھانے لکھانے میں کافی روپیہ خرچ نہ کرنا اس کا نام کنجوسی
ہے۔ سو روپیہ کی آمدنی ہونے پر اسّی روپے ضروری کاموں میں خرچ کرنا اور
بیس روپے آگے کے لیئے جمع کرنا۔ اس کا نام کفایت شعاری ہے۔ کفایت
کرنا ہر ایک آدمی کا کام ہے۔ مگر تنگی اٹھا کر یا تکلیف اٹھا کر کفایت کرنا عقلمندی
میں داخل نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اب تو دیکھنے میں کفایت
نظر آتی ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اس کی وجہ سے بڑا نقصان اُٹھانا پڑتا
ہے۔ فرض کرو۔ کسی آدمی کی نظر کمزور ہو گئی ہے۔ اُسے چشمہ خرید لینا چاہیئے
مگر وہ یہ سمجھ کر کہ کون دس روپیہ اس وقت فضول ضائع کرے۔ نہیں خریدتا
کچھ عرصہ بعد اس کی بینائی اور بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو بالکل
دکھلائی نہیں دیتا۔ ہندوستان میں ایسے اندھے ہزاروں کی تعداد میں ہیں
کہ جنہوں نے پہلے عینک وغیرہ لگانے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ لالچ کی
وجہ سے علاج ہی کیا۔ اس کا نام فضول کی کفایت ہی نہیں بلکہ مورکھتا اور
ادنے پن بھی ہے۔

بہت سے آدمی کپڑے لتے میں اتنی کفایت کرتے ہیں۔ کہ ان کی وجہ
سے اُنہیں آخر میں بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ بہت
سے دوکاندار ایسے میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتے ہیں۔ کہ کسی بھلے آدمی کا اُن

کی دوکان پر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ بہت سے آدمی قابل ہونے پر بھی کھانے پینے میں اتنی کفایت کرتے ہیں۔ کہ نہ دودھ پیتے ہیں۔ نہ گھی کھاتے ہیں۔ اناج بھی موٹا ساٹا کھاتے ہیں۔ نہ کبھی اپنے کھانے میں تبدیلی کرتے ہیں اور نہ کوئی نئی چیز کھاتے ہیں۔ اس

ناواجب کفایت کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور صحت خراب ہو جانے کے باعث بہت کم کام ہوتا ہے۔ اور زندگی بھی کم ہو جاتی ہے۔

اس لئے اے ناظرین! خواہ تم اور کسی بات میں بھلے ہی کفایت کرو۔ مگر کھانے پینے میں کبھی فضول کفایت نہ کرو۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ تم روز مٹھائیاں کھایا کرو۔ حلوا پوری اڑایا کرو۔ یا چٹ پٹے کھایا کرو۔ بلکہ یہ ہے کہ جو چیزیں صحت کی حفاظت کے لئے مفید ہوں۔ جن کے کھانے سے جسم میں بل اور ویرج بڑھے۔ دماغ تازہ ہو۔ ان کا استعمال کیا کرو۔ اُن میں کفایت کرنے سے قطعی نقصان ہے۔ جس طرح کسان اپنے کھیت میں بونے کے لئے اچھے سے اچھے بیج کو چھانتا ہے۔ کہ جس سے اس کی پیداوار اعلیٰ ہو اسی طرح تمہیں بھی مناسب ہے کہ اپنے جسم کے لئے اچھی سے اچھی غذا پسند کرو۔ کہ جس سے تمہارا جسم مضبوط ہو۔ اور اس میں نیا اور تازہ خون پیدا ہو۔ جس کی وجہ سے تم زیادہ کام کر سکو۔ اور اچھا کر سکو۔ بہت سے لوگ کفایت کرنے کے لئے بیاہ شادیوں کی بچی ہوئی تین تین چار چار دن کی پوڑیاں اور دس دس پندرہ پندرہ دن کی مٹھائیاں کھایا کرتے ہیں۔ یا بازار سے سستی ساگ بھاجی لاتے ہیں۔ خواہ وہ گلی سڑی کیوں نہ ہو۔ بعد میں

جب ان کی وجہ سے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ یا ہیضہ وغیرہ ہوتا ہے۔ تو روپے کا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور تکلیف زیادہ اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور کبھی کبھی زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اس لئے اس طرح کی کفایت سے انسان کو چوکنا رہنا چاہیئے۔

انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنی طاقت میں کفایت سے کام لے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ کسی کام کو جی لگا کر حسب خواہش نہ کرے اور اُس کے کرنے میں پوری محنت نہ کرے۔ بلکہ یہ کہ عبث میں

اپنی طاقت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے

سفر میں وقت پر کھانا اور وقت پر سونا چاہیئے۔ ہندوستانی اس بات میں بڑی غفلت کرتے ہیں۔ سفر میں اکثر بڑے بڑے دولت مند بھی وقت پر کھانا نہیں کھاتے۔ اور نہ وقت پر نیند لیتے ہیں۔ وقت پر کام نہ کرنے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس بات میں ہمیں انگریزوں سے سبق لینا چاہیئے۔ وہ گھر پر بھی سب کام وقت پر کرتے ہیں۔ اور سفر میں بھی وقت پر۔ خواہ وہ مہینوں تک ریل گاڑی میں رہیں۔ مگر سفر کی وجہ سے ان کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ انہوں نے ریل گاڑی میں وقت پر کھانا کھایا ہے۔ وقت پر نیند لی ہے اس پر ہندوستانی یہ کہیں گے۔ کہ انگریز لوگ تو اکثر پہلے اور دوسرے درجے میں سفر کرتے ہیں۔ اس لئے ریل میں بھی گھر کی مانند آرام سے رہتے ہیں۔ بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ مگر کیا دولت مند ہندوستانی پہلے اور دوسرے میں سفر نہیں کر سکتے؟ ان کی طرح نوکر چاکر نہیں رکھ سکتے؟ ضرور رکھ سکتے ہیں۔ مگر رکھتے نہیں۔ اس کا باعث ان کی عبث کی کفایت ہے۔ وہ اپنے جسم اور

صحت کی کچھ فکر نہیں کرتے۔ اور ان کی طرف سے لاپرواہ رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم تو یہی کہینگے۔ کہ وہ روپیہ کو تندرستی سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں۔ مگر بات بالکل اُلٹی ہے۔

صحت کیلئے دولت ہے

تو صحت ہے۔ تو سب کچھ ہے۔ تندرستی کے بغیر دولت سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ روپیہ یا دولت خود کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ روپے کا جایز استعمال ہی اچھا ہے۔ اور اس کا جایز استعمال ہی ہے۔ کہ تندرستی کی حفاظت کے لئے اسے خرچ کیا جائے۔ تندرستی میسر ہونے سے دھن کی ترقی ہوسکتی ہے۔ دل اور دماغ اچھی طرح سے کام کر سکتے ہیں اور نیک خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

جن لوگوں کی صحت خراب ہو گئی ہے۔ وہ دن رات دُکھی رہتے ہیں۔ اُن کے خیالات ادنےٰ اور کمینے ہو جاتے ہیں۔ ان کا دل اور دماغ دونو کمزور ہو جاتے ہیں۔ جس سے وہ بالکل کسی مضمون پر گہرا وچار نہیں کر سکتے ہیں۔

تندرستی کامیابی کا راز ہے

انسان کوئی بھی پیشہ کرتا ہو۔ اگر اس کی صحت اچھی نہیں ہے۔ تو اس کا کوئی کام پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جس چیز سے صحت بڑھے۔ جسم میں طاقت آوے۔ اور دماغ تازہ ہو۔ اُسے طاقت بھر دھن دے کر بھی لینا مناسب ہے۔ جس چیز سے تم میں عقل۔ شکتی اور قابلیت پیدا ہو۔ اس کے لئے روپیہ خرچ کرنے میں بھول کر بھی کفایت نہ کرو۔ اگر تمہارے جسم میں کوئی

بیماری ہوگئی ہے۔ تو جتنی جلدی ہو سکے۔ اس کا علاج کراؤ۔ ورنہ بیماری بڑھ جانے پر ایک تو روپیہ زیادہ خرچ ہو جائے گا۔ دوسرے اس وقت علاج کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ تیسرے کام میں روز روکاوٹ پڑتی رہے گی۔ جو کمی یا خرابی آج ہم میں پڑ گئی ہے۔ اس کو اگر ہم آج ہی دور کر دینگے۔ تو آج کچھ بھی دقت نہ ہوگی۔ ورنہ بعد میں بڑی مشکل ہوگی۔

اگر کسی مکان کی دیوار میں کوئی سوراخ ہو گیا ہے۔ اگر ہم آج ہی اُس کی مرمت کرا دیں گے۔ تو کچھ خرچ نہ ہوگا۔ لیکن اگر کچھ دن ٹال مٹول کریں گے تو دیوار ہی بیٹھ جائے گی۔ آج کسی باعث سے ہمارے منہ سے جھوٹ نکل گیا ہے۔ اگر آج ہی ہم اپنے دل میں پشچاتاپ نہیں کرینگے۔ اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم بالجزم نہ کریں گے۔ تو آہستہ آہستہ ہم میں جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔ اور ہم ایسے جھوٹے بن جائیں گے۔ کہ پھر اس بُری عادت کا چھوٹنا مشکل ہو جائے گا مطلب یہ کہ خرابی کو شروع میں ہی دور کر دینا بہتر ہے۔ ورنہ پیچھے خرابی کا دور ہونا ناممکن ہے۔

بہت سے لوگوں کو نیلام وغیرہ میں چیزیں خریدنے کی عادت ہوا کرتی ہے۔ بلا ضرورت کی اشیا بھی وہ اس لئے خرید لیتے ہیں کہ وہ سستی ہوتی ہیں۔ مگر ان کا ایسا کرنا کفایت شعاری نہیں ہے۔ کفایت شعاری کبھی سستی چیزوں کے خریدنے کا اپدیش نہیں دیتی۔ چیزیں وہی خریدنی چاہئیں جن کی ضرورت ہو جن کے بغیر کام میں روکاوٹ پڑتی ہو۔

ضرورت کی چیزیں

پیسہ زیادہ خرچ کر بھی لے لینی چاہئیں۔ مگر بلا ضرورت کی چیزوں کو لفظ قیمت

پر خرید کرنا بھی موڑ رکھتا ہے۔ جو لوگ بلا ضرورت کی چیزوں کو سستی سمجھ کر خرید لیتے ہیں۔ اگر وہ سال بھر میں حساب لگا دیں۔ تو انہیں معلوم ہو گا۔ کہ ان کا ضرورت سے کہیں زیادہ خرچ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ نیلام میں جو چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ وہ پُرانی ہوتی ہیں۔ اور پُرانی چیزیں نہ تو دیکھنے میں اچھی ہوتی ہیں۔ اور نہ زیادہ چلتی ہی ہیں۔ ان میں روز مرمت کی ضرورت پڑتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے۔ اچھی اور نئی چیزیں خریدنی چاہئیں

اشرفیوں کی لوٹ اور کوئلوں پر مہر یہ مثال ہندوستانی لوگوں پر صادق آتی ہے۔ گھروں میں جا کر دیکھئے۔ جھاڑو۔ دیا سلائی وغیرہ ذرا ذرا سی چیزوں میں تو عورتیں کتنی کفایت کرتی ہیں۔ مگر کپڑوں اور زیورات کتنی فضول خرچ کر دیتی ہیں۔ کہیں ایک سوئی گر پڑے۔ تو اس کے لئے گھنٹوں پریشان رہیں گی۔ ایک ایک پیسے کی ترکاری کی کفایت کریں گی۔ اور ذرا ذرا سی باتوں پر نوکروں کو ڈانٹ ڈپٹ بتلائیں گی۔ خواہ ان کی غفلت سے نوکر گھر میں سے سیروں مٹھائی اور گھی چرا کر لے جائے۔

جیسا ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ کنجوسی اور فضول خرچی کے بیچ میں کفایت شعاری ہے۔ اور

کفایت شعاری کے معنی

مختصراً یہ ہیں۔ کہ آمد سے زیادہ خرچ کبھی مت کرو۔ اور ضروری چیزوں کے لئے کبھی خرچ سے ہاتھ مت روکو۔ ضروری چیز کو پیسہ زیادہ دے کر بھی خرید لو۔ اور بنا ضرورت کی چیز کو مفت بھی نہ لو۔ دل بہلاوے کے لئے ناٹک راگ رنگ کی محفل میں جانا۔ رسالجات اور اخبار پڑھنا۔ اچھی اچھی کتابوں کا

مطالعہ کرنا اور ان میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اس کا نام فضول خرچی نہیں ہے ہاں روز روز تھیٹر تماشوں میں جانا۔ دو اخباروں یا رسالوں کے منگوانے کی طاقت ہے اس کی بجائے چار منگانا۔ ایک کوٹ کی ضرورت پر دو بنوانا۔ ایک نوکر سے کام چل سکتا ہے، دو نوکر رکھنا۔ اس کا نام فضول خرچی ہے۔ اور اس سے انسان کو ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ اُسے اپنی آمدن اور ضرورت صرف ان دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ انہیں دو باتوں سے وہ اپنی زندگی کو باقاعدہ بنا سکتا ہے۔ اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ بھی تبلا دینا ضروری ہے۔ کہ

سستے پن کا نام کفایت نہیں ہے

بہت سے لوگ کسی چیز کے بنوانے یا خریدنے وقت سستے پن کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ اگر انہیں مکان بنوانا ہے۔ تو سستے سے سستا مسالہ لینگے۔ سستے سے سستے کاریگر رکھیں گے۔ اگر انہیں کپڑا سلوانا ہے۔ تو سستے سے سستے درزی کی تلاش کریں گے۔ اگر انہیں اسباب کی ضرورت ہے۔ تو سستے سے سستا خریدیں گے۔ مگر مہنگا روئے ایک بار سستا روئے بار بار۔ یہ مثل اُن پر پوری طرح سے صادق آتی ہے۔ اچھی چیز اگرچہ اسوقت گراں ہے مگر وہ سستی چیز کی نسبت کہیں زیادہ چلے گی۔ پانچ روپے کی گھڑی اگر ایک سال چلے گی۔ تو پندرہ روپے کی گھڑی دس سال چلے گی۔ جو لوگ سستے کاریگر رکھتے ہیں۔ وہ آخر کار گھاٹے میں رہتے ہیں۔ پانچ روپیہ کا نوکر جتنا کام کرے گا۔ دس روپے کا نوکر اس سے دوگنا۔ اور عمدہ کام کرے گا۔ بیوقوف نوکر اگر مفت میں بھی ملے۔ تو بھی بُرا ہے لیکن عقلمند نوکر کو اگر دس

روپے زیادہ بھی دینے پڑیں۔ تو اچھا ہے۔ مورکھ اپنی مورکھتا سے دس روپے کیا کبھی کبھی پچاسوں روپے کا نقصان کر دیتا ہے۔ جو لوگ سستے نوکر رکھتے ہیں۔ وہ آخر کار نقصان اٹھاتے ہیں۔ کتنے ہی لوگوں کے کام اس لیے ڈوب گئے ہیں۔ کہ ان کے ہاں نوکر ہوشیار اور عقلمند نہیں تھے۔ اور اس کا باعث یہ تھا۔ کہ وہاں اچھی تنخواہ کے نوکر نہیں رکھے جاتے تھے۔ کسی کارخانے کو لے لیجئے۔ اگر اس میں کام کرنیوالے ہوشیار اور دور اندیش نہیں ہیں۔ تو وہ کارخانہ بہت جلدی ٹوٹ جائے گا۔ مگر جس میں سمجھدار اور عقلمند کاریگر ہیں۔ وہ خوب نفع اٹھائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ ہوشیار اور عقلمند کاریگر زیادہ تنخواہ لیں گے۔ دیسی کہاوت بھی ہے۔ جتنا گڑ ڈالئے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔

دنیا میں جو لوگ زیادہ کام کرتے ہیں۔ اور زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے خیر خواہ رہتے ہیں یعنی اپنے متعلق اعلےٰ خیالات رکھتے ہیں اور اپنی صحت۔ جسم اور من کی ترقی کرتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے کھانے پینے میں کنجوسی نہیں کرتے۔ اور وقت پر کھاتے۔ وقت پر سوتے ہیں۔ کبھی لوبھ میں آکر اپنے جسم کو دکھ نہیں دیتے۔ اور اپنے من کو دکھی نہیں کرتے چیز اچھی ملے۔ صرف انہیں اس بات کا خیال رہتا ہے۔ اچھی چیزوں کے لیے وہ پیسوں کی پروا نہیں کرتے۔ خواہ ایک کے بجائے دو پیسے لگیں۔ مگر وہ اچھی چیز کو لیں گے۔

ہمیشہ اچھی چیز ہی خریدو

بلاشبہ ہر ایک آدمی کے پاس اتنا دھن نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اچھی سے اچھی چیز خریدے

سکے۔ مگر یہ تو ہر ایک آدمی کر سکتا ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ وہاں تک اچھی چیز خریدے۔ ہمارے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ آدمی کو چاہیئے۔ کہ

اپنے جسم کو روپے سے زیادہ قیمتی

سمجھے۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ روپیہ کی خاطر اپنے جسم کو تکلیف نہ دے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ کہ جن میں خرچ کرنا اگرچہ فضول سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے لئے کسی دوکاندار کو لیجئے۔ کلکتہ۔ بمبئی جیسے بڑے شہروں میں جہاں ہزاروں دُکانیں ہیں۔ جب تک اشتہار نہ دیئے جاویں۔ اور نوٹس نہ نکالے جاویں۔ تب تک لوگوں کو یہ معلوم بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی نئی دوکان کھُلی ہے یا نہیں۔ اور اس پر کیا کیا مال بکتا ہے۔ وہاں پر اشتہاروں پر روپیہ خرچ کرنا دکان کو عمدہ طرح سے سجانا ضروری ہے اشتہاروں سے لوگوں کو دوکان کا پتہ لگیگا۔ اور سجاوٹ سے راستہ چلنے والوں کا دل کشش کریگا۔ سال بھر میں اشتہاروں میں جتنا خرچ ہوگا۔ اس سے کئی گنا اشتہاروں کے ذریعے فائدہ ہو جاویگا۔

ہندوستان میں بہت سے بیوپاری لوبھ یا کنجوسی کی وجہ سے ایسی بُری طرح سے رہتے ہیں۔ کہ بڑے آدمیوں تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ اگر وہ اچھی طرح سے رہیں۔ اچھے کپڑے پہنیں۔ اور اچھی سوسائٹی اور صحبت میں رہیں۔ تو اپنے کام سے کہیں زیادہ نفع اُٹھا سکتے ہیں۔

جس پیشے کا آدمی ہو۔ اُسے اپنے پیشہ والوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنا چاہیئے۔ وکیلوں کو وکیلوں کے ساتھ۔ ڈاکٹروں کو ڈاکٹروں کے ساتھ اور کاریگروں کو کاریگروں کے ساتھ ملنا چاہیئے۔ آپس میں ملنے سے ایک تو پریم

بڑھتا ہے۔ اور دوسرے پیشے میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اگرچہ آپس میں ملنے جلنے سے کچھ خرچ ہوتا ہے۔ مگر اس کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ ایسا کرنے سے خرچ کی نسبت فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال لیجئے۔ اگر کوئی نیا وکیل کسی پرانے وکیل سے ملے گا۔ تو اس کی صحبت سے اس کا علم اور تجربہ بڑھے گا۔ دوسرے لوگ یہ سمجھ کر بڑے وکیل کے پاس رہتے ہیں۔ اور بڑے وکیل کی فیس دینے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ اسی کے پاس آویں گے۔ اور آہستہ آہستہ کچھ دنوں میں اس کی آمدنی اچھی خاصی ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جو نیا وکیل بالکل الگ رہے گا۔ کسی سے ملے جلے گا نہیں۔ اس کے پاس کوئی آنا پسند نہیں کرے گا۔ اور اس طرح نہ تو اس کا تجربہ بڑھے گا۔ اور نہ اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

ترقی کے اصول

کوئی شخص اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ انسان اُسی وقت تک اپنا خیر خواہ کہلا سکتا ہے۔ کہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھے۔ اپنے متعلق اچھے خیالات رکھے۔ ہمیشہ خوشی اور امید کو بنائے رکھے۔ اور صحت کی حفاظت کے اصولوں پر ہمیشہ عمل کرتا رہے۔

بار بار یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ

صحت سے بڑھکر قیمتی چیز دوسری نہیں ہے

صحت کی آہوتی دے کر۔ جسم کو کمزور کر کے۔ خون کو سُکھا کر روپیہ جمع کرنا۔ دولت

کمانا انسان کو شوبھا نہیں دے سکتا۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے۔ وہ گویا اپنا آپ قاتل اور دشمن ہے۔ وہ اپنا خیر خواہ نہیں بلکہ حاسد ہے۔ جو لوگ اپنے خیر خواہ ہیں۔ وہ صحت اور زندگی کے لئے کماتے ہیں۔ اور زندگی کے لئے ہی روپے کو خرچ کرتے ہیں۔

آنتیں مسوس کر۔ پیٹ کو پٹی باندھ کر جو لوگ دھن کے لالچی ہوتے ہیں۔ اور جنہیں رات دن روپیہ جمع کرنے کی فکر رہتی ہے۔ وہ مورکھ ہیں۔ اُن کا جینا عبث ہے۔

عقلمند انسان زمانہ حال کی اتنی پروا نہیں کرتے۔ جتنی مستقبل کی کرتے ہیں۔ اگر وہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس کام میں اس وقت ہزار روپیہ لگانے سے کچھ عرصہ کے بعد ہزار کا منافع ہوگا۔ تو ہزار روپیہ خرچ کرنے میں جھجک نہیں کرتے۔

آج کل کا زمانہ یہی سکھلاتا ہے۔ کہ خواہ تم کوئی کام کرتے ہو۔ جتنا تم لگاؤ گے اتنا ہی کماؤ گے اور جتنی تم کنجوسی کرو گے۔ اتنا ہی نقصان اٹھاؤ گے۔ انگریزوں کو دیکھو۔ کہ وہ کسطرح روپیہ کماتے ہیں۔ اپنی حالت کا ان کی حالت سے مقابلہ کرو۔ نہ تم پیٹ بھر کے کھاتے ہو۔ نہ آرام سے سوتے ہو۔ جب دیکھو۔ تم کام میں جُتے ہوئے دکھائی دیتے ہو۔ تمہیں نہ سیر کرنے کی فرصت ملتی ہے۔ اور نہ تم لکھ پڑھ سکتے ہو۔ اور نہ سبھا سوسائٹی میں حصہ لے سکتے ہو ساتھ ہی تمہاری صحت بھی اچھی نہیں رہتی۔ مگر اس کے برخلاف انگریز سوداگروں کو دیکھو۔ وہ کیسے ہٹے کٹے ہوتے ہیں۔ ان کی صورت سے ہمیشہ بشاشت ٹپکتی ہے۔ وہ روز وقت پر کھاتے اور وقت پر سوتے ہیں۔ خواہ کتنا ہی کام زیادہ ہو۔ مگر انہیں کبھی بے وقت کام کرتے نہ پاؤ گے۔ کھیلنے سیر کرنے

لکھنے پڑھنے اور سبھا سوسائٹیوں میں جانے سب کاموں کے لئے انہیں وقت مل جاتا ہے۔ اور پھر ہندوستانیوں سے زیادہ کماتے ہیں۔ اس کا باعث یہی ہے۔ کہ وہ اصول پر کام کرتے ہیں۔ جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں کنجوسی نہیں کرتے۔ وہ کبھی روپیہ کی خاطر تکلیف نہیں اُٹھاتے۔ دس روپے خرچ کرتے ہیں۔ تو بیس کماتے ہیں۔

انگلینڈ میں غریب ہونا گناہ ہے

وہاں اتنے بھکاری نہیں ہیں جتنے ہندوستان میں ہیں۔ جس عمر میں ہندوستانی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اُس عمر میں انگریز جوان ہوتے ہیں۔ اور شادی کرتے ہیں۔

انگلینڈ میں دھوبی۔ نائی۔ بڑھئی وغیرہ تک گاڑیوں اور جوڑیوں میں بیٹھ کر نکلتے ہیں۔ وہاں کے حلوائیوں کی دوکانیں ہندوستان کے حلوائیوں کی دکانوں کی طرح گندی میلی اور مکھیوں سے لدی ہوئی نہیں ہوتیں۔ وہاں کا جُوتا گانٹھنے والا چمار بھی اسی شان و شوکت سے رہتا ہے۔ جس شان و شوکت سے کوئی بڑا کوٹھی کا مالک رہتا ہے۔ ہندوستانی بھی ایسا کر سکتے ہیں اگر وہ کرنا چاہیں۔ مگر یہاں تو ساری بات یہ ہے۔ کہ یہاں کے لوگ جسم کو تکلیف دینا اور رات دن دُکھ اور فکر میں بسر کرنا جانتے ہیں۔ ان کو اگر خیال ہے۔ تو روپیہ جوڑنے کا۔ یا روپے کو ایسے کاموں میں لگانے کا کہ جس سے صحت کو نقصان ہو اور صحت خراب ہو۔ بیوپار میں بھی جن باتوں سے ترقی ہوتی ہے۔ ان کو بھی استعمال میں نہیں لاتے۔ آج پیسہ لگا کر آج ہی اس کے دو پیسے ہو جانا مشکل ہے۔ اس کے لئے وقت اور وسائل کی

ضرورت ہے۔ انگریز لوگ کتنا روپیہ اشتہاروں میں لگا دیتے ہیں۔ اگر ایک ہزار روپے کا سرمایہ ہو۔ تو کم از کم دو سو تین سو روپیہ بلکہ اس سے بھی زیادہ اشتہار دینے میں دوکان کو سجانے میں۔ خریداروں کو سہولیت بہم پہنچانے کے سامان مہیا کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ روپے کو فضول برباد کر دیتے ہیں۔ ان کا اس طرح خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے۔ وہ آنا لگا کر اس سے کئی گنا کماتے ہیں۔ ان کا یہ اصول ہے۔ کہ

دُوکان خریداروں کو خود لاتی ہے

اگر تمہاری دوکان خوشنما اور سجی ہوئی ہوگی۔ تو خریدار ضرور تمہاری دُکان پر آئے گا۔

ہندوستانی دوکاندار بھی اگر اس اصول کی تقلید کریں۔ تو انہیں ضرور کامیابی ہو۔ وہ جن باتوں میں کفایت کرتے ہیں۔ ان میں کفایت کرنا بھول ہے۔

کفایت کرنے کی اور باتیں ہیں۔ ان میں کفایت کرنی چاہیئے۔ نہ کہ ان باتوں میں۔ یہ جو ضروریات ہیں۔ ان میں کفایت کرنے سے فائدہ کے عوض میں نقصان ہوتا ہے۔

نیک خیالات

صرف نیک خیالات کو اختیار کرنے کے لئے اپنے من کو کھلا رکھو

دُنیا خیالات سے بھری ہوئی ہے۔ مگر تمہارے پاس وہی خیالات آویں گے۔ جن کو تم بلاؤ گے۔ خیالات سے بڑھکر زندگی پر کوئی چیز اثر نہیں ڈال سکتی اور جب ہر ایک چیز کے متعلق اچھے خیالات پیدا ہونگے۔ تو زندگی میں عظیم تبدیلی ہو جاویگی۔ اور آنند کا انو بھو ہونے لگیگا۔

اعلےٰ مقصد کی تلاش

ہمیشہ اعلےٰ مقصد کی تلاش میں رہو۔ ہر ایک جگہ اُسے ڈھونڈھنے کی کوشش کرو۔ آدرش پُرشوں کی صحبت میں رہو۔ معمولی انسانوں کی صحبت میں وقت ضائع کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جب ہم اچھی چیز کو چاہتے ہیں اور اس کے قابل بننا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں چاہیئے کہ ہم من، بچن اور کرم سے اس کے لئے امکان بھر کوشش کریں۔ من۔ جسم اور آتما تینوں کی ترقی کریں۔ میٹھی بانی بھی آنند دایک ہے۔

اپنے خیر خواہ بنو

دوسرا باب

طاقت کا جایز استعمال

ہمیں طاقت اس لیئے دی گئی ہے کہ ہم اس کا جایز استعمال کریں اُس سے پُورے طور پر فائدہ اُٹھائیں۔ اور اس کو تبدریج بڑھاتے رہیں۔ جو کام ہمارے کرنے لایق ہو۔ اسے کریں۔ اور جو کام کرنے لایق نہ ہو۔ اس میں اپنے وقت اور محنت کو ضایع نہ کریں۔ کامیابی کا یہی بنیادی اصول ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہم میں سے بہت سے اس اصول کے مطابق کام نہیں کرتے۔ وہ اپنی طاقتوں کا ناجایز استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے وقت اور محنت کی قدر نہیں جانتے۔ جس کام کو پانچ روپیہ کا نوکر کر سکتا ہے۔ اُسے تو خود کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اور جس کام کو خود کرنے کی ضرورت ہے اُسے نوکر پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم میں طاقت تو بڑے بڑے کام کرنے کی تھی۔ مگر ہم نے بڑا کام نہ کرکے چھوٹا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم میں سے آہستہ آہستہ بڑے کاموں کے کرنے کی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے کام کرنے کی ہی طاقت رہ جاتی ہے۔

جو ماسٹر بی۔ اے کلاس کے لڑکوں کو پڑھانے کی قابلیت رکھتا ہے وہ اگر بی اے کے لڑکوں کو نہ پڑھا کر مڈل کلاس کے لڑکوں کو پڑھانے لگے

اور لگاتار کچھ عرصہ تک اُنہیں کو ہی پڑھاتا رہے۔ تو بلا شبہ اُس کی بی اے کلاس کو پڑھانے کی طاقت نشٹ ہو جاوے گی۔ ایسا کرنا طاقت کا ناجایز استعمال کرنا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنی طاقت کا ناجایز استعمال نہ کرے ہمیشہ جایز استعمال ہی کرے۔ ایسے کاموں کو کرے۔ کہ جس سے اس کی طاقت بڑھے ‎•

طاقت کا اور بھی کئی طرح سے ناجایز استعمال ہوتا ہے۔ فرض کرو کسی انسان میں من بھر بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے۔ اگر وہ من بھر نہ اُٹھا کر دو من اُٹھانے لگے۔ تو کیا نتیجہ ہوگا۔ یہی کہ وہ گر پڑے گا اور اس کے پیٹ میں درد ہونے لگیگی۔ طاقت سیر بھر دُودھ ہضم کرنے کی ہے۔ مگر کوئی دو سیر دُودھ پی لیوے۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ اس کو بدہضمی ہو جائے گی۔

طاقت بتدریج بڑھتی ہے

یکبارگی کوئی بھی انسان طاقت کو نہیں بڑھا سکتا۔ جو طالب علم ایک گھنٹے میں ایک صفحہ یاد کر سکتا ہے۔ وہ ممکن ہے۔ کہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا ایک سال کے بعد دو صفحے اُتنے ہی وقت میں یاد کرنے لگے۔ مگر اس وقت اُس کے لیے دو صفحوں کا یاد کر لینا ناممکن ہے۔ اس لیے جو لوگ طاقت سے باہر کام کرتے ہیں۔ وہ بھی اپنی طاقت کا ناجایز استعمال کرتے ہیں ‎•

آج کل بہت سے نوجوان نوجوانی میں کام کے غلام بن کر اپنے بیرج بل کو نشٹ کر ڈالتے ہیں۔ طاقت اُن میں صرف اتنی ہے کہ مہینے میں ایک بار وشے سیون کر سکیں۔ مگر وہ روزانہ اپنے بیرج کو نشٹ کرتے ہیں۔ بہت سے تو ایسے کام اندھے ہوتے ہیں۔ کہ ایک ایک رات میں دو دو بار وشے سیون کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ضبط میں رکھ کر ‎•

سال تک جیتے رہتے۔ تو اب صرف ۳۰ سال جئیں گے۔ اور وہ تینس سال بھی بڑے دُکھ اور مصیبت میں گذریں گے۔

شروع میں تو انہیں کچھ زیادہ کمزوری معلوم نہیں ہوتی۔ مگر کچھ ہی دنوں بعد اُن کا سر چکرانے لگتا ہے۔ ان کے پیٹ میں درد اور پاؤں میں اینٹھن ہونے لگتی ہے۔ لکھنے پڑھنے میں اُن کا جی لگتا نہیں۔ اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی طاقت کا ناجایز استعمال کیا۔ اور طاقت، کے ناجایز استعمال کے ساتھ ساتھ مالی۔ اخلاقی اور جسمانی سب طرح کے نقصان ہوتے ہیں۔

صرف طاقت سے کم کام کرنے سے یا زیادہ کام کرنے سے ہی طاقت کا ناجایز استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ

غصہ

کرنے سے۔ دل میں اشانتی رکھنے سے فکر اور غم کرنے سے بھی طاقت کا ناجایز استعمال ہوتا ہے۔ ان کی وجہ سے کسی کام کے کرنے میں دل نہیں لگتا۔ اور ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ کہ جسم میں کام کرنے کی طاقت بھی نہیں رہتی۔ نیتی کاروں نے سچ کہا ہے۔ کہ

چِنتا چِتا سمان ہے

اگنی سم ہے کرودھ

یعنی فکر چِتا کی مانند ہے اور غصہ آگ کی مانند ہے۔ ان سے انسان طاقت بھسم ہو جاتی ہے۔

انسان میں طاقت بولنے کی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ لیکن اگر وہ عبث ہی بکواس کرتا رہے تو پھر دوسروں کو ست اُپدیش دینے کے لئے اس

میں بولنے کی طاقت کہاں سے آسکتی ہے۔ بلاشبہ انسان میں چلنے پھرنے کی طاقت ہے۔ لیکن اگر وہ بلا ضرورت ہی ادھر ادھر مارا مارا پھرا کرے۔ تو پھر ضرورت کے وقت کیسے چل سکتا ہے؟ جس آدمی کے پاس ہزار روپے ہیں۔ اگر وہ انہیں فضول باتوں میں خرچ کر دے۔ تو ضروری باتوں میں خرچ کرنے کے لئے کہاں سے لائے گا؟

اس لئے انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنی طاقتوں کو نامناسب اور غیر ضروری کاموں میں نہ لگا کر اُن کا جائز استعمال کرے۔ اور اُن سے لابھ اُٹھاوے ہم کو طاقت اس لئے دی گئی ہے۔ کہ ہم اُس سے کافی فائدہ حاصل کریں نہ اس لئے کہ ہم اس کا ناجائز استعمال کریں۔ اور نقصان اُٹھاویں یہ بات ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔ مان لو۔ کہ ایک طالب علم کو اُس کے باپ نے دو روپے سکول کی فیس کے لئے دئے مگر طالب علم نے دو روپے سکول میں نہ دے کر ادھر اُدھر فضول چیزوں کے خریدنے میں خراب کر دیے۔ بتلایئے! اس کا کیا انجام ہوگا؟ فیس نہ دینے کی وجہ سے طالب علم کا نام سکول سے خارج کر دیا جاویگا۔ اور اس کی پڑھائی میں رکاوٹ پڑ جائے گی۔ اسی طرح اگر ہم اپنی طاقت کو ضرورت کے وقت استعمال میں نہ لا کر عبث کی باتوں میں خرچ کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہمیں انجام کار دُکھ اُٹھانا پڑے گا۔ اور افسوس کرنا پڑے گا۔

انسان میں کئی طرح کی طاقتیں ہیں۔ اور اُن طاقتوں سے اچھے کام کئے جا سکتے ہیں۔ اچھے کاموں میں طاقت کو لگانا۔ طاقت کا جائز ہی استعمال کرنا ہے۔ اور بُرے کاموں میں لگانا ناجائز استعمال کرنا ہے۔

نوجوانوں کو ہدایت

نوجوانوں کو جنہوں نے ابھی ابھی دُنیا میں قدم رکھا ہے یا رکھنے والے ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ ہم میں وِشے بھوگ کرنے کی طاقت صرف سنتان اُتپتی کے لیئے ہے۔ نہ کہ لمحہ بھر کے اِندریہ سُکھ کے لیئے۔ جو لوگ رات دن وِشے بھوگوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ وہ انسان نہیں حیوان ہیں۔ اور حیوان بھی نہیں۔ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔ وجہ یہ کہ حیوان تو مقررہ وقت پر وِشے بھوگ کرتے ہیں۔ انسان کے جسم میں جو کچھ بل اور تیج دکھائی دیتا ہے۔ وہ صرف بیرج کی وجہ سے ہے۔ **بیرج ہی انسان کے جسم میں ایک بیش بہا رتن** ہے اگر بیرج کو جسم میں سے نکال دیا جاوے۔ تو جسم میں کچھ بھی طاقت نہ رہے۔ جو کچھ چستی دیکھنے میں آتی ہے۔ وہ سب بیرج ہی کے باعث ہے۔ اس لیئے نوجوانو! ہمیشہ بیرج کی رکھشا کرو۔ بیرج کا بھول کر بھی کبھی ناجائز استعمال مت کرو۔ بیرج تمہارے جسم کا بنیادی جوہر ہے۔ خون اور ہڈی کا نچوڑ ہے۔ اسی پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔ یہ تمہاری طاقت اور عمر کو بڑھاتا ہے۔ اس کی رکھشا کرنا اپنا

پرم دھرم

سمجھو۔ اسے لمحہ بھر کے سُکھ کے لیئے ضائع نہ کرو۔ اس سے تمہیں زندگی بھر آنند ملے گا۔ اور تم ہمیشہ تندرست اور سُکھی رہو گے۔

دہارمک جیون

چوتھا باب

جھوٹی نمائش مت کرو

جہاں آج کل کے لوگوں میں بہت سے عیوب دیکھنے میں آتے ہیں وہاں ایک بہت بڑا عیب یہ بھی ہے کہ لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی طاقت کے باہر اور اپنی کے خلاف خرچ کرتے ہیں۔ اور خرچ بھی اُن باتوں میں کرتے ہیں۔ جن سے اُن کے جسم کو اور اُن کے من کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اُن کا خیال صرف اس بات کی طرف رہتا ہے۔ کہ لوگ انہیں بڑا آدمی سمجھیں۔ وہ بیرونی باتوں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہیں اگر اُن کے دوست رشتہ دار پانچ روپے گز کا کپڑا پہنتے ہیں۔ تو وہ بھی پانچ روپیہ گز سے کم کا کپڑا نہ پہنیں۔ اگر برادری کے لوگ بیاہ میں ہزار روپے خرچ کرتے ہیں۔ تو وہ سوا ہزار خرچ کریں۔ تبھی برادری میں عزت ہے۔ خواہ گھر میں کھانے کو اناج بھی نہ ہو۔ خواہ روپے کی کمی سے بچوں کو تعلیم بھی نہ مل سکے۔ مگر بیاہ شادیوں میں۔ جینے مرنے میں نیز کپڑے لتے اور زیور میں قرض لے کر بھی خرچ کرنا انہیں اچھا لگتا ہے۔ یہ بات مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اُنہیں اکثر رات دن اسی بات کی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح ہم برادری کی دیگر عورتوں سے زیوروں اور کپڑوں میں کم نہ رہیں بیاہ شادی میں خوب جی کھول کر خرچ کریں۔ اُن کے پتی کی آمدنی کتنی ہے اور برادری کے دیگر لوگوں کی حالت کیسی ہے۔ اس کا انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ وہ ہمیشہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہنے میں ہی اپنی عزت

آبرو سمجھتے ہیں دکھانے میں وہ تنگی کریں گی۔ مگر بیاہ شادیوں کے اخراجات کو ہرگز نہ روکیں گی۔ اور سونے چاندی کے مہنگے ہو جانے پر بھی زیورات بنواتی رہیں گی۔

اس جھوٹے دکھاوے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہزاروں گھر برباد ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ اکثر جتنی آمدنی ہوتی ہے۔ وہ سب اس دکھلاوے اور نمایش میں ہی خرچ کر دی جاتی ہے۔ تندرستی کی حفاظت کے لئے پیسہ خرچ نہیں ہوتا۔ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اُسے کون دیکھتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور صحت کے خراب ہونے سے جسم کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ اور عمر کم ہو جاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس میں روپیہ خرچ کرنا فضول سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے جاہل رہ جاتے ہیں۔ اور جہالت کی وجہ سے دُنیا میں ہمیشہ نقصان اُٹھاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ مُورکھ اور جاہل کو دُنیا میں سب لوگ دُکھ دیتے ہیں۔ اُس کی زندگی عبث ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو صرف دکھلاوے کا شوق ہے۔ وہ رات دن فکر میں ہی محو رہتے ہیں۔ کیونکہ قرض کا بوجھ اُن کے سر پر بڑھتا جاتا ہے۔ شروع میں تو انہیں کچھ نہیں معلوم ہوتا مگر کچھ دنوں کے بعد جب سود بڑھنے لگتا ہے۔ تب انہیں اپنے باپ دادوں کی جائیداد بیچنے کی نوبت آ جاتی ہے۔

جو لوگ صرف نمایش پر نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو تو نقصان پہنچاتے ہی ہیں۔ مگر ساتھ ہی ملک اور قوم کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایک طرح سے وہ ملک اور قوم کے دشمن ہیں۔ کیونکہ جس طرح وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی طاقت سے باہر خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اُن

کی دیکھا دیکھی زیادہ خرچ کرنے لگتے ہیں۔ سوسائیٹی میں ایک شخص کا دوسرے پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہی لوگ رہن سہن کے اصول بناتے ہیں۔ جس سوسائٹی میں دکھاوے کا زیادہ پرچار ہوگا، اُس سوسائٹی کا جلدی تنزل ہو جائے گا۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

اس لئے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ جھوٹی نمایش کی پرواہ نہ کرکے اپنی حالت اور طاقت کا خیال کرکے خرچ کریں۔ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ لوگ روپے کو جوڑ کر زمین میں داب کر رکھیں۔ اور دُکھ اُٹھائیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ جن باتوں میں خرچ کرنے سے اپنی صحت کو۔ اپنی اولاد کو اور اپنی برادری اور ملک کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اور جس سے فضول خرچی کی عادت پڑتی ہے۔ اُنہیں نہ کیا جاوے۔

جو لوگ بیرونی ٹیپ ٹاپ سے رہتے ہیں۔ ان کو عقلمند انسان قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ یہ سمجھنا کہ ٹیپ ٹاپ میں رہنے میں کوئی عزت ہے۔ بھرم ہے۔ گُن وان آدمی کو خواہ وہ کیسی ہی سادگی میں رہے۔ عزت ہوتی ہے مگر جن لوگوں میں گُن نہیں ہیں۔ وہ خواہ کیسی ہی ٹیپ ٹاپ سے رہیں۔ تو بھی اُنہیں کوئی نہیں پوچھتا۔

مہاتما گاندھی کو دیکھو کیسے سادے رہتے ہیں۔ پھر بھی لوگ اُن کی کیسی عزت کرتے ہیں۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ تک اُن کی قدر کرتے ہیں۔ اس کے خلاف ہر ایک شہر میں کتنے چھیل چھبیلے بنے پھرا کرتے ہیں۔ مگر اُن سے کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ مختصر یہ کہ انسان کی قدر گنوں سے ہوتی ہے۔ نہ کہ کپڑے اور زیوروں وغیرہ سے۔

عورتوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ بہت بیش قیمت کپڑے

اور زیور پہننے سے اُن کی کوئی عزت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ ان کی عزت اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب وہ سادگی سے رہیں۔ اچھی سنتان پیدا کریں اور اچھی طرح سے گھر کا انتظام کریں ؛

جو لوگ اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہیں۔ وہ شروع سے اخیر تک یکساں حالت میں رہتے ہیں۔ مگر جو لوگ اپنی طاقت سے باہر رہتے ہیں۔ وہ سدا یکساں حالت میں نہیں رہتے۔ آج امیر ہیں۔ مگر کل اُنہیں غریبی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ آج تو ریشم اور مخمل بھی اُنہیں چُبھتے ہیں۔ مگر کل گاڑھا اور گزی بھی نصیب نہیں ہو نگی۔

ناظرین! اب آپ خُود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ آپ کو کونسی حالت پسند ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی اصلی حالت میں رہنے سے آپ کو شروع میں کچھ جھجک ہو گی۔ مگر یہ جھجک کچھ دنوں کے لئے ہے۔ جہاں آپ نے ذرا بھی اخلاقی جرأت دکھلائی۔ آپ کی جھجک جاتی رہے گی اور آپ اپنی اصلی حالت میں رہنے کو ہی اچھا سمجھینگے۔ اگر آپ کے پاس اپنے بیٹے کی شادی کے لئے ہزار روپے نہیں ہیں۔ تو بُھول کر بھی اُدھار مت لو۔ جتنا روپیہ ہو۔ اُسی میں کام چلاؤ۔ اگر تمہارے پاس زیورات کے لئے روپیہ نہیں ہے۔ تو ہرگز زیور کے لئے روپیہ اُدھار مت لو۔ لوگ تمہیں کیا کہیں گے۔ اس کی پرواہ مت کرو۔

ایک بار سر آئیور کرامویل نے ایک مصور سے اپنی تصویر کھچوائی۔ مصور اس کے چہرے کے داغ دھبے مٹانے لگا۔ مگر اُس نے مصور سے کہہ دیا کہ میری تصویر جوں کی توں کھینچنا۔ میرے چہرے پر جو داغ ہیں۔ اُنہیں صاف صاف دکھلانا۔ ورنہ میں تمہیں ایک پیسہ بھی نہ دونگا

ٹھیک ایسی ہی تصویر کی لوگوں کو ضرورت ہے۔ جیسے تم حقیقت میں

ہو۔ ویسے ہی اپنے آپ کو دِکھلاؤ۔ اپنی حالت پر ملمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملمع بہت دنوں تک نہیں ٹھیر سکتا ہے۔ اچھی طرح سے یاد رکھو۔ کہ

غریب ہونا کوئی پاپ نہیں

ہے۔ اور نہ غریب ہونے میں کوئی شرم کی بات ہے۔ شرم بُرے کاموں میں ہونی چاہیئے۔ غریب ہونے پر اپنے آپ کو امیر ظاہر کرنا۔ مُورکھ ہونے اپنے آپ کو عقلمند سمجھنا یہ شرم کی بات ہے۔

پانچواں باب

قُدرت کے نظارے

دُنیا میں ہر ایک انسان سُکھ کے حصول کی خواہش رکھتا ہے۔ دُکھ کے حصول کے لئے ہی وہ رات دن کوشش کرتا رہتا ہے۔ جتنے بھی کام کرتا ہے۔ وہ سب اسی لئے کرتا ہے۔ کہ اُن سے سُکھ ملے۔ بیوپار کرتا ہے۔ تو اِس لئے کرتا ہے۔ کہ اس سے دھن جمع ہو۔ اور اس سے سُکھ ملے۔ نوکری کرتا ہے۔ تو اس لئے کہ اس کو آرام ملے۔ شادی کرتا ہے۔ تو اس لئے کہ بیوی سکھ ملے گا۔ اولاد پیدا کرتا ہے۔ تو اس لئے کہ اولاد سے اُسے مدد ملیگی۔ مطلب یہ کہ انسان جو کوئی کام کرتا ہے۔ دُکھ کی خواہش سے کرتا ہے۔ سکھ حاصل کرنا ہی ہر ایک انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ راجہ سے لے کر بھکاری تک

سبھی کا یہ خیال ہے۔ اسی خیال پر سچ پوچھو۔ تو جگت کا آدھار ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ لوگ سُکھ کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد رکھتے ہُوئے بھی سکھ سے محروم رہتے ہیں۔ زندگی بھر سُکھ کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُنہیں سُکھ نہیں ملتا۔ اس کا

باعث کیا ہے؟

یہی کہ لوگ اکثر سُکھ کے سادھنوں سے ناواقف ہیں۔ وہ محض روپیہ کو ہی سُکھ کا باعث سمجھتے ہیں۔ مگر یہ اُن کا بھرم ہے۔ بلاشبہ روپیہ بھی سُکھ کا سادھن ہے۔ مگر روپیہ سے بڑھکر کئی آسانی سے مل جانے والی چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جو سکھ کا سادھن ہیں۔ اور جن کے سامنے دھن کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتا۔

تو اب سوال یہ ہے۔ کہ وہ سادھن کیا ہیں؟ وہ سادھن قُدرت کے دلکش اور بے نظیر نظارے ہیں۔ قدرت کی ایک ایک چیز حسن اور خُوشنمائی سے لبریز ہے۔ کون ایسا مردہ دل انسان ہے۔ کہ جو کسی باغ میں جاکر چہچہاتی ہوئی چڑیوں۔ مہکتے ہوئے پھولوں اور کھلی ہوئی کلیوں کو دیکھ کر خوش نہیں ہو جاتا؟ کوئل کی سریلی آواز کسے اچھی نہیں لگتی؟ گلاب اور چنبیلی کے خوبصورت خوشبودار پھول کس کے دل کو کشش نہیں کرتے؟ صاف شفاف پانی کے جھرنے اور صبح اور شام کے وقت کے پہاڑوں اور دریاؤں کے لاثانی نظارے کسے خوش نہیں کرتے۔ دُنیا میں جتنی بھی نقلی اشیا ر دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہ سب قدرت کی نقل ہیں۔ قدرت

حسُن کا لازوال خزانہ

ہے۔ جس پھول کو کوئی مصور مہینوں محنت کرکے بناتا ہے۔ اُس پھول کو

قدرت ایک ننھے سے بیج سے اُگاتی ہے۔ اور پھر جیسا خوبصورت پھُول قدرت کے ذریعے پیدا ہوتا ہے۔ ویسا خوبصورت نقلی پھُول تین کال میں بھی نہیں بن سکتا +

ناظرین! کسی بھی پھُول کو لے کر دیکھیے! معمولی سے معمولی پھول میں بھی ایک نرالی ہی شان ہوگی۔ گلاب کتنا معمولی پھُول ہے۔ مگر اس کو سب کوئی پھُولوں میں سب سے اچھا کہتے ہیں۔ شاعروں نے گلاب کے پھُول کو ہنستا ہوا پھُول کہا ہے۔ درحقیقت یہ ہے بھی ایسا ہی۔ اس کو دیکھتے ہی دل کھل اُٹھتا ہے۔ یہ

حُسن کی مجسّم تصویر

ہے۔ اسی طرح اور بھی ایک سے ایک بڑھ کر پھُول ہیں۔ قدرت نے ساری خوبصورتی انہیں میں رکھدی ہے۔ دنیا میں ان سے زیادہ حسین شاید ہی اور کوئی چیز ہو۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو دُنیا خوبصورتی سے خالی رہتی۔ کسی پھول کو لے کر اس کی پنکھڑیوں اور پتیوں کو دیکھیے۔ کتنے رنگ ہیں۔ کیسی سنگدھتا ہے۔ اور کیسی کوملتا ہے۔ ایک کو باغ میں سے توڑ کر کمرے میں لے آیئے۔ معلوم ہوگا۔ گویا آپ سُورج کی کرن کو اُٹھا لائے ہیں۔ اُسے ذرا کسی بیمار کو دکھلائیے۔ دیکھتے ہی اس کا اُداس اور بے چین دل خوش ہو جائے گا۔ پھول کیا ہے؟ گویا آنند کی بارش کی بوندیں ہیں۔ پھولوں سے زیادہ پوتر کون ہوگا؟ وہ ننھے ننھے بے عیب بچوّں کی طرح پاکیزگی اور حقیقت کے نمونہ ہیں۔ اور پاک دل انسان کے لئے خوشی کے دروازہ ہیں۔ جس کو پھولوں سے خوشی نہیں ہوتی۔ اس کے گویا دل ہی نہیں ہے۔ اور وہ زندہ ہی مُردہ کی مانند ہیں۔ راجہ سے نقیر تک۔ بوڑھے سے بچے تک کوئی بھی ہو۔ جس میں

ذرہ بھی جان ہے۔ وہ ہر ایک پھول کو دیکھ کر اپنے دل میں پھولا نہیں سماتا۔ مشہور شاعر ورڈس ورتھ نے لکھا ہے۔ کہ ادنے سے ادنے پھول بھی ہمارے لئے آنند۔ شکشا اور نیتی کا بھنڈار ہے۔

پھول کوئی بہت قیمتی چیز نہیں ہیں۔ مگر اُن سے جو آنند ہوتا ہے۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ پھولوں سے ہوا شُدہ ہوتی ہے۔ اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اُن سے کبھی کسی کو نفرت نہیں ہوسکتی۔ وہ ہمیشہ خوشی کے باعث ہوتے ہیں۔

پھولوں ہی کی طرح قدرت میں اور بھی کئی خوبصورت اشیا ہیں۔ جن کی شوبھا کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ مگر دُکھ کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ لوگ اُن سے آدھا بھی آنند حاصل نہیں کرتے۔ اگرچہ لوگوں کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ مگر وہ بند آنکھوں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں۔ آنکھ میچ کر جاتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی خوبصورت پرندہ درخت کی ڈال پر بیٹھا ہوا چہچہا رہا ہو۔ مگر اس کی طرف ان کی نگاہ نہیں جاتی۔ ان میں دیکھنے اور دیکھ کر خوش ہونے کا گویا مادہ ہی نہیں ہے۔ اگر ہم ذرا بھی آنکھ کھول کر دیکھیں۔ تو چاروں طرف آنند دایک چیزیں ملینگی۔ دُنیا میں ہی سورگ کا آنند مل جائیگا۔ لوگوں میں پریم اور گیان کی بڑی ضرورت ہے۔ انہیں کے ابھاؤ سے اُنہیں آنند کا انوبھو نہیں ہوتا۔ نہیں تو قدرت کی ہر ایک چیز آنند سے بھرپور ہے۔ اور امیر غریب دونو کے لئے یکساں ہے۔ قدرت کی عملداری میں امیر غریب کا بھید بھاؤ نہیں ہے۔

اس لئے جن لوگوں کو سُکھ کی خواہش ہے۔ انہیں رات دن نقلی چیزوں کے لینے دینے میں ہی نہ لگے رہنا چاہیے۔ اُن میں رہتے ہوئے اور

اُن کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے اُنہیں کبھی سکھ نہیں ملے گا۔ سُکھ کے حاصل کرنے کے لیے اُنہیں قدرت کی حسین اور لاثانی چیزوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور دیکھ کر اُن کی خوبصورتی کی تعریف کرنی چاہیے۔

ہر روز تھوڑا بہت وقت قدرت کی نیرنگیاں دیکھنے کے لیے ہونا چاہیے۔ پچ پوچھو۔ تو دن بھر میں یہی وقت سُکھ کی پراپتی کا ہوگا۔ یہی وہ وقت ہوگا جب کہ انسان کو ایشور کی صنعت۔ کاریگری اور طاقت کا گیان ہوگا۔ اور وہ پاکیزگی اور تقدیس میں محو ہو جاوے گا۔

انگریزی کے مشہور شاعر لارڈ ٹینی سن نے کہا ہے۔ کہ جنگلوں اور بنوں میں ایسا آنند پھیل رہا ہے۔ کہ وہاں انسان کوئی پاپ کرم کر ہی نہیں سکتا۔ مشہور نظارہ ہائے قدرت کے پجاری رسکن کا قول ہے۔ کہ قدرت کی ہر ایک چیز میں یکسوئی اور سُندرتا کے پاکیزہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ اور ان پر

ایشور کی مُہر

لگی ہوئی ہے۔ ورڈس ورتھ نے کہا ہے۔ کہ اگر تمہیں کسی بھی مضمون کی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ تو آؤ۔ اور قدرت کی دیوی کی اُپاسنا کرو۔ قدرت کبھی اپنے بھگتوں کا نرادر نہیں کرتی۔

پوپ کا اُپدیش ہے۔ کہ قدرت جسم ہے اور ایشور اُس کی آتما ہے۔ اور جو کچھ دُنیا میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ سب اُسی جسم کے اعضاء ہیں۔

لانگ فیلو نے کہا ہے۔ کہ جب انسان دُکھوں کے بوجھ سے دب جائے اور رنج اور فکر اسے اپنا گھر بنا لیں۔ تو اُسے چاہیے کہ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا جائے۔ وہاں اس کے سارے رنج و غم کافور ہو جائیں گے

شاعر کُوپر کا قول ہے۔ کہ قُدرت اس کام کا دُوسرا نام ہے۔ جس کی علت ایشور ہے۔ ایمرسن کا قول ہے۔ کہ جو اشخاص قدرت کی پناہ میں رہتے ہیں۔ ان کے اندر اور باہر دونو شدھ ہونگے۔ وہ نہ کبھی بوڑھے ہونگے۔ اور نہ کبھی دُکھ اور سنتاپ میں مبتلا ہونگے۔ وہ ہمیشہ خوش رہیں گے اور کبھی اُنہیں ڈر نہیں ہوگا۔

مطلب یہ کہ قدرت زینت اور خوشنمائی سے بھری ہوئی ہے۔ اور مُردہ سے مُردہ انسان کے لئے بھی سُکھ اور آنند کا باعث ہے۔ قدرتی چیزوں کے دیکھنے سے اور دیکھ کر خوش ہونے سے ایشور کا انوبھو ہوتا ہے۔ اور ایشور کے انوبھو ہونے سے روحانی ترقی کا راستہ کُھلتا ہے۔ یہ سچے سُکھ کا ایک کارن ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا درحقیقت ہر ایک انسان کا فرض ہونا چاہیئے

چھٹا باب

جُھوٹ

سنسار میں جتنے بھی دھرم اور سماج ہیں۔ اور جتنے بھی اُپدیشک اور پرچارک ہوئے ہیں۔ سب نے جھوٹ کو بُرا کہا ہے۔ کوئی بھی شاستر جھوٹ کی تعریف نہیں کرتا۔ مگر اتنا ہونے پر بھی ۹۰ فیصدی بلکہ اس سے زیادہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

جھوٹ کئی طرح کا ہو سکتا ہے۔ ایک جھوٹ تو یہ ہوتا ہے۔ کہ تم نے کسی

سے سو روپیہ ادہار لیے۔ جب اس نے اپنا روپیہ مانگا۔ تو تم نے صاف جواب دے دیا۔ کہ میں نے ادہار لیا ہی نہیں۔ یہ جھوٹ موٹا جھوٹ ہے اور سب سے بُرا ہے۔ کچھ لوگوں کو شروع سے جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور وہ بات بات میں بلا مطلب جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ ایسے جھوٹ کو بیوقوفی کہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے بولنے والے کو فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں سُننے والوں کو دہوکہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اور انہیں نقصان پہنچ جاتا ہے۔ بہت سے لوگ یوں ہی بنا سوچے جھوٹ بول دیا کرتے ہیں۔ کسی بات کو انہوں نے اچھی طرح دیکھا اور سُنا بھی نہیں۔ مگر گھر آکر اس کا حال سنانے لگتے ہیں۔ کہیں پر لڑائی ہو رہی ہے۔ لڑائی کا باعث کیا ہے۔ کون لڑ رہے ہے اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اور یار دوستوں میں لڑائی کی گپیں ہانکی جا رہی ہیں۔ ایسے جھوٹ سے وقت عبث خراب ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اپنی جھوٹی شیخی کی نمائش کے لیے جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ مگر اس سے ان کی اُلٹی تذلیل ہوتی ہے۔

کچھ لوگ چاپلوسی میں آکر جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ تم کسی کے ہاں نوکر ہو اگر وہ دن کو رات کہتا ہے۔ تو تم بھی اسی طرح دن کو رات بتانے لگتے ہو۔ تم میں اتنی جرأت نہیں کہ تم اسکی بھول بتا سکو۔ یا اس کی خواہش کے خلاف کسی بات کا جواب دے سکو۔ اس طرح کا جھوٹ بہت بُرا ہے۔

جو لوگ سچ میں جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ یعنی بات کو گھٹا بڑھا کر کہتے ہیں شروع میں تو ان کی بات مان لی جاتی ہے۔ مگر کچھ دنوں بعد ان کا بھید کھل جاتا ہے۔ اور پھر ان کا وشواس اُٹھ جاتا ہے۔ اور وشواس کے اُٹھ جانے سے آدمی کی عزت میں بٹا لگ جاتا ہے۔

اپنے خیر خواہ بنو

ستیہ کی مہما

بہت لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ مایا چار (عیاری) سے اور جھوٹ بولنے سے بیوپار میں ترقی ہوتی ہے۔ مگر یہ اُن کا وہم ہے۔ بیوپار میں جتنی سچائی اور صفائی کی ضرورت ہے۔ اُتنی کسی بھی کام میں نہیں۔ اور کام بھلے ہی چل جاویں مگر بیوپار بنا سچائی کے کبھی نہیں چل سکتا۔ جو بیوپاری سچ بولتا ہے جس کی دوکان پر ایک بات کہی جاتی ہے۔ جس کے ہاں اصلی مال میں نقلی مال ملا کر نہیں دیا جاتا۔ سب کو ایک بھاؤ سے مال دیا جاتا ہے۔ اُس کا بیوپار دن دوگنا رات چوگنا بڑھتا جاتا ہے۔ اُسے خریداروں کے ساتھ سودا کرنے میں فضول وقت اور محنت ضائع نہیں کرنی پڑتی۔ جتنی دیر میں جھوٹ بولنے والا بیوپاری ایک گراہک سے بھاؤ طے کرتا ہے اتنی دیر میں سچ بولنے والا بیوپاری دو تین گراہکوں کو مال بیچ دیتا ہے۔ سچے بیوپاری کی دوکان پر گراہک اس لئے زیادہ آتے ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر دوسری دوکان پر جائیں گے۔ تو ممکن ہے۔ کہ ٹھگے جائیں۔ اس دوکان پر ہمیں اچھا مال ملے گا۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ دام بھی معمولی دینے پڑینگے +

جو بیوپاری نقلی مال کو اصلی مال میں ملا کر بیچتا ہے۔ گھی میں تیل ملا کر گھی کے بھاؤ سے بیچتا ہے۔ وہ آج بھلے ہی اپنے گراہکوں کو ٹھگ لے۔ مگر کچھ ہی دن میں لوگ اس کی پول سمجھ جائیں گے۔ اور پھر وہ کبھی اس کی دوکان پر قدم بھی نہ رکھینگے۔ کاغذ کی ناؤ کب تک چل سکتی ہے +

اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ ردّی سے ردّی اور گھٹیا سے گھٹیا چیز پر "سب سے عمدہ" لکھا رہتا ہے۔ ہماری رائے میں ایسا لکھنا بالکل جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔ روز دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ سڑے گلے ٹین کو رنگ کر بکس بنائے جاتے ہیں۔ اور اُن کے اوپر لکھا جاتا ہے Best Steel یعنی سب سے اچھے لوہے کے بکس۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ ان لفظوں کو لکھ کر کیوں بیوپاری لوگ کلنک کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگاتے ہیں۔ اور دُنیا کی نگاہ میں قابل نفرت بنتے ہیں۔ ایسے بیوپاری کبھی ترقی نہیں کر سکتے جھوٹ بول کر یا مایا چار کر کے یا دھوکہ دے کر وہ بھلے ہی کچھ روپیہ کما لیں۔ مگر ان کی ساری کمائی ایک نہ ایک دن مٹی میں مل جائے گی۔ بیوپار میں وہی آدمی ترقی کریگا۔ جو سچائی اور ایمانداری کے اصول پر چلتا ہوگا۔

یہ بات سب مانتے ہیں۔ کہ دُنیا اب بھی سچ پر قائم ہے۔ خواہ کچھ ہو مگر پھر بھی آخر میں سچ کی جے ہوتی ہے۔ جھوٹ کب تک ٹھہر سکتا ہے؟ ایک نہ ایک دن بھانڈا پھوٹ ہو ہی جاتا ہے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اسی طرح جھوٹے کے دل میں سدا خوف لگا رہتا ہے۔ اس کی چھاتی دھڑکتی رہتی ہے۔ وہ ڈرتا رہتا ہے۔ کہ کہیں جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے۔ اگرچہ وہ بڑھیا چیز کے ساتھ گھٹیا ملا کر خریدار کو دھوکہ دیتا ہے۔ مگر اپنے دل میں ڈرتا رہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی آتما کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کے خیالات ادنے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ انسانیت سے گر جاتا ہے۔ دُنیا میں اس کی مذمت ہوتی ہے۔ اور راج دربار میں بھی اُس کا اپمان ہوتا ہے۔ مگر اس کے خلاف سچا آدمی ہمیشہ بے خوف رہتا ہے۔ اُس کی آتما دن بدن اعلےٰ ہوتی جاتی ہے۔ اور اس میں الٰہی صفات کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے

سانچ کو آنچ نہیں

سارِی دُنیا اُس کی مدد کو تیار رہتی ہے۔ اور راج دربار میں اس کی عزت ہوتی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ حضرت انسان ایشور کا روپ ہے ایشور نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ اس لئے ایشور یہ گنوں کا پرکاش ہو سکتا ہے۔ مگر تبھی جب ستیہ کو گرہن کیا جاسکے۔ اور اَستیہ کو ترک کر دیا جاوے۔

انسان کو صرف زبان سے ہی نہیں۔ بلکہ من بچن اور جسم سے ستیہ کا پالن کرنا چاہیئے۔ جو خیالات اُس کے دل میں آویں۔ وہ سچے ہوں۔ جو جو لفظ وہ مُنہ سے نکالے۔ وہ سچے ہوں۔ اور جو جو کام وہ کرے۔ وہ بھی سچے ہوں۔ جیسا انسان اندر سے ہو۔ ویسا ہی باہر سے اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ اس کے خیالات۔ الفاظ اور کاموں میں یکسوئی ہو۔ یہی

سچے آدمی کی پہچان

ہے۔ وہ لاکھ رکاوٹوں اور تکلیفوں کے آنے پر بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور آخر کار دُنیا میں پُوجا جاتا ہے۔

مہاراجہ ہریشچندر کا نام کس نے نہیں سُنا؟ انہوں نے کتنے دُکھ اُٹھائے راج پاٹ کو چھوڑا استری اور بیٹے کو تیاگ دیا۔ بھنگی کے ہاں سیوا کا کام کیا مگر ستیہ پر قائم رہے۔ ستیہ کے لئے ہی اُنہوں نے سب کچھ تیاگ دیا تھا۔ اِسی ستیہ کا یہ مہاتم ہے۔ کہ ان کا پوتر نام ہمیشہ کے لئے اَجر امر ہو گیا ہے۔

امریکہ کے سورگباشی پریذیڈنٹ مہاتما لنکن کا نام آپ نے سُنا ہے

سُنا ہوگا۔ وہ ایک ایسے مفلس گھر میں پیدا ہوئے۔ کہ اس کا خیال بھی شاید آپ نہ کرسکیں۔ اسی حالت سے نکل کر وہ ایک دن کثرتِ رائے سے امریکہ کے پریذیڈنٹ چُنے گئے۔ اس سے زیادہ دُنیوی ترقی شاید ہی کسی دُوسرے شخص نے کی ہو۔ مگر اُن کی

ترقی کا راز محض سچائی

تھا۔ وہ راستی کے سچے بھگت تھے۔ سچائی کے لئے اُنہوں نے اپنی جان تک قربان کر دی تھی۔ اُنہیں پُورا یقین تھا۔ کہ سچائی میں طاقت ہے۔ اور ستیہ کی ہی آخرکار جے ہوتی ہے۔

انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ کہ غلامی بُری چیز ہے۔ اس لئے اُنہوں نے غلامی کے خلاف تحریک کھڑی کی تھی۔ اگرچہ ہزاروں لوگ ان کے خلاف تھے۔ اور کچھ بُرے لوگوں نے ان کی یہاں تک مخالفت کی تھی۔ کہ اُن کی جان تک لے لی تھی۔ مگر آخر میں اُن کے پکش کی فتح ہوئی۔ اور امریکہ سے غلامی کا مُنہ کالا ہوگیا۔

مہرشی سقراط نے ستیہ کے لئے ہی زہر کا پیالہ پیا تھا۔ اُنہیں سچائی پر اٹوٹ وشواس تھا۔ اسی سے اُنہوں نے موت کا استقبال کیا تھا وہ جانتے تھے کہ ایک نہ ایک دن یہ جسم فنا ہوگا۔ پھر اگر سچ کے لئے اس کی آہوتی دے دی جائے۔ تو اس سے بڑھکر خوشی کی اور کونسی بات ہوسکتی ہے۔

جو لوگ سچائی پر قائم رہتے ہیں۔ ایشور اُن کی مدد کرتا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مرتے وقت وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوتے۔ ظاہر الور پر خواہ وہ ہمیں دُکھ اٹھاتے ہوئے دکھائی دیں۔ مگر پرلوک میں وہ پرم آنند

اور سچی خوشی کا بھوگ کرتے ہیں۔ اس دُنیا میں بھی اُن کے مرنے کے بعد اُن کے نام کی قدر ہوتی ہے۔

کیسے رنج اور افسوس کی بات ہے۔ کہ ایسے مہاتماؤں کے جیون چرتروں کے پڑھنے پر بھی ہم لوگ لمحہ بھر کے لابھ کے لئے اور اندریہ بھوگوں کے لئے طرح طرح کے جھوٹ بول کر اپنی آتما کو کمزور بناتے ہیں اور اپنے آپ کو ایشور سے دُور کرتے ہیں۔ سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ سکولوں میں ذرا ذرا سے بچے تک جھوٹ بولنے۔ چوری کرنے اور بے ایمانی کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ کتنے طالب علم ہر سال امتحان میں بے ایمانی کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم کی بات نہیں ہے؟ یہی بچے بڑے ہو کر اوّل درجے کے چور۔ بے ایمان اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ اور ملک کے لئے کلنک کا باعث ہوتے ہیں

اس لئے ماں باپ کو چاہیئے۔ کہ اپنے بچوں میں شروع سے ہی سچ بولنے کی عادت ڈالیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب وہ خود سچ بولیں۔ اور سچے کام کریں۔

اکثر ماں باپ اپنے بچوں کو تو سچ بولنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں اور خود جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کانٹا بو کر گیہوں کی اُمید رکھنا۔ بچے جیسا ماں باپ کو کرتے دیکھتے ہیں۔ ویسا ہی خود بھی کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے بچوں کو سچا اور جھوٹا بنانا ماں باپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ماں باپ ہی اُس کے ذمہ وار ہیں۔

ایک عالم کا قول ہے۔ کہ انسان کے لئے سچ ایسی بے بہا چیز ہے جیسی کہ عورت کے لئے عصمت۔ جس انسان میں سچ نہیں ہے۔ اُسے

انسان کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور وہ حیوانوں سے بھی گیا گذرا ہے۔ اس لئے ہمیں روز سچ بولنا چاہیئے۔ خواہ ہم کہیں ہوں اور کسی حالت میں ہوں۔ راستی کو کبھی نہ تیاگیں"

ساتواں باب

چڑچڑاپن

بہت سے لوگوں کو بات بات میں چڑنے اور ناراض ہونے کی عادت ہوتی ہے۔ جہاں کسی نے ذرا کوئی بھول کی۔ کہ وہ اس کے پیچھے پھاڑ کھانے کو دوڑنے لگتے ہیں۔ اُن کے اس سلوک سے پرائے تو پرائے اپنے بھی خلاف ہو جاتے ہیں۔

جو باپ ہر وقت اپنے بیٹے کو ڈانٹتا رہتا ہے۔ جو ماسٹر ہمیشہ اپنے شاگردوں کو ناراض ہوتا رہتا ہے۔ اور جو مالک اپنے نوکر سے ہمیشہ غصے رہتا ہے۔ اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ کبھی اپنے کام میں کامیاب ہوتا ہے۔ ایسے باپ کا بیٹا کبھی سُدھر نہیں سکتا۔ ایسے ماسٹر کا شاگرد کبھی لکھ پڑھ نہیں سکتا اور ایسے مالک کا نوکر کبھی فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ وہ سمجھ جاتے ہیں۔ کہ یہ تو یوں ہی بکا کرتے ہیں۔ ان کی عادت ہی ایسی ہے۔ اور اسی لئے وہ ان کی بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

یہ بات ہم مانتے ہیں۔ کہ بڑوں کو چھوٹوں کو تعلیم دینی چاہیئے۔ اور

سزا بھی دینی چاہیئے۔ مگر ہر وقت نہیں۔ نصیحت کرنے اور سزا دینے کا وقت ہوتا ہے۔ سبھی لوگوں کو اور خاص کر نوجوانوں کو ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت نہیں ہو سکتی۔

بھول ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بھول انسان سے ہوا ہی کرتی ہے۔ اور نوجوانوں سے تو بھول کا ہونا اور بھی سہل ہے جس وقت وہ بھول کریں۔ اُس وقت اگر ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ سے کام نہ لے کر اُنہیں سمجھایا جائے اور آگے کے لئے اچھا کام کرنے کو ہمت بھی بڑھائی جائے۔ تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

دو چار بار بچوں کو مارنے سے یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے وہ ڈھیٹھ اور بے شرم ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اُنہیں ان باتوں سے کچھ بھی خوف نہیں رہتا۔

جتنے بڑے بڑے عالم ہوئے ہیں۔ سب کی یہی رائے ہے۔ کہ بچوں پر مارنے پیٹنے کی نسبت سمجھانے بجھانے اور ہمت دلانے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ یہ بات صرف بچوں میں ہی نہیں۔ بلکہ بڈھوں میں بھی ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کسی دفتر میں کلرک ہیں۔ آپ سے کوئی غلطی ہو گئی۔ اگر آپ کا افسر آپ کی بھول پر افسوس ظاہر کرے اور آپ سے تنہائی میں کہے۔ کہ بابو صاحب! ایسی غلطی ہو جانے سے میری اور آپ کی دونوں کی بدنامی ہے۔ اور کام میں بھی بڑا ہرج ہوتا ہے اس دفعہ جو بھول ہو گئی۔ سو ہو گئی۔ مگر اب ہوشیار رہئیے۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیئے۔ تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کو برا کچھ بھی نہیں لگے گا۔ اور آپ کے منہ سے خود بخود یہ الفاظ نکل پڑیں گے۔ کہ ہاں صاحب!

اب کی بار بھول ہو گئی۔ معاف کیجئے۔ آئندہ کبھی ایسی بھول نہ ہو گی۔ لیکن اس کے برخلاف اگر آپ کا افسر آپ کے ہجو ٹی کلرکوں کے سامنے آپ سے کہے۔ کہ آپ نے بھول کیوں کی ہے؟ آپ بڑے سُست اور بے پرواہ ہیں۔ میں تمہاری رپورٹ کروں گا۔ یا تم پر جرمانہ کروں گا۔ تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کو کبھی اپنی بھول پر پشیمانی نہیں ہو گی۔ اُلٹا آپ کو اپنے افسر کے کڑے سلوک پر اعتراض ہو گا۔

اس لئے یہ بات صاف ہے۔ کہ جتنا کام سمجھانے بجھانے سے نکلتا ہے۔ اتنا چیخنے چلانے اور ڈانٹنے ڈپٹنے سے کبھی نہیں نکل سکتا ڈانٹنے ڈپٹنے کی اگر کبھی ضرورت ہی آپڑے۔ تو تنہائی میں ہونی چاہئے نہ کہ سب کے سامنے

دُنیا میں بے عیب انسان کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے دُوسرے میں عیب ڈھونڈھنے کی عادت دُور کرنی چاہیئے۔ اس سے سوائے اس کے کہ دوسروں کو برا لگے۔ اور اُن کا دل دُکھے۔ اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جس انسان میں چڑچڑے پن کی عادت ہے۔ اور جو ہمیشہ دُوسروں کے عیب نکالتا رہتا ہے۔ وہ دُوسروں کی نگاہ میں تو بُرا ہوتا ہی ہے۔ مگر خود بھی سُکھی نہیں رہ سکتا۔ اس کا دل ہمیشہ رنجیدہ رہتا ہے۔ وہ کبھی خوش نظر نہیں آتا۔ اس وقت تو اس کے غصّے کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب کہ اس کی اولاد یا اس کے شاگرد یا اس کے نوکر اس کی آگیا کا پالن نہیں کرتے۔ اور اُسے جواب تک دے دیتے ہیں۔ مگر اس میں سوائے اس کے اور کسی کا قصور نہیں ہے وہ خود اس کا ذمہ وار ہے

کسی کسی آدمی میں یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ دُوسروں کو دُکھ اور تکلیف میں دیکھ کر اُنہیں تسلی دینے کی بجائے اُن کے دُکھ اور مصیبت کے کارن بتلانے لگتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آگ لگنے پر اُلٹا اس پر مٹی کا تیل چھڑک دینا۔ دُکھ اور مصیبت میں جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ اُنہیں تسلی دینی چاہیئے۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اُن کی مدد کرنی چاہیئے نہ کہ پچھلی باتوں کی یاد دلا کر اُن کے جی کو دُکھانا۔

اس لئے ذرا ذرا سی بات میں چڑ جانے۔ ناک بھون سکوڑنے۔ ڈانٹنے ڈپٹنے اور گالی گلوج دینے کی عادت ترک کر دینی چاہیئے۔ اس کی بجائے سمجھانا بجھانا اور ہمت بڑھانا چاہیئے۔ ہمت دلانے سے کمزور سے کمزور انسان بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈھنے سے اور ان کی مذمت کرنے سے ان کے عیب دُور نہیں ہونگے۔ بلکہ اُلٹے بڑھیں گے۔

اس لئے تم کبھی کسی کے عیبوں کو نہ دیکھو۔ بلکہ گنوں کو دیکھ کر اُن میں لگے رہنے کا اپدیش دیتے رہو۔ اسی میں خود تمہارا اور دُوسروں کا بھلا ہے۔ اپنے گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ محبت اور شرافت کا سلوک کرو۔ کبھی اُنہیں اپنے منہ سے کوئی بُرا لفظ مت کہو۔ اور نہ کبھی بد سلوکی کرو۔

تمہارا گھر پریم مندر ہونا چاہیئے

گھر میں جتنے لوگ ہوں۔ سب پریم کے پجاری ہوں۔ سب میں باہم پریم اور پریتی ہو۔ بہت سے لوگوں میں گالی دینے اور چلّانے کی عادت ہوتی ہے۔ باہر تو وہ بڑے مہذب اور خوش خلق بنتے ہیں۔ مگر گھر

میں پاؤں رکھتے ہی اُن کی زبان قابو سے باہر ہو جاتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ نامہذب ہیں۔ اور قوم کے دشمن ہیں۔ اُن سے اُن کے خاندان پر اور سوسائٹی پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُن کا گھر دُکھ کا مقام بن جاتا ہے۔ جس میں کسی ذی روح کو لمحہ بھر کے لیے بھی سُکھ نہیں ملتا۔ ایسی زندگی سے موت اچھی ہے۔

اس لیے سکھ اور شانتی سے زندگی لبسر کرنے کے لیے اس بات کی بہت ضرورت ہے۔ کہ سب کے ساتھ اور خاص کر گھر کے لوگوں کیساتھ محبت کا سلوک کرو۔ اور میٹھے بچن بولو۔ جس وقت۔ تم گھر میں قدم رکھو سارے گھر میں خوشی پھیل جائے۔ تمہارے بچے چاروں طرف سے دوڑ کر تمہارے اردگرد جمع ہو جائیں۔ تمہاری بیوی کے منہ سے خوشی جھلکنے لگے۔ اور تمہارے نوکر دل سے تمہاری خدمت کرنے کے لئے حاضر ہو جاویں۔ نہ یہ کہ تمہاری صورت کے دیکھتے ہی سب کے سب خوفزدہ ہو جائیں اور ادھر اُدھر چھپنے لگے۔

آٹھواں باب

پراُوپکار اور ہمدردی

کہتے ہیں۔ کہ کسی راجہ کے ایک بیٹا تھا۔ اگرچہ اس کے لیے سکھ کے سب سامان موجود تھے۔ شاہی محل میں کھیل اور پیار کے لیے کمی کسی

چیز کی ہو سکتی ہے۔ تو بھی جب دیکھو۔ وہ اُداس ہی معلوم ہوتا تھا۔ چہرے سے کبھی خوشی نہیں جھلکتی تھی۔

راجہ کو اس بات کی بڑی فکر تھی۔ اس نے ہزاروں دوائیاں کیں مگر کسی سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ اتفاق سے ایک دن ایک سادھو آ گیا۔ اور راجکمار کو اداس دیکھ کر راجہ سے کہا۔ کہ اگر آپ حکم دیں۔ تو میں آپ کے بیٹے کو خوش کر سکتا ہوں۔

راجہ تو یہ چاہتا ہی تھا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر آپ راجکمار کی اُداسی دُور کر دیں گے۔ تو میں جو آپ کہیں۔ سو کرنے کو تیار ہوں۔

سادھو راجکمار کو ایک کمرے میں لے گیا۔ اور وہاں جا کر اُس نے ایک کاغذ پر سفید مٹی سے کچھ لکھا اور اس کاغذ کو راجکمار کے ہاتھ میں دے کر بولا۔ کہ کسی تاریک کوٹھڑی میں جا کر اس کاغذ کے نیچے جلتی ہوئی موم بتی رکھ کر دیکھنا۔ کہ کیا ہوتا ہے۔

راجکمار نے ویسا ہی کیا۔ کاغذ پر لکھے ہوئے سفید حروف موم بتی کی روشنی سے خوبصورت نیلے حروف بن گئے۔ اور یہ لفظ دکھلائی دینے لگے۔ کہ

ہر روز کسی نہ کسی کے ساتھ بھلائی کیا کرو۔

راجکمار نے اس شکشا (نصیحت) کو قبول کر لیا۔ اور وہ بہت جلد راج بھر میں سب سے بڑھ کر خوش دِل بن گیا۔ اب اس کے برابر کوئی بھی سکھی نہ رہا۔

اس کتھا سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کہ جب تک انسان اپنے جسم سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ ان کی امداد نہیں کرتا۔ اپنے منہ سے

میٹھے الفاظ بول کر اُنہیں دلیری نہیں دیتا۔ اور سب کے لیے پریم اور محبت کا بھاؤ نہیں رکھتا۔ تب تک وہ سُکھی نہیں ہو سکتا۔ وہی انسان اپنا بھلا کر سکتے ہیں۔ جو دُوسروں کا بھلا کرتے ہیں۔ دُوسروں کی بھلائی میں اپنی بھلائی اور دُوسروں کے آنند میں ہی سچا آنند ہے۔

جتنا ہم دُوسروں کو فائدہ پہنچائیں گے۔ اور انہیں ہمت دلائیں گے اتنا ہی ہم میں بل آئے گا۔ اور ہم زیادہ سُکھی اور خوش ہونگے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ عملی زندگی میں ہم اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ دُوسروں کو دکھ دینے۔ ان کو نقصان پہنچانے اور ان کی مذمت کرنے میں ہی اپنا بھلا سمجھتے ہیں۔ یہ بات ایک پیشے کے لوگوں میں زیادہ دیکھنے میں آتی ہے وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا آنسو پونچھتے ہیں۔ اور ایک دُوسرے کے خریداروں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ ایک جماعت میں پڑھنے والے طالب علموں میں بھی یہ بات دیکھنے میں آتی ہے ایک طالب علم دُوسرے سے حسد کرتا ہے۔ اُپدیشکوں۔ پرچارکوں۔ وکیلوں اور سوداگروں میں بھی اس کی کمی نہیں ہے۔ وہ دُوسرے کی برائی کر کے اپنی تعریف کرتے ہیں۔ اجی! وہ کیا جانے؟ وہ تو کل کا لڑکا ہے۔ اس میں قابلیت ہی کیا ہے؟ وہ تو رد پے پیچھے جان دیتا ہے۔ خواہ جس طرح ہو۔ روپیہ لے۔ یہی اس کا مقصد ہے وہ مغرور ہے۔ سیدھے منہ سے بات بھی نہیں کرتا۔ وغیرہ باتیں کہ کر ہی یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم بڑے نیک اور دھرماتما ہیں۔ مگر یہ شرافت کی نشانی نہیں ہے۔ اپنی ترقی خواہ نہ ہو۔ مگر اُس کی بھی ترقی نہ ہو۔ میں فیل ہو جاؤں۔ تو ہو جاؤں۔ مگر وہ بھی پاس نہ ہو۔ یہ الفاظ بغض اور نفرت کے مظہر ہیں۔ یہ گرے ہوئے اور کمزور آتما کے ہوتے

ہیں۔ اِن سے انسان کی آتما اپنے منزلِ مقصود سے گر جاتی ہے۔ اور تنزل کے کوئیں میں گر پڑتی ہے۔ جہاں اُسے رات دن ناقابل برداشت دُکھ بھوگنے پڑتے ہیں۔

پریم اور اُداراتا

بلوان آتما کے نشان ہیں۔ دوسرے کے گنوں کو چھپانا۔ اس کی پوری تعریف نہ کرنا اور اپنے عیبوں کو بھی گن ظاہر کرنا یہ سب کمینوں اور بُرے آدمیوں کے کام ہیں۔ نیک لوگ دشمن تک کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ اور بنی نوع انسان کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتے ہیں۔ جو لوگ دُوسروں کی نندا کرتے ہیں انہیں سمجھ رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ دُوسروں کی نندا کر کے دُنیا کو اپنی کمینگی اور بُرائی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کیونکہ نیک انسان وہی ہیں۔ جو دُوسروں کے عیوب کو نہ دیکھ کر اُن کے گنوں کی کھوج کرتے ہیں۔ اور جس میں گن دیکھتے ہیں۔ اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ دُنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہے۔ جس میں عیب نہ ہوں۔ پھر کسی کے عیبوں کی چرچا کرنا اور وہ بھی اس لئے کہ اس کی نندا ہو۔ اور اپنی تعریف ہو۔ انسان کے لئے مناسب نہیں ہے۔

دُنیا اسی کی تعریف کرتی ہے۔ جس سے دُوسروں کو فایدہ پہنچتا ہے اور جو دُوسروں کے لئے اپنے تن۔ من اور دھن تینوں کو نچھاور کر دیتا ہے آج دُنیا میں جتنے مہاپرشوں کا گن گایا جاتا ہے۔ وہ سب اسی لئے کہ انہوں نے دُنیا کے بھلے کے لئے اپنے جیون کو ارپن کیا۔

ست یگ کی بات جانے دیجیئے۔ اس کلجگ میں گورو گوبند سنگھ جی۔ ایشور چند ودیا ساگر۔ سوامی دیانند۔ رام موہن رائے۔ مہاتما گاندھی وغیرہ کیوں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے کہ انہوں نے زندگی بھر تک

دوسروں کی سیوا کر کے دوسروں کے دکھ دور کئے اسی لئے کہ انہوں نے
اپنی زندگی کو دنیا کے بھلے کے لئے ارپن کر دیا تھا۔

ایک فلاسفر نے ایک بار اپنے شاگردوں سے پوچھا۔ کہ اس دنیا میں
سب سے اچھی چیز کونسی ہے؟

شاگردوں نے اپنی عقل کے مطابق کئی جواب دئے۔ مگر کسی کا جواب
بھی تسلی بخش نہ نکلا۔ آخر میں ایک شاگرد رہ گیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ

دنیا میں سب سے اچھی چیز

نیک دل ہے۔ فلاسفر نے اس کے منہ سے یہ لفظ سن کر بڑی خوشی کا اظہار
کیا۔ اور کہا۔ کہ بلاشبہ تیری عقل پختہ ہو گئی ہے۔ جس آدمی کا دل اچھا
ہے۔ وہ ہمیشہ سکھی اور سنتوشی رہے گا۔ اور اچھے کام کریگا۔

وسیع دلی۔ ہمدردی۔ بے عیبی اور نیک سوبھاو ان کے برابر دنیا میں
کوئی بھی دھن نہیں ہے۔ ان کے مقابلے میں قارون کا خزانہ اور کبیر کی
دولت بھی ہیچ ہے جس انسان میں یہ نیک صفات پائی جاتی ہیں۔ خواہ
اس کے پاس کھانے کو ایک کوڑی بھی نہ ہو۔ تو بھی دنیا کا ان سے زیادہ
بھلا کر سکتا ہے۔ جن کے پاس کروڑوں روپے ہیں۔ اور جو روپے کو جی
کھول کر دان کرتے ہیں۔

جو لوگ دوسروں کی ہمت بڑھاتے رہتے ہیں۔ وہ دنیا کا بڑا اپکار کرتے
ہیں۔ کیونکہ انسان کی ہمت بڑھانے سے اس میں دوگنا اور تگنا بل آجاتا
ہے۔ اور وہ طاقت بھر کوشش کرنے لگتا ہے۔

میدان جنگ میں سپہ سالار کے منہ سے ہمت بڑھانے والے لفظوں
کو سن کر گرتے گرتے سپاہی بھی سنبھل جاتے ہیں۔ اور جی توڑ کر دشمن

دان کرتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر ہمت دلاکر خواہ جتنا کام تم اپنے آدمی سے لے سکتے ہو۔ اسے کبھی بُرا نہیں لگے گا۔ اس کے علاوہ ایک بڑا بھاری فائدہ یہ ہے۔ کہ دُوسرے کو ہمت دلانے سے۔ ان کی تعریف کرنے سے اور ان کی خوبیوں کا ذکر کرنے سے اپنے دل میں بُرے خیالات داخل نہیں ہوتے۔ دِل پر جذبات اور خواہشات کا سیاہ پردہ نہیں پڑتا۔ روح ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہتی ہے۔ اور مکتی کا دروازہ اُسے سامنے کھلا نظر آتا ہے۔

جن مہاپرشوں کا دل وسیع ہے۔ اور جو ہمیشہ دُوسروں کا اُپکار کیا کرتے ہیں۔ ان کو سنسار اپنا رکھشک سمجھتا ہے۔ اور اُن کے لئے پریم اور آدر کا بھاو رکھتا ہے۔ اُنہیں دیکھ کر کمزور سے کمزور انسان میں بھی بل آجاتا ہے۔ اس کا سارا شوک جاتا رہتا ہے۔ اور اس کا دل آنند سے بھر جاتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ گویا ایشور کا اوتار اس کی حفاظت کے لئے اس کے دروازے پر آگیا ہے۔ اور اُسے اب کسی بات کا ڈر نہیں رہا ہے۔

مگر افسوس ہے۔ کہ ایسے لوگ دُنیا میں اس وقت بہت کم ہیں آج کل اکثر ایسے لوگوں کی کثرت ہے۔ کہ جو ایک دُوسرے کی مذمت کرنے میں اپنی بڑائی سمجھتے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر ہی ایک شاعر نے کہا تھا۔ کہ ہم لوگ کلجگ کی شکایت کرتے ہیں۔ اگر ہم اس بات کو سمجھ جائیں کہ چھوٹی سے چھوٹی آتما میں بھی پرماتما کی شکتی موجود ہے۔ تو آج ہی پھر اس زمین پر ست جُگ پھیل سکتا ہے۔

صرف کسی آدمی کی بیرونی حالت کو دیکھ کر اُس کے متعلق بُرا خیال

کر لینا بیوقوفی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی انسان پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو۔ رُوپ رنگ میں میلا ہو۔ مگر اس کے خیالات اعلےٰ اور پاکیزہ ہوں۔ اُس کے دل میں دَیا اور پر اُپکار کا بھاو ہو۔ اور وہ شُدّھ ہردے سے بنی نوع انسان کا خیر خواہ ہو۔ اس لئے تم بھُول کر بھی کسی انسان کے متعلق یہاں تک کہ دشمن تک کے متعلق بھی اپنے دل میں بُرے خیال نہ لاؤ۔

سب کے ساتھ پریم و محبّت کرو

بنی نوع انسان کو اپنا دوست سمجھو۔ غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور انسان کو بھی اپنے گلے لگاؤ۔ دُوسروں کی مدد کرنا اور اُن کو فائدہ پہنچانا اپنا فرض سمجھو۔ غریبوں کو دھن دے کر۔ کمزوروں کو بل دے کر اور بے سہاروں کو سہارا دے کر اپنے دھرم کا پالن کرو۔ بہت سے لوگ صرف تمہارے میٹھے بول کے بھوکے ہیں۔ بہت سے صرف تمہاری ہمدردی کے ہی متمنی ہیں۔ تم اُن کے ساتھ میٹھا بولو۔ ہمدردی ظاہر کرو۔ اور انہیں ہمت دلاؤ۔ جو لوگ دُکھ سے دُکھی ہیں۔ مصیبت کے مارے ہیں۔ اُن کے دکھوں کو دُور کرو۔ ایشور نے انسان کو وسیع دل بنایا ہے۔ اس لئے اُسے ہمیشہ وسیع دل رہنا چاہیئے تنگدلی کو بالکل دُور کر دینا چاہیئے۔ تم کو ہر طرف پریم کی ہی وسیع سلطنت دکھائی دینی چاہیئے۔ جب انسان کی ایسی حالت ہو جائے گی۔ تب اس کی زندگی آنند مے ہو جائیگی۔ اور وہ جلدی ہی برہم میں لین ہو جائیگا۔

مختصراً یہ کہ دُوسروں کے بھلا کرنے میں ہی اپنا بھلا ہے۔ کر بھلا ہو گا بھلا یہ کہاوت بھی مشہور ہے۔ مہاتماؤں نے کہا ہے۔ کہ اگر تمہارے پاس کسی کو دینے کو روپیہ نہیں ہے۔ تو نہ سہی۔ تم جسم سے اس کی سیوا کرو۔ اور اگر جسم بھی کسی کام آنے کے قابل نہیں ہے۔ تو میٹھی باتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اگر وہ بھی نہ ہو سکے۔ تو دل میں سب کے لئے شبھ بھاونا رکھو۔ سب کا بھلا چاہو۔ (اوم شم)

Price Annas -/8/-only

Can be had from :—

MARTAND PUSTKALYA

LOHARI GATE LAHORE.

Title printed at Golden Printing Press Lahore.

۷۰ روحانی و اخلاقی گلدستے

نام کتاب	قیمت
برہمچریہ کے سادھن	۲ر
دھرم کی ویا کھیا	۲ر
بھگوان رام کے اپدیش	۲ر
منش کرتویہ یا فرائض انسانی ..	۲ر
شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم	۲ر
شری کرشن چرتر اور گیتا کی مہما ..	۶ر
جیبی گیتا مکمل ۔ (روزانہ پاٹھ کے لئے) ..	۱۲ر
آئینہ سداچار و قوت خیال	۳ر
راہِ نجات (روحانی کتاب)	۱۲ر
جیسے چاہو ۔ ویسے بن جاؤ	۴ر
راہِ نجات کی ابتدائی منزلیں	۳ر
ہن کا راستہ	۳ر
خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول ..	۳ر
نعمت زندگی	۵ر
انسان کو اپنی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے	۲ر
دودھ چکتسا ۔ (علاج بذریعہ دودھ) ..	۳ر
مکمل تندرستی کے حصول کا آسان طریقہ	۴ر
عملی یوگ	۴ر
غصہ دور کرنے کی تدابیر	۳ر
مشعلِ راہِ نجات	۳ر

نام کتاب	قیمت
اندر شکتی بکاس	۱۲ر
اپنشدوں کے اسرار	۵ر
مہاتما گاندھی کی سندر بانی ..	۲ر
دھارمک و اخلاقی کتھائیں ..	۱۲ر
ستی [illegible] لکشمی (دلچسپ) ..	۴ر
شریمتی رادھا رانی	۴ر
مہارانی سونیتی دیوی	۱۲ر
مہارانی چنتا دیوی	۳ر
مہاتما یامناچاریہ	۳ر
شانتی کا سوپان بدھ	۶ر
لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک ..	۴ر
قیصر ہند و جنگ چمکور صاحب	۴ر
حب الوطنی کے روشن ستارے	۳ر
[illegible] (دلچسپ ناول)	۸ر
سوامی ورجانند جی کا جیون چرتر	۴ر
چھوٹے بھائی کا پریم	۴ر
ستیہ آگرہ کی حقیقت	۳ر
ویراگ سندیش	۲ر
رشی جیون کتھا	۴ر
اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم ..	۳ر

منیجر مارتنڈ پستکالیہ لوہاری گیٹ لاہور

اوم

1363

اوم

ابتدائی گذارش

مسٹر جیمس ایلن صاحب کی تصانیف کی یورپ میں بڑی شہرت ہے
لوگ انہیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ کتاب اسی بزرگ کی تصنیف
"آؤٹ فرام دی ہارٹ" کا آزاد اُردو ترجمہ ہے۔ اس میں یہ بتلایا گیا ہے
کہ رُوحانی ترقی پر ہی انسان کی تمام دینی و دنیوی ترقی کا دارو
مدار ہے۔ اور بلاشک و شبہ یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ روحانی ترقی کے
بغیر سچے علم کے حصول اور دُنیا کی بہتری کا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ اس
کے علاوہ جو آدمی اپنے آپ کو بے عیب۔ اپنے دل کو پاک اور اپنے من
(نفس) کو پُرسکون و صاف رکھنے کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے۔ آخرکار وہ
اپنی زندگی کو باقاعدہ۔ راحت بخش اور شاندار بنا لیتا ہے۔

اگر اس کتاب کے پڑھنے سے خود میرے دل کو کچھ بھی حاصل ہوا۔ تو میں
اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھونگا۔

مترجم

اوم

راہ نجات

پہلا باب

دل اور زندگی

جیسا جس کا دل ہوگا۔ ویسی ہی اس کی زندگی ہوگی۔ جو دل میں ہوتا ہے وہی تب سے باہر آتا رہتا ہے۔ کوئی بھی بات ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ جو بات دل میں چھپی ہوئی رہتی ہے۔ وہ تھوڑے عرصہ کے لئے ہی رہتی ہے۔ آخر کار ایک دن وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ صرف اس کے پختہ ہونے میں دیر لگتی ہے۔ دنیا میں ہر ایک چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ بیج۔ درخت۔ پھول اور پھل۔ یہی دنیا کا اصول ہے۔ انسان کے دل کے مطابق ہی اس کی زندگی کی حالتیں ہوتی ہیں۔ اس کے خیالات سے عمل کی کونپل نکلتے ہیں۔ اور عمل کے پھولوں میں چال چلن اور قسمت کے پھل لگتے ہیں۔

انسانی زندگی ہمیشہ اندر سے باہر کی طرف نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ جو خیال اندر پوشیدہ

ہوتے ہیں۔ وہ وقت پاکر الفاظ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آخر انہی کے مطابق
افعال ہوتے ہیں۔ جس طرح نامعلوم سوتے میں سے پانی کا چشمہ نکلتا ہے۔
ایسے ہی انسانی زندگی بھی دل کے پوشیدہ مقام سے ہی نکلتی ہے۔ جو کچھ انسان
ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے۔ وہ سب دل سے پیدا ہوتا ہے۔ مستقبل میں
جو کچھ وہ بنیگا اور کرے گا۔ اس کا نکاس بھی دل ہی کے مخفی سوتے سے ہوگا۔

خوشی اور غمی۔ رنج اور راحت۔ امید و بیم۔ محبت اور نفرت۔ دانائی
اور نادانی۔ سب دل کے ہی اندر ہیں۔ اور کہیں نہیں ہیں۔ یہ صرف من کی مختلف
حالتیں ہیں۔

انسان خود اپنے دل کا مالک۔ اپنے نفس کا محافظ اور اپنی زندگی کے
قلعے کا پہرے دار ہے۔ اس حالت میں چاہے وہ چست و چالاک رہے۔ چاہے
لاپرواہ اور سست بنا رہے۔ یہ اس کے اپنے ہاتھ کی بات ہے۔ دونوں راستے
اس کے لئے کھلے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو سعی کے ساتھ اپنے دل کی نگہبانی کرسکتا ہے
اور اسے پاک و صاف رکھ سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو برے خیالات سے
محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہی خوشی اور معرفت کا راستہ ہے۔ اس کے برخلاف اگر
جہالت اور دکھ کے راستے پر چلنا چاہے۔ تو جیسے ہی بغیر کسی اصول کے بے
پرواہی کی زندگی بسر کرے۔ اس لئے انسان کو واجب ہے کہ یہ بات اچھی طرح
سمجھ لے کہ زندگی کی بنیاد مکمل طور پر اس کے اپنے ہی دل سے ہوتی ہے۔ یہ بات
جب انسان کے دل میں بیٹھ گئی۔ تب گویا اس کے لئے راحت ابدی کا دروازہ کھل
گیا۔ کیونکہ اس کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ مجھ میں اپنے من (نفس) کو قابو میں رکھنے کی
طاقت ہے۔ اور میں اسکو اپنی حسب خواہش جدھر چاہوں موڑ توڑ سکتا ہوں۔ یہ
بات مکمل ہو جانے پر وہ خیالات اور اعمال کی اپنی پگڈنڈیوں پر چلیگا۔

جو ہر طرح سے بہتر ہیں۔ زندگی اس کے لیے خوشنما اور شاندار بن جائے گی اور پھر آہستہ آہستہ وہ اپنی ساری فروگذاشتوں اور برائیوں کو اپنے دل سے دور کر دیگا۔ اس کی ساری مصیبتیں اور تکالیف دور ہو جائینگی۔ کیونکہ جو انسان دل کے کواڑوں کی پوری طرح سے حفاظت کرتا ہے۔ اس کو ضرور علم معرفت سکون (شانتی)، اور نجات (مکتی) حاصل ہو جاتی ہے۔

دوسرا باب

نفس (من) کی خاصیت اور اُسکی ماہیت

من انسانی زندگی کا ہرتا کرتا ہے یعنے زندگی کا پورا فیصلہ اچھا یا بُرا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی پر زندگی کی مختلف حالتوں کا انحصار ہے۔ وہ تمام خواہشات کا مبدا اور ان سب کے نتائج (پھل) کو بھوگنے والا ہے۔ بیجا محبت اور جہالت کے پیدا کرنے والے نیز سچائی کے اختیار کرنے کے بیج بھی من کے اندر ہی ہیں یا من ہی قسمت کا بنانے والا ہے۔ ہماری زندگی ایک کرگہ کی مانند ہے۔ جس پر من کا جولاہا خیالات کے سوت سے بھلے بُرے کاموں کا تانا بانا تن کر جال جیسا کپڑا تیار کرتا ہے۔ اور اس کپڑے میں اپنے آپ کو اسی طرح پھنسا لیتا ہے۔ جس طرحِ ریشم کا کیڑا۔

انسان بوجہ عقل کا جوہر رکھنے کے ایسی ہستی ہے کہ اس میں نفس کی تمام

طاقتیں موجود ہیں۔ اور ان طاقتوں پر اس کا پورا پورا اختیار ہے۔ وہ تجربہ اور مشاہدہ سے سیکھتا ہے اور اپنے مشاہدے کو گھٹا بڑھا بھی سکتا ہے۔ وہ کسی بات سے بھی قاصر (مجبور) نہیں ہے۔ مگر اس نے خود اپنے آپ کو بہت سی الجھنوں میں جکڑ رکھا ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے آپ کو خود باندھ لیتا ہے۔ اسی طرح جب چاہے اپنے آپ کو آزاد بھی کر سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حیوان سے بھی بدتر بنا سکتا ہے اور دیوتا کی طرح بھی یعنی وہ نیک اور بد ظالم اور عادل جیسا چاہے اپنے آپ کو بنا سکتا ہے۔ وہ بار بار کسی کام کے کرنے سے عادتیں اختیار کر سکتا ہے۔ اور پھر انہیں اپنی ہی کوشش سے چھوڑ بھی سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو یہاں تک گرا سکتا ہے کہ سچائی کا ایک ذرہ بھی اس میں باقی نہ رہے۔ مگر اس میں یہ طاقت بھی ہے کہ اپنی غلطیوں کو ایک ایک کر کے دور کر دے۔ اور پھر سچائی کے اعلے درجہ پر پہنچ جائے۔ اسے پوری آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنے آپ کا خود مختار حاکم ہے۔

من کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کئی طرح کی حالتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور انہی میں سے جسے وہ چاہے۔ اپنے لئے پسند کر سکتا ہے۔ من میں یہ طاقت بھی ہے کہ جو وہ چاہے تو کسی حالت کو بدل دے۔ یا اس کو بالکل چھوڑ دے۔ وہ ہمیشہ یہ کام کرتا رہتا ہے۔ وجہ یہ کہ ایک ایک کر کے وہ ان حالتوں کا علم حاصل کرتا رہتا ہے اندرونی خیالات ہی انسان کی زندگی اور چلن کو بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خیالات ہی پر زندگی اور چلن کا پورے طور پر دار و مدار ہے اور انسان میں یہ طاقت ہے کہ اپنی قوت ارادی اور سعی سے ان میں ترمیم و تنسیخ کر سکے۔ بری عادتوں کمزوریوں اور گناہوں کی بیڑیاں خود انسان کی اپنی ہی بنائی ہوئی ہیں۔ اور صرف وہی ان کو توڑ سکتا ہے۔ وہ سوائے من کے اور کہیں نہیں ہوتیں۔ من ہی

ان کا ملجا و ماوا ہے اور اگرچہ ظاہر طور پر ان کا تعلق بیرونی اشیاء سے ہے۔
مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ بیرونی حالت اندرونی حالت کے مطابق ہی بنتی ہے
اور ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ اندرونی حالت بیرونی حالت کے مطابق۔ مثلاً لالچ
کسی بیرونی شے سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس چیز کے حاصل کرنے کے لئے من کی
بُری خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ہی رنج و راحت کی پیدائش بھی بیرونی
اشیاء اور زندگی کے مختلف واقعات سے نہیں ہوتی۔ بلکہ ان واقعات اور
اشیاء کی طرف من کے رجحان کو نہ روکنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ من جو پاکیزگی
میں، طاہر اور علم معرفت میں مستحکم ہوتا ہے۔ ان بُری خواہشوں اور ترغیبات کو [illegible]
دے دیتا ہے۔ جن کا رنج و الم سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اور اسی لئے وہ گیان
(معرفت) اور شانتی (سکون قلب) حاصل کر لیتا ہے۔

دوسروں کو بُرا سمجھ کر انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھنے اور بیرونی حالتوں
کو بُرائی کی جڑ سمجھ کر انہیں بُرا بنانے سے دنیا کی مصیبتیں اور تکالیف گھٹتی
نہیں بلکہ بڑھتی ہی ہیں۔ بیرونی حالت اندرونی حالت کا صرف ایک عکس اور نتیجہ
ہوتا ہے۔ جب دل صاف اور پاک ہو تو سب بیرونی حالتیں بھی پاک و صاف
ہو جاتی ہیں۔

یہ قدرت کا ایک اٹل قانون ہے کہ تمام ترقی اور زندگی کا میلان اندر سے
باہر کی طرف ہوتا ہے۔ اور تنزلی اور موت کا باہر سے اندر کی طرف۔ مطلب یہ
کہ من کے رجحان کے مطابق ہی انسان کی زندگی بنتی ہے۔ تمام نشو و نما اندر ہی
ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک بات کا فیصلہ اندر سے ہی ہونا مناسب ہے۔
وہ آدمی جو دوسروں سے عبث جھگڑا نہیں کرتا اور اپنی طاقتوں کو اپنے من کو
اپنے سدھارنے اور بڑھانے میں لگاتا ہے۔ وہ اپنی طاقت کو بھی بنائے رکھتا

ہے اور اپنا محافظ بھی آپ ہی بن جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی طبیعت کو باامن بنانے (شانت کرنے) میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو وہ دوسروں کو بھی اپنی وسیع دلی اور ہمدردی سے اپنے جیسی ہی بہتر حالت میں لے آتا ہے۔ کیونکہ دوسروں کے حاکم اور رہنما بن بیٹھنے سے شانتی اور سچی زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنے اوپر پورا اختیار رکھنے اور سچے اصولوں پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہونے سے

انسانی زندگی کا منبع اس کا دل اور من ہے جسے اس نے اپنے ہی خیالات اور افعال سے تیار کیا ہے۔ اور اب بھی اسے نئے خیالات کے ذریعے پھر بدلنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اب ہم اسی پر غور کریں گے۔

تیسرا باب

عادت کیسے پڑتی ہے

جب کوئی خیال دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ تو ایک نئی عادت بن جاتی ہے۔ خوشی اور غمی۔ رنج اور راحت۔ تنگدلی اور فراخدلی یہ سب دراصل من کی ہی مختلف حالتیں ہیں۔ جب انسان باربار اپنے من کو ان کی طرف لے جاتا ہے۔ تو یہی عادتوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں تک کہ پھر اپنے آپ ہونے لگتی ہیں۔ اگر کوئی خیال متواتر من میں آتا رہے۔ تو ایک دن من کی مضبوط عادت بن

جاتی ہے۔ اور ایسی عادتوں سے ہی انسانی زندگی بنتی ہے۔

من کی عادت ہے کہ وہ تمثیلوں کے بار بار سامنے آتے رہنے سے علم حاصل کرتا ہے۔ شروع میں جس خیال کو اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ آخر کار وہی خیال من میں متواتر گشت رہنے سے پختہ عادت کو اختیار کر لیتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کام کو سیکھنا شروع کرتا ہے۔ تو پہلے اس سے ٹھیک ٹھیک اوزار بھی ہاتھ میں نہیں لیا جاتا۔ ان اوزاروں سے کام لینا تو درکنار۔ لیکن کچھ عرصہ تک محنت کرتے رہنے سے وہی شخص انہی اوزاروں کو ایسی ہوشیاری سے چلانے لگتا ہے۔ اسی طرح کسی خیال کو من میں قائم کرنے کے لئے خواہ پہلے کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ مگر اس خیال کے بار بار من میں آنے سے آخر میں وہ انسانی زندگی کا جزو بن جاتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی طینت میں شامل ہو جاتا ہے۔

من میں اپنی عادات اور خواہشات کے بدلنے اور بگاڑنے کی جو طاقت ہے۔ وہی انسان کو اندریوں (محسوسات) کے پنجے سے چھڑا کر پوری آزادی کی شاہراہ پر لے جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح انسان میں بری عادات کے اختیار کرنے کی طاقت ہے، اسی طرح اچھی عادتوں کے سیکھنے کی قدرت بھی ہے۔ اس بات پر ذرا زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو بھی نہایت غور و خوض کے ساتھ اس بات کو سمجھنا چاہئیے۔

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بھلائی کرنے کی نسبت برائی کرنا اور نیکی کرنے کی نسبت گناہ کرنا زیادہ آسان ہے۔ دنیا کے سب لوگ اس بات کو سچ مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ گوتم بدھ جیسے مہاتما نے بھی کہا ہے کہ برے اور نقصان دہ کاموں کا کرنا آسان ہے۔ مگر اچھے اور مفید کاموں کا کرنا مشکل

ہے۔ ایک شاعر نے بھی کہا ہے۔

بھلی کرت لاگے ولمبھ   بُری ولمبھ نا ہے۔
بھون بناوت دن لاگے   ڈھاہت ولمبھ نہ لائے

عوام الناس پر تو یہ بات عاید ہو جاتی ہے۔ لیکن در حقیقت یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ ہاں کسی حد تک ضرور سچ ہے۔ یہ کوئی اٹل یا نا متغیر قانون نہیں ہے۔ انسان کے لئے بھلا کرنے کی نسبت بُرا کرنا کیوں آسان ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ جہالت کا بازار گرم ہے۔ لوگ دنیا کی سچی ماہیت اور زندگی کے اصلی مدعا سے ناواقف ہیں۔ جب کوئی لڑکا لکھنا سیکھنے لگتا ہے۔ تو اس کے لئے قلم کا غلط طور پر پکڑنا اور غلط الفاظ بنا لینا آسان ہے۔ مگر قلم کو ٹھیک ٹھیک پکڑنا اور اچھی طرح خوشخط لکھنا اس کے لئے بہت ہی مشکل اور ناممکن بات ہے۔ مگر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ لڑکے کو قلم پکڑنا اور ٹھیک ٹھیک لکھنا نہیں آتا۔ لیکن وہ متواتر محنت اور مشق کرتے رہنے سے اپنی اس جہالت کو دور کر کے آخر کار ٹھیک ٹھیک لکھنا سیکھ جاتا ہے۔ اور پھر اس کے لئے غلط کام کرنا مشکل اور ساتھ ہی عبث ہو جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حالت من اور زندگی کی بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ من میں اچھے خیالات کے لانے اور اچھے کام کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے بہت محنت اور متواتر مشق کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن آخر ایک دن ایسا وقت آجاتا ہے۔ جبکہ اچھے خیالات و افعال کا کرنا آسان اور عادت بن جاتا ہے اور بُرے کام کرنا مشکل اور بالکل غیر ضروری۔

جس طرح کاریگر کام کرتے کرتے کچھ دنوں بعد اپنے کام میں ماہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی متواتر مشق کرتے کرتے بھلائی میں ماہر ہو جاتا

ہے۔ صرف خیالات کے بار بار من میں آنے کی ضرورت ہے۔ جب انسان
کے لیئے نیک اور اچھے خیالات کا سوچنا آسان ہو جاتا ہے اور بُرے
خیالات کا دھیان بُرے افعال کا مرتکب ہونا مشکل معلوم ہونے لگتا ہے
وہ انسان سمجھو لو کہ بھلائی کے اعلیٰ معراج پر پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے پاک
روحانی گیان کو حاصل کر لیا ہے۔

لوگوں کے لیئے پاپ کرنا اتنا آسان اور قدرتی کیوں ہو جاتا ہے؟ اس
لیئے کہ انہوں نے کبھی بُرے کام کو بار بار کر کے نقصان دہ اور جہالت کے
خیالات کی عادت ڈال لی ہے۔ چور کے لیئے موقعہ پا کر چوری سے ہٹ جانا
بہت مشکل ہے۔ کیونکہ عرصے سے وہ لوبھ اور لالچ کے خیالات میں ہی [illegible]
رہا ہے۔ مگر اس [illegible] کے لیئے جس نے اب تک نیک اور اچھے خیالات
ہی میں اپنی زندگی بسر کی ہے۔ اور جس کو اتنا علم ہو گیا ہے کہ سچ اور جھوٹ کو
پہچان سکے۔ اور جس کے دل میں چوری وغیرہ کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ اس کے
لیئے چوری کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ چوری نہایت کمینہ گناہ ہے اور ہم
نے اس کا ذکر اسی لیئے کیا ہے کہ آپ کو صاف معلوم ہو جائے کہ عادات کا
کتنا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ کس طرح پڑتی ہیں۔ مطلب یہ کہ خواہ نیک افعال
ہوں خواہ بُرے۔ سب بار بار کی مشق سے پڑ جاتے ہیں۔ اور اس مشق کا نام
ہی عادت ہے۔ ہزاروں انسانوں کے لیئے غصہ اور گھبراہٹ جبلّی اور آسان
ہے۔ کیونکہ وہ غصے کے خیالات اور افعال کو من میں بار بار جگہ دیتے رہتے
ہیں۔ اور ہر ایک بار دوہرانے سے یہ عادت اور زیادہ مضبوط اور مستحکم
ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صبر اور استقلال وغیرہ صفات بھی جبلّی بنائی جا سکتی
ہیں۔ پہلے صبر اور استقلال کے خیالات من میں لانے اور پھر انہیں [illegible]

رہنے سے اور انہیں میں رغبت رکھنے سے ویسی ہی عادتیں پڑجاتی ہیں۔ جو ہمیشہ بڑھتی جاتی ہیں۔ اسی طرح شانتی اور سنتوش بھی انسان کی عادت بن سکتے ہیں۔ سب سے پہلے ہر ایک آدمی کو چاہیئے کہ نیک خیالات کو اپنے من میں جگہ دے اور پھر انہیں خیالات کو دل میں رکھ کر انہیں کے مطابق کام کئے جاشیئے۔ کرتے کرتے عادت ویسی ہی پڑجائیگی۔ اور غصہ اور گھبراہٹ وغیرہ بالکل دور ہو جائینگے۔ اس طرح ہر ایک بُرا خیال دل سے دور کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح ہر ایک گناہ سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اور پاپ پر فتح حاصل ہو سکتی ہے۔

چوتھا باب

افعال (کرم) اور گیان

زندگی میں من ہی سب کچھ ہے۔ اور وہ ان عادات کا مجموعہ ہے جنھیں ...نسان آہستہ آہستہ کوشش کر کے حسب خواہش سدھار سکتا ہے اور پھر جن پر ...اپنا پورا پورا اختیار اور قابو حاصل کر سکتا ہے۔ یہ باتیں جونہی انسان کے دل ...بیٹھ گئیں۔ توں ہی گویا اسے آزادی کے خزانے کی کلید مل گئی۔ زندگی کی ...ئیاں اصل میں من کی برائیاں ہیں۔ ان سے چھٹکارا آہستہ آہستہ ہی ہوتا ہے ...ساجوں دل صاف ہوتا جاتا ہے۔ توں توں آزادی ملتی جاتی ہے۔ ایک دم ...کوئی بیرونی چیز آکر اس آزادی کو نہیں دے سکتی۔ ہر وقت اور ہر گھڑی می

دل کو اس طرح سدھانا چاہیئے کہ جس حالت میں اسے اکثر غلطی ہی پر چلنے
کی عادت ہے۔ اس حالت میں نیک خیالات کو اپنے من میں جگہ دے اور اپنی
خواہشوں کو درست اور پاکیزہ رکھے۔ جس طرح ایک بت بنانے والا کاریگر
پتھر کے ایک بے جوڑ ٹکڑے کو آہستہ آہستہ تراش کر اپنی خواہش کے مطابق
بت کی صورت میں لے آتا ہے۔ اسی طرح اس آدمی کو بھی بے عیب زندگی بسر
کرنا چاہتا ہے۔ اپنے من کے بے جوڑ خیالات کو ٹھیک کرنا چاہیئے۔ یہاں تک
کہ وہ اسکو اپنے معراج کے مطابق بنا لے۔

اس اعلےٰ معراج کی تکمیل کرنے کے واسطے اس بات کی ضرورت ہے کہ
سب سے نیچی اور سب سے آسان سیڑھی سے شروع کیا جائے۔ اور بتدریج
اونچے چڑھتے ہوئے اونچی سیڑھی پر پہنچ جانا چاہیئے۔ زندگی کے ہر ایک حصے
میں اور انسان کے ہر ایک فعل میں اس اٹل قانون کی ضرورت ہے کہ ترقی اور
نشوونما بتدریج درجہ بدرجہ ہونی چاہیئے۔ جہاں اس قانون کو نظر انداز کیا جاتا
ہے۔ وہاں ہی پوری ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ علم حاصل کرنے میں کوئی
ہنر سیکھنے میں یا بیوپار کرنے میں سب لوگ اس قانون پر پوری طرح عمل کرتے
ہیں۔ مگر دھرم اور سچائی کے جاننے میں اور زندگی کے اصلی جوہر اور علم معرفت کے
سیکھنے میں قریباً سب لوگ اس قانون کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہی باعث ہے
کہ سچائی دھرم اور اعلےٰ زندگی بابت کم لوگوں کو میسر ہوتی ہے۔ اور اکثر لوگوں
کو تو ان صفات کا علم تک بھی نہیں ہوتا۔

یہ سمجھ لینا کہ صرف دھارمک کتابوں کے پڑھنے اور دھرم کی سمجھی فلاسفی جاننے
سے ہی اعلےٰ زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور روحانی ترقی کے اصول سمجھ میں آسکتے
ہیں۔ ایک غیر معمولی غلطی ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوتا۔ اعلےٰ زندگی میں بچپن اور

کرم کے ٹھیک ٹھیک ملاپ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ان روحانی اصولوں کے علم سے جو کہ انسان اور دنیا میں قدرتی ہوتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ گہری باتوں کو معلوم کیا جاوے، چھوٹی باتوں کو اچھی طرح جان لینا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو اونچی باتیں کبھی سمجھ میں نہ آسکینگی۔ پہلی کی مشق کرنے پر ہی سچا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی اصول کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے پہلے ہم اس کو کام میں لانا چاہیے۔ ماسٹر لڑکوں کو پہلے پہل ہی ہرگز حساب کے پیچیدہ اصولوں کو نہیں بتلائیگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کرنے سے ساری محنت ضائع ہو جائیگی۔ اور طالب علم کچھ بھی نہ سیکھ سکینگے تو پھر وہ کرتا کیا ہے؟ پہلے وہ ایک معمولی سوال لڑکوں کو دیتا ہے۔ اور اس کو حل کرنے کے لئے کہتا ہے۔ جب کئی بار کی ناکامی اور بار بار کی کوشش سے لڑکے اس سوال کو حل کر بیٹھتے ہیں۔ تو پھر کچھ مشکل سوال دے دیتا ہے اسی طرح متواتر مشکل سوال دئے جاتے ہیں۔ اور جب تک طالب علم کئی سال کی محنت کے بعد حساب کے سب اسباق کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ تب تک وہ حساب کے پیچیدہ اصولوں کو ان کے سامنے نہیں رکھتا۔ اگر کسی لڑکے کو نجاری کا کام سکھلانا ہوتا ہے تو شروع میں اس کو اس علم کے اصول نہیں سکھائے جاتے۔ بلکہ ایک معمولی اوزار اس کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے۔ اور اس کو ٹھیک طرح سے پکڑنا سکھلایا جاتا ہے۔ پھر اس کو چلانے کے لئے کہا جاتا ہے جب اوزار کا چلانا اس کو آجاتا ہے۔ تو پھر اس کو کوئی دوسرا مشکل کام دیا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب سالوں تک وہ اس طرح کام کر لیتا ہے۔ تب کہیں جا کر اس کو اس علم کے اصول سمجھائے جاتے ہیں۔

اچھے گھروں میں پہلے لڑکے کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ فرمانبرداری کیا ہے

اور ہر ایک آدمی سے اچھا سلوک کرو۔ لڑکے کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ اُسے
ایسا کیوں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اسے ایسا کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ اور جب
وہ ان نیک اور اچھے کاموں میں لیاقت حاصل کر لیتا ہے۔ تب اسے
بتلایا جاتا ہے کہ ایسا کیوں کرنا چاہیئے۔ کوئی باپ اپنے لڑکے کو ٹھیک
چلنے کے اصول نہیں سکھلا سکیگا۔ جب تک وہ لڑکا بیٹے کے فرائض اور سچائی
کے دھرم کو ادا کرتے ہوئے نہ دیکھ لیگا۔ معمولی کاموں میں بھی پہلے فعل
ہوتا ہے۔ اور پیچھے اس کا علم۔ پھر روحانی اصولوں اور اعلیٰ زندگی کے لئے تو
یہ اصول اور بھی ضروری ہے۔ دھرم کا سچا علم صرف نیک صفات کی مشق
سے ہوتا ہے اور سچائی کا علم صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب دھرم کے
کاموں میں انسان ماہر ہو جاتا ہے۔ نیک صفات کی مشق اور عمل میں ماہر
ہونا ہی سچائی کے علم میں ماہر ہونا ہے۔ سچائی صرف اسی وقت معلوم ہوتی
ہے۔ جب رات دن اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ معمولی باتوں میں بھی سچائی کو
مدنظر رکھتے ہوئے مشکل باتوں تک پہنچ جانا چاہیئے۔ جس طرح لڑکا مدرسے
میں صبر کے ساتھ ماسٹر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے سبق کو یاد کرتا ہے
اور ہمیشہ مشق اور محنت کرتا ہوا تمام ناکامیوں اور مشکلات پر فتح حاصل کر لیتا
ہے۔ اسی طرح سچائی کا متلاشی بھی اپنے خیالات اور افعال میں سچائی کی مشق
کرتا ہے اور ناکامی سے مایوس ہو کر کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا بلکہ اور مضبوط ہو جاتا ہے
اور جوں جوں نیکی کو حاصل کرنے میں اسے کامیابی حاصل ہوتی جاتی ہے
توں توں اس کا دل سچائی کے علم کے لئے کھلتا جاتا ہے اور جب وہ علم حاصل ہوتا
ہے تب وہ امن سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔

پانچواں باب

اعلےٰ زندگی کی ابتدائی منزلیں

اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ دھرم اور گیان کی شاہراہ ایک ہے - بنا گیان کے کوئی شخص دھرماتما نہیں بن سکتا - اور یہ بھی دیکھتے ہوئے کہ راستی کا عالمگیر اصول اسوقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا - جب تک کہ نیچے کی حالتیں طے نہ کرلی جائیں - یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سچائی کے متلاشی کو کام کا آغاز کس ڈھنگ سے کرنا چاہیئے - کس طرح وہ انسان جو اپنے من کو سُدھارنے کی خواہش رکھتا ہے - اور اپنے دل کو - اس دل کو جو کہ زندگی کی سب حالتوں کا سرچشمہ ہے - پاک وصاف کرنا چاہتا ہے - سچائی اور دھرم کے اسباق کو یاد کرے - اور اس طرح زندگی کی حالت اور ترغیبوں کو ہٹاکر گیان کی طاقت کو حاصل کرے؟ وہ ابتدائی منزلیں کونسی ہیں؟ ابتدائی اسباق کونسے ہیں - انہیں کس طرح یاد کرسکتے ہیں؟ ان کی کس طرح مشق کی جاتی ہے؟ انہیں کس طرح دل میں بٹھایا جاسکتا ہے - ان پر اپنا قابو کس طرح ہوسکتا ہے؟ انہیں سوالات کا جواب ان سطور میں دیا جائیگا -

پہلا سبق یہ ہے کہ من کی ان ترغیبوں کو جو کہ آسانی سے دور کی جاسکتی ہیں - اور جو روحانی یا دنیوی یا خانگی ترقی کی معمولی باتوں میں روکاوٹ ڈالتی ہیں - ان پر فتح حاصل کی جائے - اور ان کو اپنے سے دور کیا جائے - ناظرین

کی سہولیت کے لئے پہلی دس باتوں کو تین اسباق میں تقسیم کر کے نیچے لکھا جاتا ہے۔

وہ عیب جو ہمیں چھوڑنے چاہئیں۔

جسم کے عیب

عیب	سبق
(۱) سستی (۲) خود غرضی (پیٹو پن)	پہلا سبق جسم کو قابو میں کرنا

زبان کے عیب

عیب	سبق
(۱) دوسروں پر جھوٹی تہمت لگانا (۲) گپیں ہانکنا اور بے فائدہ باتیں کرنا (۳) گالی گلوچ اور سخت باتیں کرنا۔ (۴) چھچھورا پن۔ بدتہذیبی کی باتیں کرنا۔ (۵) دوسروں کے عیب نکالنا۔	دوسرا سبق زبان کو قابو میں کرنا

وہ اچھی باتیں جو ہمیں اختیار کرنی چاہئیں

اچھی باتیں	سبق
(۱) بغیر کسی غرض کے اپنے فرض کو ادا کرنا۔ (۲) سچائی پر اٹل بنے رہنا۔ (۳) رحمدلی	تیسرا سبق من کو قابو میں کرنا۔

پہلے دو عیوب کو برائی اور دوسرے پانچ کو زبان کے عیب اس لئے لکھا گیا ہے کہ وہ جسم اور زبان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے

ان کے اس طرح منقسم کرنے سے ناظرین کے دل پر اچھا اثر پڑے گا۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ ابتدا میں یہ برائیاں من ہی سے پیدا ہوتی ہیں اور دل کی وہ بُری خواہشات ہیں۔ جو جسم اور زبان کے ذریعے افعال کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

یہ حالتیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ من کو ابھی زندگی کے اصلی مقصد اور معراج کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ ایسی حالتوں کا جڑ سے اکھاڑ ڈالنا ہی سب سے بہتر خوشنما اور اعلےٰ زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس طرح یہ دور کئے جائیں؟ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ پہلے ان کو ظہور میں آنے سے ہی روک دیا جائے۔ یعنی ان کو عملی شکل میں ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ ایسا کرنے سے من ہوشیار اور سنجیدہ ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ مشق کرتے کرتے آخر اس کو ان بُری خواہشوں کا جن سے ایسے بُرے افعال کی پیدائش ہوتی ہے علم ہو جائیگا اور وہ انہیں بالکل چھوڑ دیگا۔

پہلا سبق۔ جسم کو قابو میں کرنا

من کو سدھارنے اور بہتر بنانے کے لئے سب سے پہلی سیڑھی سستی کو دور کرنا ہے۔ یہ سب سے آسان سیڑھی ہے۔ اور جب تک کہ انسان مکمل طور پر اس سیڑھی پر پہنچ نہیں جاتا۔ تب تک دوسری سیڑھیوں پر پاؤں رکھنا بھی ناممکن ہے۔ راہ راست کے حصوں میں سستی سخت روکاوٹ ڈالتی ہے۔ ضرورت سے زیادہ سونا اور جسم کو آرام دینا اور ضروری کاموں کو ترک کرکے عبث وقت کو ضائع کرنا۔ اسی کا نام سستی ہے۔ اس کو دور کرنے کا سب سے عمدہ علاج صبح اٹھنے کی عادت ڈالنا ہے۔ صحت کے قاعدے جاننے کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ کتنی نیند کی ضرورت

ہے۔ اتنی ہی دیر سونا چاہیئے۔ اور جو کام سامنے آئے خواہ کتنا ہی مشکل یا
آسان کیوں نہ ہو۔ اسے فوراً ٹھیک ٹھیک اور ہمت کر کے کر ڈالنا چاہیئے۔ بستر پر
پڑے پڑے کچھ بھی نہ کھانا پینا چاہیئے۔ بیدار ہونے کے بعد پلنگ پر پڑے
کروٹیں بدلنے اور ادھر ادھر کی باتیں سوچنے سے ہر ایک کام میں ڈھیلا پن کی
عادت پڑ جاتی ہے۔ اور من صاف نہیں رہتا۔ بستر پر پڑے کسی آدمی کی قوت
متخیلہ کو کام میں لانے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ اس وقت یہ قوت ٹھیک ٹھیک
کام نہیں دیتی۔ ایسی حالت میں من میں ویریا اور نیک خیالات کا آنا ناممکن ہے
بچھونے پر انسان کو صرف سونے کے لیئے لیٹنا چاہیئے۔ نہ کہ سوچنے کے لیئے۔
اور جب سو چکے تو پھر سوچنے اور کام کرنے کے لیئے اُٹھ بیٹھنا چاہیئے

دوسری منزل۔ اندریوں کے وشیوں میں نہ پھنسنا

دوسری سیڑھی یہ ہے کہ محسوسات اور وشے بھوگ کو بالکل تلانجلی دیدی جائے
ہندوستان میں پیٹو پن کا رواج بہت بڑھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ جیسے متھرا کے
چوبے تو ایسے ہیں کہ ان کا پیشہ ہی دوسروں کے ہاں ٹھونس ٹھونس کر کھانے
کا ہے۔ وہ گویا کھانے کے لیئے ہی جیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پیٹو کہنا چاہیئے۔
پیٹو انسان وہ ہے جو صرف حیوانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیئے کھاتا ہے۔
زندگی کے اصلی مقصد کو نہ سمجھ کر صرف سواد کے لیئے کھاتا ہے۔ ضرورت
سے بھی زیادہ کھا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ مٹھائیاں اور مال پورے کھانے کو ترستا
رہتا ہے۔ اگر کسی انسان کو ایسی عادت پڑ جائے تو اپنی زندگی کامل کرنے کے
لیئے اس عادت کو چھوڑ دینا انسان کے لیئے نہایت ضروری ہے۔ اس کا سادہ سبب ہے
کہ اپنی خوراک کی مقدار گھٹا دے اور کبھی دوسروں کے ہاں کھانا کھانے کی ہوس کو روکے۔

اور جو غذا کھائے وہ صاف اور سادہ ہو۔ کھانے کے لئے وقت مقرر کر لینا چاہیئے
اس کے آگے پیچھے ہرگز غذا نہ کھائی جائے۔ رات کے وقت جہاں تک ہو سکے
کم کھانا چاہیئے۔ رات کو زیادہ کھانے سے طبیعت بھاری رہتی ہے اور جسم میں
سستی گھر کر لیتی ہے۔ اس طرح باقاعدہ کھانا کھانے سے زیادہ کھانے کی
عادت خودبخود کم ہو جائیگی اور من اپنے بس میں ہو جائیگا۔ من کے بس میں ہو جانے
سے ساتوک (سادہ غذا) بھوجن کی طرف قدرتاً دل راغب ہوگا۔ یاد رہے کہ
دل میں تبدیلی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر صرف کھانے میں تبدیلی ہو گئی
اور من ویسے کا ویسا ہی بنا رہا۔ تو خوراک کی تبدیلی عبث ہے۔ خوراک کو باقاعدہ
اسی لئے بنانا ہے کہ جس سے پاک ہو اور من کی وہ محسوسات دور ہو جائیں۔ جو
زیادہ خوراک کی خواہش پیدا کرا کے انسان کو پیٹو بناتی ہیں۔

جب جسم اچھی طرح قابو میں ہو جاتا ہے۔ جب سب کام محنت سے کئے
جاتے ہیں اور جب کسی کام یا فرض میں کسی قسم کی غفلت نہیں کی جاتی۔ جب صبح
سویرے جاگنے میں خوشی محسوس ہونے لگتی ہے۔ جب نیک چلنی۔ ضبط اور کفایت
شعاری وغیرہ صفات انسانی سرشت میں داخل ہو جاتی ہیں جب انسان جو
کچھ غذا اس کے سامنے آئے خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور سادہ کیوں نہ ہو۔ اس
پر قانع رہتا ہے۔ اور جب پیٹو پن کی عادت بالکل جاتی رہے۔ تب
یہ سمجھنا چاہیئے کہ اعلیٰ زندگی کی پہلی دو منزلیں طے کر لی گئیں۔ تب ہی سچائی
کا پہلا سبق ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل میں اعلیٰ زندگی کی جڑ مضبوط جم
جاتی ہے

دوسرا سبق زبان کو قابو میں کرنا

اب ہم دوسرے سبق کو شروع کرتے ہیں۔ اس سبق میں درجہ بدرجہ پانچ سیڑھیاں ہیں۔ سب سے

پہلی سیڑھی چغلی کھانے کی عادت کو دور کرنا

ہے۔ دوسروں پر تہمت لگانا اور ان کے متعلق جھوٹے بکواس کرنا اور ان کی برائیوں کو ڈھونڈنا اور ان کی غیر حاضری میں بڑھا کر کہنا۔ یا ان کی بری باتوں کو افشا کرنا اس کا نام چغلی کھانا ہے۔ ہر ایک جھوٹی گفتگو میں بے رحمی۔ مکاری اور جھوٹ کا جز آجاتا ہے۔ جب انسان کا مقصد اعلےٰ زندگی کو حاصل کرنا ہے۔ وہ جھوٹ۔ تہمت آمیز اور سخت الفاظ کو زبان پر لانے سے پہلے ہی روک دیگا۔ اور پھر ان برے خیالات کو دور کرنے کی کوشش کریگا۔ جن کی وجہ سے یہ الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ اب وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیگا۔ کہ اس کے منہ سے کوئی لفظ ایسا نہ نکل جائے جس سے کسی شخص کی مذمت (مذا) ہو۔ وہ کبھی کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی نہیں کریگا۔ اور نہ کبھی کسی کے متعلق ایسی بات کہیگا کہ جس کو وہ اس کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ اس طرح کرتے کرتے آخر کار وہ دوسروں کی شہرت اور چلن کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگیگا۔ اور من کی ان ناجائز حالتوں کو برباد کر دیگا۔ جن سے کہ چغلی کی عادت پیدا ہوتی ہے

دوسری سیڑھی گپاشپ وغیرہ کو بند کرنا

دوسری سیڑھی یہ ہے کہ عبث کی گپاشپ وغیرہ کو بند کیا جائے دوسروں کی خانگی اور مخفی باتوں کے متعلق گفتگو کرنا۔ صرف وقت کو کاٹنے کی غرض سے گفتگو کرنا اور بے مطلب بے فائدہ باتیں کرنے کا نام گپاشپ ہے۔ ایسی عبث باتیں

بے قاعدہ اور نا تربیت یافتہ من سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ دھرماتما اور نیک چلن
لوگ اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اُدھر اُدھر کی بیفایدہ باتیں نہیں
کرتے۔ وہ اپنی زبان کو پاک اور پختہ بناتے ہیں اور یا تو وہ کسی مطلب سے بولتے
ہیں یا بالکل چپ رہتے ہیں۔

تیسری سیڑھی دوسروں کو گالیاں نکالنا

گندے الفاظ اور سخت باتوں کا بولنا بھی ایک عیب ہے۔ اسکو بھی دور
کر دینا چاہیئے۔ جو آدمی دوسروں کو بُرا بھلا کہتا اور گالی دیتا ہے وہ سچائی
کی راہ سے بہت دُور چلا گیا ہے۔ اوروں کو سخت سخت الفاظ کہنا اور ان کے
طرح طرح کے نام رکھنا اپنے آپ کو صدرجے کی بیوقوفی میں ڈالنا ہے۔ جب کبھی
انسان کے من کا رجحان دوسرے کو گالی دینے کی طرف ہو۔ یا کسی کی برائی کرنے کو
دل چاہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنی زبان کو روک لے اور خود اپنے اوپر نظر
ڈالے۔ نیک لوگ گالی گلوچ کرنے اور جھگڑا کرنے سے ہمیشہ اپنے آپ کو بچاتے
ہیں۔ اور صرف ایسے الفاظ ہی زبان پر لاتے ہیں جو کہ رفاہ عام کے لیئے مفید۔
ضروری۔ راست اور پاک ہیں۔

چوتھی سیڑھی۔ چھچھورا پن کو دُور کرنا

اس کے بعد کی سیڑھی یہ ہے کہ اناپ شناپ باتیں نہ کی جائیں۔ نیچ اور کمینے
الفاظ کا زبان سے نکالنا۔ بیہودہ ہنسی مذاق کرنا۔ بھدی اور گنوار کہانیوں
کا کہنا جو سوائے ہنسی مذاق کے اور کسی کام کی نہیں۔ دوسروں سے حد سے
زیادہ بڑھ جانا کہ جس سے ان کو بُرا لگے۔ دوسروں کے متعلق اور خاصکر اپنے
سے بڑوں۔ ماسٹر وغیرہ بزرگوں کے متعلق ناجائز الفاظ کا استعمال کرنا۔

یہ سب باتیں ایسی ہیں جو سچائی کے منافی ہیں اور نیک چلن انسان سے دور رہیں گی۔
افسوس! تھوڑی دیر کے ہنسی مذاق کے لیے غیر حاضر دوستوں یا ہمجولیوں تک کی
مذمت کی جاتی ہے اور زندگی کی تمام پاکیزگی ہنسی مذاق میں برباد کر دی جاتی ہے
جہاں دوسروں کا ادب اور لحاظ نہیں کیا جاتا۔ وہاں دھرم اور نیک صفات کا
بھی صفایا ہو جاتا ہے۔ جب گفتگو اور چال چلن دونوں برتاؤ میں سے نرمی، سنجیدگی
اور بڑائی جاتی رہتی ہے۔ تو سچائی کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔ یہاں تک سچائی کا
دروازہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ نوجوانوں میں ادب و تہذیب کی عادت
نہ ہونا بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔ لیکن اگر یہی برائی بوڑھوں میں پائی جائے
خاصکر اپدیشکوں (واعظوں) میں تو اس سے زیادہ دردناک نظارہ اور کیا ہو سکتا
ہے۔ اپدیشکوں اور بڑے بوڑھوں کی ہی چال لوگ نقل کیا کرتے ہیں۔ جب یہ
لوگ بھی ادب تادیب سے گرے ہوئے ہونگے۔ تو وہی حال ہو جائیگا کہ اندھا اندھے
کو راستہ بتلائے اور دونوں کنوئیں میں جا پڑیں۔ نیک چلن آدمی ہمیشہ سنجیدگی
اور ادب سے بولیگا۔ وہ کسی غیر حاضر آدمی کے متعلق بھی ہمیشہ عزت اور محبت
سے گفتگو کریگا۔ اور ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیگا کہ تھوڑے عرصہ کی ہنسی
مذاق کے لیے کہیں اپنے رتبے کے خلاف بات نہ کہہ بیٹھوں۔ اس کو
صاف اور بے عیب بات چیت میں ہی مزا آئیگا۔ اس کی زبان میٹھی اور
شیریں ہوگی۔ جوں جوں اسے اعلےٰ زندگی کے حصول میں کامیابی ہوتی جائیگی
توں توں اس کی روح شانت اور پاک ہوتی جائیگی۔

پانچواں استنبھ۔ دوسروں کے عیب نکالنا

سب سے آخری سیڑھی اس سمت کی یہ ہے کہ گفتگو ایسی نہ ہونی چاہئیے

جس میں دوسروں کے عیب نکالنے کی بو پائی جائے۔ دوسرے لوگوں کے چھوٹے
چھوٹے عیوب کو بھی بڑھ کر بیان کرنا اور بکنا۔ ذرا ذرا سی باتوں میں بال
کی کھال نکالنا۔ خیالی پلاؤں کے ذریعے بغیر ثبوت کے اعتقادوں اور
مشوروں پر عبث کی نکتہ چینی کرنا یہ سب اسی بُرائی کے اندر ہیں۔ ہر ایک انسان
کو یاد رکھنا چاہیئے کہ زندگی کی مدت بہت ہی تھوڑی ہے۔ اس کو عبث
دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ دنیا کے شکوہ اور مصائب
دُکھ اور افسوس۔ دوسروں کے عیب نکالنے اور ان سے تکرار کرنے سے
دور نہیں ہو سکتے۔ جو انسان ہمیشہ اس بات کی تاک میں رہتا ہے کہ کسی کے
عیب کی کوئی بات ہاتھ آجائے۔ جس سے اس کی کانٹ چھانٹ کر سکوں۔
تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کو پاک زندگی کا راستہ ابھی نہیں ملا ہے۔ اور اس کے
لئے اپنے آپ کو بہاتیا کرنے کی اصلی زندگی کی ابھی تلاش کرنا باقی ہے۔ جو
آدمی خود اپنے الفاظ کو نرم اور پاک بنائیگا۔ وہ ضرور اعلےٰ راستہ اور پاک زندگی
کو حاصل کریگا۔ وہ اپنی طاقتوں کو محفوظ رکھ سکے گا۔ اور اپنے من کو شانت
بنائے رکھیگا۔ اور اس میں شانتی کا خیال موجود رہیگا۔ جب انسان اپنی زبان
کو پوری طرح سے بس میں کرلے۔ جب خود غرضانہ خواہشیں اور ناجائز خیالات
زبان پر آکر الفاظ کی شکل اختیار کرنا نہیں چاہتے۔ جب زبان بالکل میٹھی
شیریں۔ پاک اور نیک ہو جائے۔ جب راست اور کھرے الفاظ کے سوائے
اور کوئی لفظ منہ سے نکلے۔ جب یہ سب باتیں ہو جائیں۔ تب کہیں زبان کو
قابو میں کرنے کی پانچوں سیڑھیاں پوری ہوتی ہیں۔ تب ہی سچائی کا دوسرا
بڑا سبق سیکھا جا سکتا اور یاد ہو سکتا ہے۔ اور اس میں قابلیت حاصل ہوسکتی
ہے۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جسم کو اس طرح سدھانے اور زبان
کو قابو میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب کہ اعلےٰ زندگی اتنی محنت
اور لگاتار کوشش کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا
ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بغیر کوشش اور تپ کئے اعلےٰ زندگی حاصل ہو ہی نہیں
سکتی۔ چاہے دینی ہو یا دنیاوی کوئی بھی کام بغیر محنت کے نہیں
ہو سکتا ہے۔ جب تک چھوٹی چھوٹی باتوں کا علم حاصل نہ کر لیا جائے۔ تب تک
بڑی بڑی باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں۔ کیا کوئی شخص بغیر اوزاروں کو چلانا
سیکھے لکڑی کی میز بنا سکتا ہے؟ اسی طرح کیا کوئی شخص اپنے جسم کی غلامی
کو دور کئے بغیر اپنے من کو سچائی کے سانچے میں ڈھال سکتا ہے؟ ہرگز نہیں
جب تک کسی زبان کے حروف اور الفاظ ٹھیک ٹھیک یاد نہیں ہو جاتے
تب تک اس زبان کی باریکیوں کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح جب تک نیک
چلنی اور سداچار کے حروف تہجی کا علم نہیں ہو جاتا۔ تب تک من کی گہری
حالتوں اور خواہشوں کا علم نہیں ہو سکتا۔ رہی بات محنت کی، سو کیا ہر ایک
انسان کسی نئے کام کے سیکھنے کے لئے برسوں محنت نہیں کرتا؟ اور کیا وہ
دن بدن اپنے مالک کی فرمانبرداری ہوشیاری کے ساتھ نہیں کرتا؟ ضرور
کرتا ہے۔ وہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کو بوجہ احسن اس لئے کرتا
ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ بھی اپنے گرو (ماسٹر) کے برابر بن جائیگا۔ کیا
کوئی ایسا انسان ہے جو علم موسیقی، مصوری، یا لٹریچر یا اور کسی ہنر یا آرٹ
کو سیکھنا چاہتا ہے۔ اور اس کے سیکھنے کے لئے محنت کرنے کے لئے تیار نہ
ہو؟ جب معمولی باتوں کے سیکھنے کے لئے محنت کی ضرورت ہے تو کیا روحانی
علم کے لئے ہی جو کہ سب سے افضل و برتر ہے۔ محنت کا خیال کیا جائیگا؟!

وہ آدمی جو اس راستے کو بہت مشکل سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بغیر محنت کے سچائی کو پالوں۔ بغیر کوشش کیے نجات حاصل کر لوں۔ وہ ہرگز خود غرضی کی مصائب اور جھنجھٹوں سے باہر نہیں نکل سکیگا۔ اس کا من کبھی شانت اور محفوظ نہ ہوگا۔ اور نہ اس کی زندگی کبھی باقاعدہ بنیگی۔ اس انسان کی محبت صرف بھوگ ولاس (دنیاوی اشیاء) سے ہے اور سچائی سے نہیں۔ جو انسان دل سے سچائی کا پجاری ہے اور اس کے جاننے کی خواہش رکھتا ہے وہ کسی بھی طرح کی محنت کو چاہے وہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو۔ برا نہ سمجھیگا بلکہ صبر اور استقلال کے ساتھ اس کی کھوج میں لگا رہیگا۔ اور آخر شوق کرتے کرتے سچائی کو حاصل کر لیگا۔

اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ باہر کی سب برائیاں صرف دل کی ناجائز حالتوں کا نتیجہ ہیں۔ تو وہ جسم اور زبان کی اس ابتدائی تعلیم کی ضرورت کو اور اچھی طرح سمجھنے لگیں۔ اگر جسم میں سستی ہے تو من بھی سست رہیگا۔ زبان کا بس میں نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ من قابو میں نہیں ہے۔ اور بیرونی حالتوں کا علاج کرنا دراصل اندرونی حالت کو ہی سدھارنا ہے۔ اس کے علاوہ ان بری حالتوں کو دور کرنا تو اس بڑے تپ کا ایک حصہ ہے جو اعلیٰ زندگی کے واسطے کیا جاتا ہے۔

برائی سے بچنا بھلائی کی طرف جانا ہے۔ جو انسان سستی اور وشے بھوگ (دنیاوی لذات) کو چھوڑ رہا ہے۔ وہ دراصل نیکی ضبط حواس۔ باقاعدگی اور بے غرضی وغیرہ صفات کو اختیار کر رہا ہے۔ اور اسی سے اپنے میں وہ طاقت دلیری اور مضبوطی پیدا کر رہا ہے۔ جو بڑے اور اعلیٰ کاموں کے کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جب کہ وہ اپنی زبان کے عیب کو دور کر رہا ہے۔ تو وہ اپنے

میں سچائی۔ حلیمی۔ رحیمی اور روحانی طاقت وغیرہ صفات کو بھی بڑھا رہا ہے اور اس دلی استحکام اور اقامت کو حاصل کر رہا ہے جسکے بغیر من کی حالتیں ٹھیک قاعدے کے ساتھ نہیں ہو سکتیں۔ اور نیکی اور علم معرفت کی اعلے حالتوں تک پہنچ نہیں ہو سکتی۔ ایسے ہی جوں جوں وہ ٹھیک ٹھیک کام کرنا سیکھتا جاتا ہے۔ توں توں اس کا علم بڑھتا جاتا ہے اور اس کی لطیف نظر تیز ہوتی جاتی ہے۔ جس طرح جب طالب علم اپنے سبق کو یاد کر لیتا ہے۔ تو اس کو بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ جو دشے بھوگ اور دنیاوی لذات میں پھنسے ہوئے لوگ خواب میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

تیسرا سبق۔ ترغیبوں کو روکنا

اب ہم اعلے زندگی کے تیسرے سبق پر آتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ انسان کو ہر روز تین صفات کی مشق کرنا چاہئے (۱) اپنے فرائض کو بغیر کسی غرض کے پورا کرنا (۲) سچائی پر اٹل رہنا (۳) ہر درجہ کی رحمدلی۔ پہلے دو اسباق میں جو من کی ترغیبیں بتلائی گئی ہیں۔ ان کو دور کر کے سچائی اور نیک چلنی کا خواہشمند انسان اس سے زیادہ بڑے اور بڑے کام کو کرنے کے لئے اور دل کے گندے خیالات کو بس میں کرنے اور پاک و صاف بنانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے

پہلی سیڑھی ادائیگی فرض

جب تک انسان اپنے فرض کو ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتا تب تک اعلے صفات نہیں حاصل کی جا سکتیں۔ اور سچائی کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ اپنے فرض کو اکثر لوگ ایک تکلیف دہ کام سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فرض ایک مصیبت

ہے جو مجبوراً برداشت ہی کرنی پڑتی ہے۔ فرض کو ایسا سمجھنا من کی خودغرضانہ
حالت اور زندگی کے اصلی مقصد کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے بہتر ہے کہ اپنے فرض
کو اعلیٰ اور پاک سمجھا جائے۔ اور اس کو پوری طرح بغیر کسی غرض کے ادا کرنا انسانی
زندگی کا ایک عظیم قانون ہونا چاہیئے۔ فرض کو ادا کرتے وقت تمام ذاتیات اور
خودغرضی کے خیالات کو نکال باہر کرنا چاہیئے۔ اور جب ایسا ہو جائیگا تو فرض
پھر تکلیف دہ نہیں بلکہ راحت بخش بن جائیگا۔ صرف اسی آدمی کو فرض برا لگتا
ہے۔ جو اس سے کسی غرض یا فائدے کی امید رکھتا ہے۔ اگر فرض کو تکلیف دہ
سمجھنے والا انسان اپنی طرف دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ اسے ادائیگی فرض سے دکھ
نہیں ہے۔ بلکہ فرض سے بچنے کی خودغرضانہ خواہشیں دکھ ہے۔ جو آدمی اپنے
متعلقہ فرض کو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ ظاہر ہو یا مخفی ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتا۔
وہ دھرم کی شاہراہ سے بھٹک رہا ہے۔ جس کا دل متعلقہ فرائض کے خلاف
ہے۔ وہ آدمی دھرم اور نیکی کا مخالف ہے۔ اپنا فرض چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ گھر کا
ہو یا باہر کا اچھی طرح سے ادا کرنا چاہیئے۔ جب فرض محبت کی چیز بن جاتی ہے
اور ہر ایک فرض کا ٹھیک اور سچے دل سے پالن کیا جاتا ہے۔ تب دل میں
سے بہت کچھ خودغرضی نکل جاتی ہے اور سچائی کے مینار کی طرف انسان بڑھنے
لگتا ہے۔ نیک چلن آدمی اپنے متعلقہ فرائض کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کے لیے
اپنے من کو یکسو کرتا ہے۔ اور دوسرے کے فرض میں رکاوٹ نہیں ڈالتا جیسا
کہ بھگوان کرشن نے بھی کہا ہے۔

श्रेयान् स्वधर्मो विगुणः परधर्मात् स्वनुष्ठितात्॥
स्वधर्मे निधनं श्रेयः परधर्मो भयावहः ॥३५॥

اپنا متعلقہ فرض چاہے کتنا ہی چھوٹا اور مشکل ہو۔ دوسروں کے متعلقہ فرض

سے اچھا ہے

دوسری سیڑھی اٹل سچائی

تیسرے سبق کی دوسری سیڑھی راہ راست پر مضبوط رہنا ہے۔ یہ
صفت دل میں مضبوطی کے ساتھ جم جانی چاہیئے۔ جب سے انسان کے روزمرہ
کے کام میں اس کا دخل ہو جائے۔ سب قسم کی بے ایمانی۔ چالاکی۔ دھوکے بازی
اور گناہوں کے کاموں کو ہمیشہ کے لیئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور ہر قسم کی حیلے
بازی اور ہتھکنڈوں سے ہٹ لینا چاہیئے۔ سچائی کے راستے سے ذرا
بھی ادہر ادھر ہونا نیک چلنی سے الگ ہونا ہے۔ گفتگو میں اپنی طرف سے
کچھ بھی گھٹانا بڑھانا نہیں چاہیئے۔ سچی سیدھی بات کہہ دینا چاہیئے۔ تھوڑی سی
نمائش کے لیئے یا کچھ شہرت کے لیئے لالچ کے بس میں آکر چھل کپٹ کرنا خواہ
دیکھنے میں وہ کتنا ہی رذیل کیوں نہ ہو۔ ایک ایسی غلطی ہے کہ جس کے چھوڑ دینے
کی ہر ایک انسان کو کوشش کرنی چاہیئے۔ نیک اور سداچاری انسان سے
یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ صرف اپنے الفاظ۔ خیالات اور کاموں سے ایمانداری
کا ہی برتاؤ نہ کریگا بلکہ وہ جو بات کہیگا۔ بالکل سچی اور بے لاگ کہیگا۔ اس
میں کچھ بھی اپنی طرف سے نہیں ملائیگا۔ اس طرح اپنے دل کو سچائی کے اصول
کے مطابق بناکر وہ لوگوں کے ساتھ انصاف کا سلوک کرنے لگیگا۔ اور انصاف
کو سلسلہ میں رکھ کر جو کام کریگا۔ اس میں غرض خواہش اور طرفداری کو بالکل
کام میں نہیں لائیگا۔ جب اسے راستی کے فوائد کا پورا پورا علم ہو جائیگا۔ تو
سچ اس کے روم روم میں ایسا رم جائیگا کہ جھوٹ اور نمائش کا لالچ بالکل جاتا
رہیگا۔ جب اس کا دل صاف ہوگا۔ تبھی چلن مضبوط ہوگا۔ اور گمراہی نہ رہیگی

اسوقت زندگی کا مقصد نیا ہو جاتا ہے اور اس میں نئی رُوح آجاتی ہے اور اس طرح دوسری سیڑھی حاصل ہو جاتی ہے۔

تیسری سیڑھی۔ غایت درجہ کا رحم

تیسری سیڑھی غایت درجہ کے رحم کی مشق کرنا ہے۔ خود غرضی اور غرور وغیرہ عیوب سے جو دوسروں کو تکلیف دینے کا خیال من میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کو دور کرنے اور جمیع بنی نوع انسان کے ساتھ فراخدلی اور رحمدلی کے سلوک کرنے کا نام رحم ہے دوسروں سے حسد یا بغض کرنا اور انتقام لینا بالکل کمینہ اور قابل نفرت فعل ہے۔ ان کی طرف بھلے آدمی کو نگاہ بھی نہیں اٹھانی چاہیئے۔ جو آدمی اپنے من میں ایسے خیالات کو جگہ دیتا ہے۔ جہالت اور مصائب سے اس کا کبھی چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کی زندگی بھی [illegible] بن سکتی ہے۔ زندگی کی سچی شاہراہ بھی اُسی وقت مل سکتی ہے۔ جب یہ بدصفات دور ہو جائیں اور ان کا دل پر کچھ بھی اثر نہ رہے۔ باقاعدہ زندگی کی طاقت اور خوبی کا انوبھو کرنا بھی اسی وقت ممکن ہے جبکہ رحمدلی اور فراخدلی کو وسعت دی جائے۔

نہایت مضبوط۔ نیک چلن اور بھلے انسان کے دل میں اپنے نقصان کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے پاک دل سے انتقام کا خیال بالکل نکل گیا ہے اور اب اس کا کوئی دشمن نہیں رہتا۔ اس پر بھی اگر کوئی شخص اس کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ اس سے دوستی کا ہی سلوک کریگا۔ وہ اپنے دل میں یہ خیال کریگا کہ اس کا کچھ قصور نہیں ہے۔ وہ جہالت کا مارا ایسا کرتا ہے۔ جب دل کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تب صادق علم کی تیسری سیڑھی طے ہو جاتی ہے اور معرفت اور نیک چلنی کا تجربہ سمجھ اور سیکھ لیا جاتا ہے۔

اس طرح نیک افعال اور سچے علم کی ابتدائی دس سیڑھیوں اور تین سبقوں کا ذکر کرکے میں امید کرتا ہوں کہ میرے پیارے ناظرین میں سے جو ان میں ماہر ہونا چاہتے ہیں۔ ان کی ہر روز مشق کرکے قابلیت حاصل کرینگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نجات اور معرفت کی سب سے اعلےٰ حالت کے حصول کیلئے جسم اور زبان کو اس سے بھی زیادہ قابو کرنے کی اور اس سے بھی بڑا تپ کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اسوقت ان کے بیان کرنے کا مصنف کا منشا نہیں ہے یہاں پر صرف اعلےٰ زندگی کے ابتدائی اور آسان سبق بتلائے گئے ہیں۔ اگر ان کی پوری طرح سے مشق کی جائیگی۔ تو ناظرین اتنے پوتر (پاک) مضبوط اور عالم ہو جائینگے۔ کہ اس سے اگلی ترقی کی راہ ان سے چھپی نہ رہے گی۔ جب ناظرین یہ اسباق ختم کرلینگے۔ تو اُن کو اسی وقت سچائی کی اونچی سے اونچی چوٹیاں اور اُن پر پہنچنے کا ڈھنگ اور ڈھلوان راستہ دکھائی دینے لگیگا۔ اور اسوقت وہ اس بات کا خود فیصلہ کرینگے۔ کہ آگے بڑھیں یا نہ بڑھیں۔

جو راستہ میں نے بتلایا ہے وہ ایسا سیدھا ہے کہ ہر کوئی اس پر چل سکتا ہے۔ اور جو کوئی چلیگا اس کو بھی فائدہ ہوگا اور دنیا کا بھی بھلا ہوگا۔ جب انسان کا مقصد سچائی کا حصول نہیں ہے۔ یعنی جو دنیوی راہ پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی اس راہ پر چلنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ ان کے نفس اور روح کی طاقت بڑھ جائیگی۔ ان کی قوت متخیلہ لطیف ہوجائے گی اور مون شانت اور پاک ہوجائیگا۔ دل میں اس قسم کی تبدیلیاں کرنے سے ان کے دنیاوی سکھ میں بھی کوئی روکاوٹ رونما نہ ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ انہیں زیادہ پاکیزہ اور دیرتک رہنے والا سکھ حاصل ہوگا۔ کیونکہ اگر دنیا میں کوئی کامیابی

حاصل کرسکتا ہے۔ تو وہ وہی آدمی ہے کہ جس نے چھوٹے چھوٹے عیوب اور بدچلنیوں کو اپنے دل میں سے نکال دیا ہے اور جو اپنے جسم اور من پر حکومت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو اٹل سچائی اور سچی نیک چلنی کی راہ پر چلتا ہے۔

چھٹا باب

من کی حالتیں اور اُن کے اثرات

روحانی ترقی کی بہت گہری باتیں تو اس چھوٹی سی کتاب کی حد سے باہر ہیں۔ انہیں چھوڑ کر صرف من کی ان حالتوں کا تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن پر ہماری زندگی کا انحصار ہے اور جن کا علم ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو دل اور من کی اندرونی گپھاؤں کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں محبت شانتی اور علم کا بیش بہا خزانہ ہے

دُنیا میں سارا پاپ جہالت سے ہوتا ہے۔ پاپ جہالت اور تنزل کا نشان ہے۔ جب اندھیرا زیادہ ہوتا ہے اور آتما کا وکاس نہیں ہوتا تب پاپ کی طرف طبیعت راغب ہوتی ہے۔ بُرا کرنے والے اور بُرا سوچنے والے آدمی کی جگہ زندگی کے مقصد کے سمجھنے میں ویسا ہی ہے جو ایک انجان لڑکے کی سکول میں ابھی اسے یہ سیکھنا ہے کہ کس طرح سے باقاعدہ سوچنا اور کام کرنا چاہیے

جس طرح طالب علم کو اسوقت تک اطمینان اور خوشی نہیں ملسکتی - جب تک کہ وہ اپنے سبق کو ٹھیک ٹھیک یاد نہیں کرلیتا - اسی طرح جب تک انسان پاپ پر فتح حاصل نہیں کرلیتا اسے راحت ابدی حاصل نہیں ہوتی - زندگی میں کئی سبق پڑھنے پڑتے ہیں - کچھ لوگ تو ان اسباق کو من لگا کر یاد کرلیتے ہیں - وہ سدا سکھ اور آنند خوش رہتے ہیں - مگر برخلاف اس کے جو بڑے ہی سدا پریشان رہتے ہیں - وہ محنت نہیں کرتے اور اس لیئے ہمیشہ ناپاک - پاپی - جاہل اور دکھی رہتے ہیں -

ہر ایک دکھ من کے کسی نہ کسی برے خیال سے پیدا ہوتا ہے - برخلاف اس کے جہاں من کے خیالات نیک ہوتے ہیں - وہاں سکھ ہی رہتا ہے - من میں گھبراہٹ ہو جانے کا نام دکھ ہے - جب انسان من کی کھوٹی خواہشوں میں غلطاں رہتا ہے - تو اس کی زندگی پاک نہیں ہوتی - اور وہ ہمیشہ رنجیدہ رہتا ہے دکھ جہالت میں ہے اور سکھ گیان میں - اپنی جہالت اور غلطی کو دور کرنے سے ہی نجات ملتی ہے - جب تک من صاف نہیں ہوتا - تب تک بندھن اور اشانتی رہتی ہے - جب من صاف ہو جاتا ہے - تب ہی سکون اور آزادی حاصل ہوتی ہے - یہاں من کی کچھ بری حالتیں اور زندگی پر ان کے خوفناک اثرات نیچے لکھے جاتے ہیں :-

من کی بری حالتیں	ان کے نتائج (اثرات)
(۱) نفرت -	نقصان - جھگڑا - مصیبت اور تکلیف -
(۲) کام -	عقل کا مارا جانا - پچھتاوا - شرم اور تباہی -
(۳) لالچ	خوف - بے چینی - دکھ اور نقصان -
(۴) غرور -	گھبراہٹ ردحانیت کی کمی -

(۵) اہنکار۔	مصیبت - کم ہمتی۔
(۶) دوسروں کو بُرا کہنا۔	دُکھ اُٹھانا۔ دوسروں سے نفرت کا ہونا۔
(۷) دوسروں کا بُرا چاہنا	ناکامی اور مصائب۔
(۸) خود غرضی	تکلیف - سچ اور جھوٹ میں تمیز نہ کر سکنا۔ بدتہذیبی - مختلف امراض اور لاپرواہی۔
(۹) غصہ	طاقت اور اثر (رسوخ) کا گھٹ جانا۔
(۱۰) اندریوں کی غلامی	افسوس - پچھتاوا - بیوقوفی - دُکھ - شکوک اور تنہا پسندی

من کی مندرجہ بالا بُری حالتیں نیک صفات کی کمی کی دلیلیں ہیں۔ وہ جہالت اور ناپاکی کی حالتیں ہیں۔ دراصل بُرائی کوئی چیز نہیں۔ بھلائی کے نہ ہونے یا اس کے ٹھیک ٹھیک کام میں نہ لئے جانے کا نام بُرائی ہے۔ نفرت کرنے والا وہی انسان ہے۔ جس نے محبت کے سبق کو ٹھیک ٹھیک نہیں پڑھا ہے اور اس باعث اسے دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ جب وہ محبت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیگا۔ نفرت ضرور ہی دور ہو جائے گی۔ اور وہ نفرت کے بد اثر اور ناطاقتی کو اچھی طرح سمجھ جائیگا۔ یہی حال ہر ایک بُری حالت کا ہے۔ من کی کچھ اچھی حالتیں اور ان کے کچھ اچھے نتائج نیچے لکھے جاتے ہیں:۔

من کی اچھی حالتیں	ان کے اچھے نتائج اور اثرات
(۱) محبت	حلیمی - راحت اور آرام
(۲) پاکیزگی	عقل کی تیزی - خوشی - راسخ الاعتقادی۔
(۳) تیاگ (بے غرضی)	دلیری - سنتوش - سُکھ - ترقی۔
(۴) حلیمی	شانتی - آرام - خوشی - راستی کا علم - برابری - سب

(۵) سنجیدگی۔ (۶) رحم (۷) دوسروں کا بھلا چاہنا (۸) اپنے آپ کو قابو میں رکھنا (۹) صبر (۱۰) حواس کو قابو میں کرنا	حالتوں میں یکساں خوش رہنا۔ اور دوسری حفاظت محبت اور عزت حفاظت دوسروں سے محبت اور عزت پانا۔ من کی شانتی لطیف وچار۔ محبت عزت۔ حصول علم من کی طاقت بڑھنا۔ وسیع اثر۔ علم۔ [illegible] لطیف نظری اور آزاد

یہ حالتیں [illegible] ۔خوشی اور علم کی [illegible] آدمی کو گیان ہے۔ وہ اپنے اسباق کو ٹھیک ٹھیک سیکھ چکا ہے۔ اور اس لئے ان باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے جن سے کہ زندگی بنی ہوئی ہے۔ جس کو گیان ہے اور وہ برائی بھلائی کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کو بہت ہی آرام و راحت میسر ہے۔ اور وہ صرف وہی کام کرتا ہے۔ جو اچھے اور نیک ہیں۔

وہ انسان جو من کی کھوٹی خواہشات میں پھنسا ہوا ہے۔ جاہل ہے اس کو برے بھلے کی کچھ بھی تمیز نہیں ہے۔ نہ اسے اپنا علم ہے اور نہ ان بواعث کا جن سے زندگی بنی ہے۔ وہ بڑا دکھی ہے اور سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ میرے دکھ کا موجب ہیں وہ اندھوں کی طرح کام کرتا ہے اور اندھیرے میں رہتا ہے نہ تو اس کو اپنی ہستی کا کوئی خاص مقصد معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ اسے زندگی کے واقعات میں کوئی باقاعدہ فعل دکھائی دیتا ہے۔

جو لوگ اعلےٰ زندگی کو مکمل طور سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو اشیاء کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں اور زندگی کے معراج کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ دل کی سب بری خواہشات کو چھوڑ دیں۔ اور بھلائی کی مشق کرنا شروع کر دیں۔ اگر وہ دکھی رہتے ہیں۔ یا کسی بات میں انہیں شک ہوتا ہے

تو اُن کو اپنے اندر جھانکنا چاہیئے۔ انہیں اس کا باعث معلوم ہو جائیگا۔ اور جب سبب معلوم ہو جائے۔ تو اُسے دور کر دینا چاہیئے۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے دل کی ایسی نگہبانی کریں۔ اور اسکو ایسا پاک صاف رکھیں کہ روزمرہ اس میں سے بُرائی کم ہوتی جائے۔ اور بھلائی بڑھتی جائے۔ اس طرح وہ ہر روز طاقتور عقلمند اور مہذب بنتے جائینگے۔ ان کا سکھ بڑھتا جائیگا اور دن بدن عروج کو حاصل کرتے ہوئے ان کی جہالت دور ہو جائیگی۔ اور ان کی زندگی کا راستہ منور ہو جائیگا۔

اُپدیش

اے راستی کی تلاش کرنیوالو! دھرم کے پریمیو! علم معرفت کے شیدائیو! نیکی کے خواہشمندو اور اے تم لوگو بھی! جو دنیوی خود غرضانہ زندگی کی بے ڈھنگی اور بے بقا حالت کو جان کر رنج و الم سے تڑپ رہے ہو اور پاک اور راستی کی زندگی کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آؤ اپنے آپ کو سنبھالو۔ اپنا سدھار کرنا شروع کردو۔ باقاعدگی اور نیم کے دروازہ میں داخل ہو اور اعلےٰ زندگی کی حقیقت کو سمجھو!

کس غفلت میں پڑے ہو؟ اُٹھو اپنے آپ کو جانو اور دھرم کی راہ پر لگا ڈالو۔ سستی سے دھرم کی راہ نہیں ملتی۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا چاہتا ہے اسے سستی سے کیا کام؟ اسے تو صبر اور استقلال کے ساتھ اوپر ہی چڑھتے جانا چاہیئے۔ اور صرف دم لینے کے لئے راستہ میں ٹھہرنا چاہیئے۔ اگرچہ پہاڑ کی نیچی چوٹی پہاڑ کی نہایت اونچی چوٹی جیسی فخریہ نہیں ہے۔ پھر بھی اس میں ضبط (قاعدہ) ہمیشہ خوبصورت ہے اور اس کا نتیجہ

بھی شیریں ہے۔

ہمیشہ صبح سویرے اٹھو اور دھیان کرو۔ ہر روز جسم کو بس میں کرنے کی کوشش کرو۔ اور من کو بُرائی اور کمزوری سے بچا کر روزمرہ کا کام شروع کرو۔ پہلے سے ہی ہوشیار ہوئے بغیر لالچ پر فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے من کو خلوت میں مضبوط اور تیار کرو۔ اس میں ٹھیک ٹھیک بات کے دیکھنے جاننے اور سمجھنے کی عادت ڈالو۔ کیونکہ جب عقل کا ظہور ہو جاتا ہے۔ تو پاپ اور لالچ دُور ہو جاتے ہیں۔ سخت تپ اور ضبط کے ذریعے ہی سچائی کا علم ہوتا ہے۔ ضبط کے بغیر سچائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بار بار کی کوشش اور مشق سے استقلال ضبط کو نہایت خوبصورت بنا دیتا ہے۔

جو انسان خود غرض ہیں اور جن میں استقلال کا مادہ نہیں ہے۔ ان کو ضبط اور قاعدہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس لئے وہ نیم (قاعدے) سے بچتے پھرتے ہیں۔ مگر سچائی کے شیدائی کو قواعد بُرے معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس میں غایت درجہ کا استقلال ہوتا ہے۔ جس کی مدد سے وہ صبر کے ساتھ محنت کر کے برائی پر فتح حاصل کر لیتا ہے۔ جس طرح ایک باغ کا مالی اپنے پھولوں کو دن بدن بڑھتے دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح اس انسان کو بھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنے دل کے باغیچے میں معرفت۔ رحمدلی۔ محبت اور پاکیزگی کے پھولوں کو پھولتے ہوئے دیکھتا ہے۔

بے پرواہ اور دنیاوی لذات میں پھنسا ہوا انسان دُکھ اور تکلیف سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ اس کا چنچل دل کمزور اور مایوس ہونے کے باعث گر پڑتا ہے۔

اس لئے اے سچ کے متلاشیو! اپنے من کو خوب تیار کرو۔ خبردار!

بلند ہمت اور سمجھدار ہو۔ تمہاری نجات تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ صرف تمہاری تیاری کی ضرورت ہے۔ اگر تم کوشش کروگے اور ٹھیک ٹھیک کام کروگے۔ تو ضرور ہی قید سے آزاد ہو جاؤ گے۔ تمہیں دس بار بھی اگر ناکامی ہو۔ مگر اپنی راہ سے ادھر اُدھر کبھی مت بھٹکو۔ ایک بار بھی اگر سچے راہ پر لگ جاؤ گے اور اس پر جمے رہو گے تو تمہارا بیڑا پار ہو جائیگا۔ یاد رکھو۔ پہلے لڑنا ہے پیچھے فتح ہوگی۔ پہلے محنت کرنی پڑتی ہے۔ پیچھے آرام ملتا ہے۔ پہلا کمزوری ہوتی ہے۔ پیچھے طاقت آتی ہے۔ شروع میں اونے زندگی اور جنگ کی گڑبڑ ہوتی ہے۔ مگر آخر میں اسلئے زندگی اور نجات ملتی ہے۔

راہ نجات کی ابتدائی منزلیں طے کرنیوالوں کیلئے ہدایات

جو بھائی اس راہ نجات نامی کتاب میں لکھی ہوئی ہدایات اور طریقوں پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو واجب ہے کہ ہر روز صبح و شام اپنے اپنے مذہبی اعتقاد کے بموجب سندھیا پرارتھنا ضرور کریں۔ اور اپنے من کی صفائی کیلئے پرماتما سے التجا کیا کریں۔ حتی الامکان برہمچریہ کا پالن کریں۔ اور گوشت خوری کو ترک کردیں۔ بھنگ۔ چرس۔ گانجا۔ تمباکو۔ شراب۔ کسی بھی نشیلی شے کا استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ بُری عادتوں کو چھوڑنے اور اچھی عادتوں کے اختیار کرنے کا سب سے اچھا اور آسان طریقہ وہ ہے کہ جسکے ذریعہ سے مشہور عالم بزرگ بنجمن فرینکلن نے اپنی بُری عادات کو ترک کرکے اپنے آپ کو حد درجہ کا پاکباز بنا لیا تھا۔ انہوں نے ایک نقشہ بنایا تھا جو ذیل میں درج ہے

وہ بُری عادتیں جو میں چھوڑ رہا ہوں

بُری عادتیں	سوم	منگل	بُدھ	ویر	شکر	سنیچر	اتوار
سُستی	......	......	....	..	...	..	.
خود غرضی (پیٹو پن)	.....	...	..	.	بالکل نہیں	بالکل نہیں	بالکل نہیں
جھوٹ بولنا (جھوٹی تہمت)	......	....	....	...	...	..	.
گپیں ہانکنا (بہشت کی باتیں)	...	..	.	بالکل نہیں	بالکل نہیں	بالکل نہیں	بالکل نہیں
گالی گلوچ اور سخت الفاظ کہنا۔ غصہ کرنا۔	.....	....	...	...	..	..	..
نامہذب باتیں کہنا	...	...	..	..	.	بالکل نہیں	بالکل نہیں
دوسرے کے عیب نکالنا	....	....	......	...	..	...	..

واضح رہے کہ مندرجہ بالا سات بُری عادتوں سے وہی مراد ہے جو کہ کتاب راہ نجات میں درج ہے۔ یہ بنجمن فرینکلن کا پہلے ہفتہ کا نقشہ سمجھیے۔ سوموار کے دن انہوں نے مندرجہ بالا سات برائیوں کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ اور جتنی دفعہ اس دن انہوں نے باوجود اپنے آپ کو روکنے کے بھی اس برائی کا مرتکب پایا۔ اتنے ہی نشان انہوں نے سوموار کے خانہ میں کر دیئے۔ مثلاً سوموار کے دن سات دفعہ سستی ان پر غالب آگئی جو بتدریج اتوار کے دن گھٹ کر صرف ایک دفعہ رہ گئی۔ اسی طرح دوسری برائیوں سے متعلق بھی سمجھو۔ اس طریقے سے مہاتما فرینکلن نے صرف دو مہینے میں ہی ان سب عادات کو ترک کر دیا تھا۔ اور پھر انہیں کبھی ان میں پھنسنے کا خیال بھی نہیں آیا۔ ایسا ہی ایک نقشہ بنا کر انہوں نے تمام اچھی عادتوں کو بھی اختیار کر لیا تھا۔

ناظرین کتاب ہذا میں سے بھی جو اصحاب اعلیٰ زندگی کے خواہشمند ہیں۔

وہ اگر چاہیں تو ایسا نقشہ بنا کر آزمائش کریں۔ اور کسی ایسی جگہ لٹکا دیں کہ جہاں
ان کی نظر زیادہ دفعہ پڑ سکے۔ روزانہ اندراج کرتے رہیں۔ ابتدا میں کئی قسم کی
رکاوٹیں آئینگی۔ ایسا کام کرنے کے لیے دل نہیں چاہیگا۔ دل میں شرم بھی
محسوس ہوگی۔ یار دوست بھی ممکن ہے کہ تمسخر اڑائیں۔ لیکن نیک زندگی کا
خواہشمند انسان جب ان رکاوٹوں کو پار کر جائیگا۔ اور دو تین ماہ بھی مشق
کرے گا۔ تو تمام بُری عادتیں اس سے دُور ہو جائینگی۔ اور اس کی زندگی
بڑی پاک ہو جائیگی۔ پھر اس کے واسطے راہ نجات پر چلنا آسان ہو
جائیگا۔ یار دوست جو پہلے مخول کرتے تھے۔ اب ادب سے پیش آئینگے
اور دل میں کراہیت کے بدلے ایک عجیب قسم کی خوشی پیدا ہوگی۔ جس کا
مقابلہ کوئی دنیاوی خوشی نہیں کر سکتی۔

روحانی و اخلاقی گلدستے

(جن کے مطالعہ سے کسی فرد بشر کو محروم نہ رہنا چاہیئے)

شاستروں کا مت ہے کہ منش جنم بڑا دُرلبھ ہے۔ اس کا سدھار کرنا چاہیئے
اور یہ سدھار دھارمک پستک کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل کتابیں
جیون سُدھار کے لئے ازحد مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں فروخت
ہو چکی ہیں۔ اور نہایت مقبول عام ہوئی ہیں۔ آپ بھی اگر اپنے جیون کا سُدھار کرنا چاہیں
تو ذیل کی مفید کتابیں ضرور منگوا کر مطالعہ کریں۔

ادھرم کی ویاکھیا اس کتاب میں مہاتما تلادھار نے مہامنی جاجلی کو دھرم کا اپدیش کیا ہے۔ ضرور پڑھئے۔ قیمت ۸/

۲۔ پاکٹ گیتا شری مد بھگوت گیتا اٹھارہ ادھیائے مکمل سلیس اردو ترجمہ سائز جیبی یہ گیتا اردو دان اصحاب کے روزانہ پاٹھ کیلئے بنائی گئی ہے قیمت مجلد ۲ ؍

۳۔ شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم اس کتاب میں گیتا کی تعلیم کا لب لباب دیا گیا ہے گیتا کا پاٹھ شروع کرنے سے پہلے اس کا ضرور مطالعہ کر لینا چاہیئے ۲ ؍

۴۔ برہمچریہ کے سادھن برہمچریہ کے فوائد سے کون ناواقف ہو سکتا ہے اس کتاب میں ویریہ رکھشا کی ۵۳ تدابیر بتلائی گئی ہیں نوجوان ضرور پڑھیں۔ ۲ ؍

۵۔ بھگوان رام کے اپدیش مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی کے وہ سنہری اپدیش جو انہوں نے بن جاتے وقت بھرت جی کو دیئے تھے ۲ ؍

۶۔ منش کرتویہ یا فرائض انسانی۔ انسان کے اس دنیا میں آکر کیا کیا فرائض ہیں اس پر شری سوامی سروانند جی کا یہ ایک نہایت ہی منوہر ویاکھیان ہے ۲ ؍

۷۔ آئینہ سداچار و قوت خیال خیال کی طاقت سے بری عادتوں کو ترک کرنے اور نیک عادات اختیار کرنے کیلئے وسائل۔ بہت عمدہ کتاب ہے ۳ ؍

۸۔ غصہ اور اس کے دور کرنے کی تدابیر غصہ سب برائیوں کی جڑ ہے اس کتاب میں غصہ دور کرنے کی نہایت اعلیٰ ۱۷ تدابیر بتلائی گئی ہیں ۳ ؍

۹۔ عملی یوگ پرانایام یوگ کا ایک مکھیہ انگ ہے۔ اس کتاب میں پرانایام کی چند ایسی آسان و زرخیز ترکیب درج ہیں جنکو ہر شخص کر کے اپنی جسمانی و روحانی ترقی کر سکتا ہے ۲ ؍

۱۰۔ مشعل راہ نجات اگر آپ مکتی کے خواہشمند ہیں تو اس مشعل کو اپنے ہاتھ میں لے لیجئے یہ واقعی آپ کو راہ راست پر چلنے کے لئے مشعل کا کام دیگی ۳ ؍

۱۱۔ راج رشی بھیشم پتامہ کے اپدیش بھیشم پتامہ جی جب بستر مرگ پر پڑے تھے تب انہوں نے دھرم راج یدھشٹر کو دھرم کا اپدیش دیا تھا۔ وہی دھرم اپدیش مہابھارت سے اس کتاب میں درج ہے ہر ہندو ماتر کو پڑھنا چاہیئے ۶ ؍

۱۲۔ **مکمل تندرستی حاصل کرنیکا آسان طریقہ**۔ ایک عمدہ کتاب ہے قیمت ۲ر

۱۳۔ **ویدک نتیہ کرم گٹکا**۔ آریہ ہندوؤں کے سندھیا ہون منتر وغیرہ درج ہیں ۲ر

۱۴۔ **مہاتما گاندھی کی سندربانی** مہاتما گاندھی کی چیدہ چیدہ نصیحتیں جو کہ ہر ایک حق پسند کیلئے نہایت مفید ہو سکتی ہیں قیمت ۴ر

۱۵۔ **دھارمک و اخلاقی کتھائیں** زمانہ قدیم کی نہایت دلچسپ کتھائیں جن سے روحانیت اور اخلاق کا نہایت نیک سبق ملتا ہے ۳ر

۱۶۔ **ستیہ آگرہ** ستیہ آگرہ ایک روحانی شکتی ہے۔ اس لئے ہر ایک روحانیت پسند کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ خود مہاتما گاندھی جی سے قیمت صرف ۳ر

۱۷۔ **ماما کی کرتوت** یہ ایک بنگالی اخلاقی کہانی کا ترجمہ ہے اس کی خوبی کچھ پڑھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ [illegible] کا سامان بھی کافی ہے قیمت ۳ر

۱۸۔ **امن کا راستہ** یہ کتاب "دی وے آف پیس" کا اردو ترجمہ ہے روحانی شانتی کس طرح مل سکتی ہے یہ اس میں اچھی طرح بیان کیا ہے۔ قیمت صرف ۳ر

۱۹۔ **خوشی اور کامیابی کی بنیادی اصول** یہ کتاب بڑی [illegible] سٹونز تو ہی لیسن [illegible] کا اردو ترجمہ ہے ہر شخص کو ضرور پڑھنا چاہیئے ۳ر

۲۰۔ **جیسی چاہو ویسی بنجاؤ** یہ کتاب "ایز یو لائیک اٹ" کا اردو ترجمہ ہے اس کے مطالعہ سے آپ اپنی عادات کو حسب خواہش تبدیل کر سکتے ہیں ۴ر

۲۱۔ **راہ نجات** یہ بھی مہاتما جیمس ایلن کی ایک بے مثل رہبری کتاب ہے۔ اس میں آپ کے تمام رنج و الم کے دور کرنیکا علاج ہے پڑھکر دیکھئے تو؟ ۴ر

۲۲ **فتحمند زندگی** کون نہیں چاہتا کہ مجھے زندگی میں کامیابی ہو۔ مہاتما جیمس ایلن کی یہ کتاب آپ کو کامیاب زندگی کے اصول بتلائیگی۔ قیمت ۵ر

۲۳ **ساوتری ستیہ وان** (بطرز ناٹک) نہایت دلچسپ ہے یہ کتھا آپ خود پڑھئے اور اپنے گھر کی دیویوں کو پڑھکر سنایئے قیمت صرف ۵ر

۲۴۔ پتی برتا لکشمی اس کتاب میں ایک ہندو دیوی کا پتی بھگتی کا نمونہ ایسے رقت بھرے الفاظ میں دکھایا گیا ہے کہ پڑھکر یہ بات دل پر نقش ہو جاتی ہے دلچسپی میں لاثانی ۴؍

۲۵۔ شریمتی رادھا رانی بنگالہ کے شہرۂ آفاق مصنف بنکم بابو کے ایک نہایت دلچسپ ناول کا ترجمہ اس کی خوبی کیلیے بنکم بابو کا نام ہی کافی سند ہے قیمت ۴؍

۲۶۔ مہارانی سونیتی دیوی یہ پاکیزہ طینت دیوی مہاراج دھرو کی ماتا تھیں ان کی پتی بھگتی اور پربھو بھگتی قابل تقلید ہر ایک آریہ ہندو کے لیئے قابل مطالعہ ہے قیمت ۲؍

۲۷۔ مہارانی چمپا دیوی یہ قدیم آریہ ورت کی ایک نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتھا ہے مہاراج شری دتش پر دیوتاؤں کا کوپ پتی تھی کا اور لوگ پھر ملاپ ۲؍

۲۸۔ مہاتما بدھ دیو جی کا جیون چرتر اگر آپ سچی شانتی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس شانتی کے سوامی کا پاٹھ کریں۔ قیمت صرف ۶؍

۲۹۔ لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک مہاراج اس کتاب میں لوکمانیہ کی سوانحعمری نہایت دلچسپ پیرایہ میں دیگئی ہے ضرور منگوا کر مطالعہ کریں ۴؍

۳۰۔ گورو گوبند سنگھ جی کے شہید صاحبزادے گورو گوبند سنگھ جی کے چاروں صاحبزادوں کے دھرم پر بلیدان کی کتھا بطرز ناول ۴؍

۳۱۔ حب الوطنی کے روشن ستارے اپنے ملک پر تن من اور دھن نثار کرنے والے مشہور محب الوطنوں کے جیون چرتر قیمت ۲؍

۳۲۔ بھارت ماتا کے نونہال سپوت یہ عجیب و غریب کتاب ہر ایک بھارتی بچے کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ اس میں (۱) شریمان راجکمار بھیم سنگھ کی بیمثل بہادری اور بلیدان (۲) مہاراج اشوک کے بیٹے مہندر اور بیٹی سنگھ متر کا راج پاٹ کے سکھوں کو ترک کر کے دھرم پرچار کے لیئے ملکا جانا۔ (۳) گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادوں کا سرہند میں بلیدان (۴) رشی کمار شرون کا دشرتھ کے ہاتھوں

دنیا بھر کے تواریخی و سیاسی ناولوں کا
سرتاج

راجکمار چھتر سال

المعروف بندیل کھنڈ کی آزادی

یہ وہ بےنظیر تواریخی ناول ہے جس کی بہار بھرزیب وشوم ہے اور جو محب الوطنوں کے لئے سرمایہ حیات ہے دوبارہ چھپ کر تیار ہے۔ اس کتاب میں بندیل کھنڈ کے راجہ شتر یان چمپت رائے اور ان کے سپوت راجکمار چھتر سال کی اپنے ملک کے لئے جانبازانہ کوششوں و سرفروشیوں کا مفصل بیان ہے۔ کتاب اسقدر دلچسپ ہے کہ آپ پڑھتے پڑھتے محو ہو جائینگے۔ اس کتاب میں رانی میرا دیوی کی کارستانیاں غضب ڈھاتی ہیں۔ اگر آپ محب الوطن ہیں تو ضرور منگائیے حجم ۴۲۴ صفحے۔ قیمت ۱۲ خریدار مارتنڈ و لوک پرلوک سے ۱۰

دربشانت ساگر ۱۰۰ درجہ کی ایڈیشن
ساگر کی کتاب ہے ضرور منگائیے
قیمت صرف ۲ مجلد ۱۰

شیواجی وجے

مہاراشٹر جیون پرکاش

مصنفہ سری پیش منڈرودت بی اے ای۔

یہ ناول ہندوؤں کی بہادری اور شجاعت کا زندہ نمونہ ہے۔ وہ کون ہندو ہے جو مہاراج شیواجی، رگھوناتھ اور تاناجی مولسرے کی بےنظیر بہادریوں اور جانبازیوں کے حالات پڑھے اور اس کا ہردیہ خوشی اور فخر سے شگفتہ نہ ہو جائے۔ کتاب کی خوبی اور دلچسپی کے لیے مصنف کا نام ہی کافی سند ہے۔ ہر ایک ہندو کو یہ بےنظیر ناول پڑھنا چاہیئے۔ قیمت مجلد کتاب ۱۲ خریداران مارتنڈ و لوک پرلوک سے ۱۰

ہندو کی گیتا

پیارے بھائیو! اگر آپ اپنے جیون کو سپھل کرنا چاہتے ہیں تو دفتر مارتنڈ سے ایک مجلد بھیجی گیتا منگوا لیجیئے اور اس کا باقاعدہ پاٹھ کر کے اپنے جیون کو مہان بنائیے۔ قیمت اردو بھیجی گیتا ۲ ہندی ۹

سوبھاگیہ لکشمی المعروف کمل سوہن

یہ نہایت دلچسپ سنسنی خیز ناول ہے۔

اس میں ایک نہایت پوشیدہ راز کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ بڑا دلچسپ اور پُر نصیحت ہے۔ رُود کی پتری بھگتی، اپراجتا کا براور رانہ سنیہہ اور بجلی کی سچی محبت کے حالات پڑھ کر آپ ایسا محسوس کرینگے۔ گویا سورگ میں بیٹھے ہیں۔ قیمت عہ خریداران مارتنڈ و لوک پرلوک سے ۸؍

حسد کی آگ

(قسمت کا ہیر پھیر)

یہ دلچسپ اخلاقی دادلی ناول بنگال کے مشہور و معروف مصنف شری بیارد چندر جی مہندوایاددھیائے کے بنگالی ناول کا اردو ترجمہ ہے۔ اگر آپ ستی پتنی کا مہرد پریم۔ دوست کی سچی محبت۔ ایمانداری اور سچائی کی مہما۔ ماتا کا بے غرضانہ وہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس اخلاقی ناول سے بہت سی شکشائیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ قسمت کا ہیر پھیر بھی قابل دید ہے۔ حجم ۱۶۰ صفحے۔ قیمت ۱۲؍ رسالیات کے خریداروں سے صرف ۸؍

شہنشاہ اشوک المعروف راج کمشٹی پربلا کی کارستانیاں

لیڈران ملک کی متفقہ رائے ہے کہ شہنشاہ اشوک جیسا تواریخی ناول آج تک شائع نہیں ہوا۔ راجکمشٹی پربلا اور اس کے ساتھیوں نے اشوک کے قتل کرنے کے لیے جو جو سازشیں کیں۔ ان کو پڑھ کر آپ تصویر حیرت بن جائینگے۔ مگر اشوک کی رحمدلی اور قوت برداشت کے حالات پڑھ کر آپ عش عش کر اٹھینگے۔ حجم ۴۸۸ صفحہ۔ قیمت مجلد عا؍ خریداران مارتنڈ و لوک پرلوک سے ۱؍

جیون سدھار

اگر آپ کے دل میں اپنی زندگی کے لئے قدر ہے تو آپ ایک جلد جیون سدھار کی منگوا لیجئے۔ یہ کتاب آپ کو زندگی کا سفر طے کرنے کے لیے بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ آپ کیسے ذرائع کیا کیا ہیں۔ آپ کس طرح روحانی جسمانی اور دماغی ترقی کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ سب اچھی باتیں درج ہیں۔ ایک جلد ضرور منگوا لیجئے۔

قیمت مجلد ۱۲؍

ہندو دھرم کے پرچارک

مارتنڈ لاہور

(پندرہ روزہ)

سب سے بڑھکر ہے رسالوں میں رسالہ مارتنڈ
سب سے اچھا سب سے سستا سب کا پیارا مارتنڈ

اس کو ہندو ہی عزیز اور ہندوؤں کو یہ عزیز
ہو نہ کیونکر قوم کی آنکھوں کا تارا مارتنڈ

رسالہ مارتنڈ [illegible] ہندو قوم کی سیوا کر رہا ہے۔ دھرم کرم اور گیان کا اپدیش دیتا ہے۔ مارتنڈ میں دھرم شاستروں کے تراجم بالتشریح شائع ہوتے ہیں اور ہر قسم کے روحانی اخلاقی اور دھارمک مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نمونہ ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر منگوایئے۔ قیمت سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] نمونہ کا [illegible] ۳

لوک و پرلوک لاہور

(ماہواری)

"لوک پرلوک" جو رسالہ ہے
دین و دنیا بنانے والا ہے

لوک پرلوک کو سدھارینگے
جو پڑھینگے یہ "لوک و پرلوک"

لوک و پرلوک زیر ایڈیٹری شری لالہ پرمانند جی ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ شائع ہوتا ہے۔ لوک و پرلوک ہندو قوم کی دینی و دنیوی سیوا کرتا ہے۔ نہایت سستا اور عجیب و غریب رسالہ ہے۔ آپ اس کے مطالعہ سے بہت خوش ہونگے۔ قیمت سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی ۱۰ اور نمونہ کا پرچہ ۳

تمام فرمائشیں بنام رام لال ورما مینجر رسالہ مارتنڈ و لوک و پرلوک دفتر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

تارنند پشتکالیہ لاہور کے روحانی و اخلاقی ناول

شہنشاہ اشوک المعروف راجکپتی پرماکی کارستانی نہایت اعلے درجہ کا روحانی اخلاقی و تواریخی ناول ہے۔ اگر پہلے نہ پڑھا ہو۔ تو اب فرود منگاویں۔ حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف عہ ؁

راجکمار چھتر سال المعروف ایکسال میں سوراجیہ۔ اورنگ زیب کے عہد میں راجپوت رائے اور مہاراج چھتر سال نے اپنی انتھک قربانیوں سے کس طرح ایک سال میں سوراجیہ حاصل کیا۔ حجم ۳۲۰ صفحات۔ قیمت عہ ؁

حسد کی آگ المعروف قسمت کا ہیر پھیر۔ بنگالی زبان کے ایک نہایت دلچسپ اخلاقی ناول کا اردو ترجمہ۔ قیمت ۲ ا ۱۰

ستی کی رکھشا المعروف اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر۔ یہ بھی نہایت اعلے درجہ کا اخلاقی اور جاسوسی ناول ہے۔ ایک معمولی اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کسطرح بڑا بھاری رئیس بن گیا۔ قیمت رعایتی عہ ؁

سنو کھا گیہ لکشمی المعروف سنہری کنول یعنی جیا کہ بھانڈا پھوڑ۔ ایسا دلچسپ سنسنی خیز اخلاقی و جاسوسی ناول آپ نے پہلے نہ پڑھا ہوگا۔ فرود منگوا کر مطالعہ کیجئے۔ قیمت رعایتی عہ

ویراگ سندیش یعنی مکمل گوروبانی شری گورو تیغ بہادر جی مہاراج۔ روحانیت کے شیدائیوں کے لیئے امرت کا خزانہ ہے۔ اگر آپ دنیا کے دول سے تنگ آ گئے ہیں۔ تو اس کتاب کو ایک دفعہ ضرور پڑھیئے۔ قیمت ۱۰ر

جیون سدھار جیون سدھار کے لیئے اعلے درجے کی کتاب۔ قیمت عہ

منیجر تارنند پشتکالیہ لاہور

رسالہ مارتنڈ پندرہ روزہ لاہور

یہ مشہور و معروف رسالہ ۱۹۰۸ء سے ہندو دھرم کی سیوا کر رہا ہے۔ پبلک کی قدردانی کی وجہ سے ۱۹۲۲ء سے پندرہ روزہ یعنی مہینہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اس میں روحانیت۔ یوگ۔ صحت اور اخلاق کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ درجے کی تاریخی و اخلاقی کہانیاں پراچین ہندو رشیوں منیوں کے جیون چرتر ایشور بھگتی کے متعلق بھجن اور ستی دھرماتماؤں کی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ قیمت سالانہ صرف ۳ مع محصول ڈاک۔ نمونہ کا پرچہ ۲ کو ملتا ہے۔

یہ رسالہ بھی دفتر مارتنڈ سے ۱۹۲۳ء سے ماہواری نکلنا شروع ہوا ہے۔ ہندوؤں کو لوک پرلوک کی سمجھ اور سچی تعلیم دینا اس کا مقصد ہے۔ بڑا دلچسپ رسالہ ہے۔ قیمت سالانہ عہ مع محصول ڈاک۔ نمونہ کا پرچہ ۲ میں ملتا ہے۔

نوٹ۔ مارتنڈ و لوک پرلوک دونوں رسالوں کا اکٹھا سالانہ چندہ صرف پانچ روپیہ (للعہ) ہے۔

(تمام فرمائشیں)

رام لال ورما منیجر رسالہ مارتنڈ پندرہ روزہ / لوک پرلوک ماہواری **لاہور ہوں**